نبیوں کی بیویوں کا
ایمان افروز دلنشیں اور دلپذیر تذکرہ

نساء الانبیاء علیہم السلام

تالیف: احمد خلیل جمعہ

ترجمہ: محمود احمد غضنفر

نعمانی کتب خانہ

نام کتاب
نساء الانبیاء

تالیف
احمد خلیل جمعہ

ترجمہ
محمود احمد غضنفر

ڈیزائننگ اینڈ کمپوزنگ
امجد خلیل

تاریخ اشاعت
مئی ۲۰۰۴ء

مطبوعہ
علی آصف پرنٹرز لاہور

ملنے کا پتہ
نعمانی کتب خانہ
e-mail: nomania2000@hotmail.com

نبیوں کی بیویوں کا
ایمان افروز دلنشین اور دلپذیر تذکرہ

نساء الانبیاء

تالیف
احمد خلیل جمعہ

ترجمہ
محمود احمد غضنفر

NOMANI
نعمانی کتب خانہ
حق سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سخنے مترجم

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدالمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین امابعد:

الاستاذ احمد خلیل جمعہ عرب دنیا کے مشہور ومعروف تاریخ دان اور سوانح نگار ہیں۔ان کا ادیبانہ طرز نگارش دلوں کو موہ لینے والا ہے۔انہوں نے سوانح نگاری کا ایسا دلنشیں، دلکش، دلپذیر اور دلربا انداز اپنایا کہ ان کی نگارشات کو پڑھنے والا دوران مطالعہ دم بخود رہ جاتا ہے۔میں نے ان کی بعض معرکۃ الاراء کتابوں کو اردو قالب میں ڈھالنے کی سعادت حاصل کی ہے۔جیسا کہ ''نساء من عصر النبوۃ' 'صحابیات طیبات کے نام سے ''نساء من عصر التابعین'' ''عہد تابعین کی جلیل القدر خواتین'' اور فرسان من حول الرسول' شہسوار صحابہ کے نام سے دلکش انداز میں زیور طباعت سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں۔

زیر نظر کتاب (نساء الانبیاء فی ضوء القران والسنہ) کو اردو قالب میں ڈھالنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ جسے مشہور ومعروف نعمانی کتب خانہ لاہور معیاری انداز میں شائع کرنے کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے امید ہے حسب سابق یہ کتاب بھی قارئین کرام کو پسند آئے گی۔اس کتاب میں ان دس خواتین کی سوانح حیات ورطہ تحریر میں لائی گئی ہیں۔جنہیں انبیاء علیھم السلام کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا جن کا تذکرہ مدلل انداز میں اس ترتیب کے ساتھ کیا گیا ہے۔

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کی بیوی
۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی
۳۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی
۴۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی
۵۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی
۶۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی
۷۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی
۸۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی
۹۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ
۱۰۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت ہاجرہ

کتاب کے آخر میں ان تمام کتابوں کے نام درج کر دیے گئے ہیں جن سے اس کتاب کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے امید ہے یہ کتاب مسلم خواتین کی رہنمائی کے لئے سنگ میل ثابت ہوگی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولف' مترجم اور ناشر کو اپنے فضل وکرم سے نوازے اور دین کی پورے اخلاص کے ساتھ خدمت کرنے کی توفیق ارزانی عطا کرے۔

وصلی علی النبی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم

ابوضیاء غفنفر
۱۹ ستمبر ۲۰۰۳ء
بروز جمعۃ المبارک
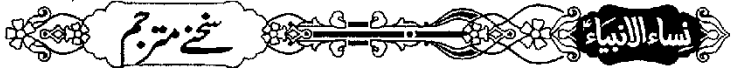
انتساب

- ہر اس خاتون کے نام جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہے، معرفت الٰہی حاصل کرنا چاہتی ہے اور خیر کے چشموں تک پہنچنا چاہتی ہے۔

- ہر اس ماں کے نام جو یہ چاہتی ہے کہ اس کی بیٹی حفظ وامان کے ساحل تک پہنچے اور وہ نیک، سعادت منداور خوشحال بیوی بنے۔

- ہر اس بیوی کے نام جو اپنے نور بصیرت سے فکری اور روحانی اعتبار سے انبیاء علیہم السلام کی نیک بیویوں کے نقش قدم پر چلنا چاہے۔

- ہر اس دوشیزہ کے نام جو حقیقت کے قریب آنا چاہتی ہو اور وہ اعتماد عزم راسخ اور استقامت سے قدم بقدم آگے بڑھتی ہو۔

- میں ان تمام کے نام اپنی اس کتاب کا انتساب کرتا ہوں۔

فہرست

زوجہ حضرت آدم علیہ السلام

فہرست

زوجہ حضرت نوح علیہ السلام

زوجہ حضرت لوط علیہ السلام

زوجہ حضرت اسماعیل علیہ السلام

زوجہ حضرت یعقوب علیہ السلام

زوجہ حضرت ایوب علیہ السلام

زوجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

زوجہ حضرت زکریا علیہ السلام

ازواج حضرت ابراھیم علیہ السلام

زوجہ حضرت ابراھیم علیہ السلام

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

زوجہ حضرت آدم علیہ السلام

- قرآن وسنت کے حوالے سے یہ ثابت ہے کہ اماں حوا اول الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام کی رفیقہ حیات تھی۔
- جسے روئے زمین پر سب سے پہلی خاتون ہونے کا شرف حاصل ہوا۔
- جسے تمام مردوں اور عورتوں کی ماں ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔
- جو کعبہ معظّمہ کی تعمیر میں اپنے خاوند حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ شریک کار رہی۔
- جس کے بطن سے بیٹا اور بیٹی جڑواں پیدا ہوئے تاکہ پیدائش کے تفاوت کی بنا پر نوع انسانی میں سلسلہ ازدواج کو قائم کیا جاسکے۔

زوجہ آدم علیہ السلام

اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جونہی اس کائنات کو اس کی رنگارنگ کی موجودات سمیت ایجاد کرنے کا ارادہ کیا تو اس کی حکمت عالیہ نے یہ تقاضا کیا کہ کائنات کی موجودات میں کسی ایک کو منتخب کر کے اسے اس کائنات کا سردار قرار دیا جائے۔ تو یہ شرف انسان کو عطا کیا گیا کائنات کے تمام مظاہر اور موجودات کو اس کا مطیع وفرمانبردار بنا دیا گیا۔ یہ سب اس کی خدمت پر مامور کر دیئے گئے اور انسان کے سپرد کائنات کی تعمیر اور تنظیم وتنسیق کا فریضہ کیا گیا۔

انسان کی تخلیق کیسے ہوئی؟

آیئے چند لمحات بشریت اُولیٰ کی حیرت انگیز ایجاد کو دیکھنے میں بسر کرتے ہیں۔ اب ہم بچشم بصیرت ملاء اعلیٰ کا نظارہ کرتے ہوئے بشریت اُولیٰ کی داستان سنتے ہیں۔

مشیت الٰہی کا رخ تخلیق آدم علیہ السلام کی طرف پھرتا ہے۔ قرآن کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا یہ مٹی کا مادہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے فرمان ''کن'' سے جو چاہتا ہے بغیر کسی مادے کا سہارا لئے ہوئے بھی پیدا کر سکتا ہے۔

عدم سے وجود عطا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ))۔ (یٰس : ۸۲)

وہ توجب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ بس ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔

☆ تخلیق آدم علیہ السلام قدرت الٰہیہ کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ یہ قدرتی ایجاد اور اعجاز الٰہی کا نقطہ عروج ہے۔ یہ قدرت الٰہیہ ہی تو ہے۔ جو عدم سے وجود تخلیق کرتی ہے۔ جو جماد کو زندگی اور روح عطا کرتی ہے۔ جو کمزوری کو طاقت' سکون کو حرکت میں تبدیل کرتی ہے۔

قدرت الٰہیہ پہ قربان جائیں کہ آنکھیں اچانک کیا دیکھتی ہیں۔ کہ مٹی کا پتلا حرکت کر رہا ہے مٹی کا پتلا باتیں کر رہا ہے۔ مٹی سے معرض وجود میں آنے والا انسان دلکش جسم اور حسین وجمیل شکل وصورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ))۔

(الروم : ۲۰)

اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر یکایک تم بشر ہو کہ (زمین میں) پھیلتے چلے جا رہے ہو۔

☆ قرآن کریم نے ہمیں بتایا کہ حضرت آدم علیہ السلام حاصل دنیا یعنی نوع انسانی کے سب سے پہلے فرد ہیں۔

☆ قدرت الٰہیہ نے یہ چاہا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کرہ ارضی پر قیام پذیر ہو۔ اور حضرت آدم علیہ السلام انسان کے وجود کا نقطہ آغاز قرار پائیں۔ اور وہ اللہ علیم خبیر کی جانب سے ہر چیز کے عالم تھے۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے تمام اشیا کے نام سکھلا دیئے تھے

☆ آدم علیہ السلام اس کی اولاد اور دیگر مخلوقات کو معرض وجود میں لانے کا اصل مقصد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت ہے۔

☆ سورۃ بقرہ میں خلیفہ کا لفظ جو استعمال کیا گیا ہے اس سے دراصل مراد یہ ہے کہ ایک خاص وقت کے لئے کرہ ارضی پر انسان کا وجود اللہ رب العالمین کی عبادت کے لئے ایک علامت اور تمثیل بن کر رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ انسان کو زمین اور اہل زمین کا وارث بنا دے پھر بالآخر روئے زمین کے تمام انسان اللہ کے حضور پہنچ جائیں۔

☆ جب مشیت الٰہی اور اس کی حکمت ازلیہ نے تخلیق آدم علیہ السلام کا فیصلہ کر لیا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرشتوں کو آگاہ کیا اور ساتھ ہی انہیں بتا دیا کہ اولاد آدم میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو زمین میں فساد برپا کریں گے اور وہ خون خرابہ بھی کریں گے۔

☆ فرشتوں نے یہ سن کر تعجب کیا اور انسان کو پیدا کرنے کی حکمت الٰھیہ کے بارے وضاحت طلب کی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ))۔

(البقرة : ۳۰)

پھر ذرا اس وقت کا تصور کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا تھا کہ ''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں'' انہوں نے عرض کیا! ''کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور وہ خون ریزیاں کرے گا؟ آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور آپ کی تقدیس تو ہم کر ہی رہے

ہیں۔فرمایا!''میں جانتا ہوں' جو کچھ تم نہیں جانتے''۔

آدم کو سجدہ کرو:

☆ اللہ کی مشیّت پوری ہوئی۔آدم علیہ السلام کی تخلیق کردی اس کے جسم میں روح پھونکنے کے بعد اس میں ایسے رازہائے دروں کو پیدا کردیا جن کی بنا پر وہ ملائکہ پر فوقیت حاصل کر گئے۔اللہ تعالیٰ نے اسے معرفت کا راز عطا کیا جیسا کہ اسے پختہ ارادی کا راز ودیعت کیا جو سیدھے راستے کو اختیار کرتا ہے۔

پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں' یہ سجدہ تعظیمی وتکریمی تھا یوں سمجھئے کہ اس طرح آدم علیہ السلام کو سلامی دی گئی۔

اللہ تعالیٰ اس بات کی تاکید فرماتے ہیں کہ فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا تفضیلی نہیں تھا بلکہ یہ تو اس ذات کی تعظیم تھی جس نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور وہ اللہ رب العزت کی ذات اقدس ہے جو احسن الخالقین ہے۔

فرشتوں نے سجدہ عظیم تر حکم الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

((وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ))۔ (البقرۃ : ۳۴)

''جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کر دیا اور تکبر کیا اور وہ انکار کرنے والوں سے تھا''۔

ابلیس کا سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار حسد اور تکبر کی بنا پر تھا اس لئے کہ دونوں

کی تخلیق کے مادے مختلف ہیں۔ابلیس کو آگ سے پیدا کیا گیا جبکہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ابلیس کے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ جس مادے یا جوہر سے پیدا کیا گیا ہے۔وہ آدم علیہ السلام کے تخلیقی جوہر اور مادے سے بہتر ہے۔

☆ یہاں یہ شر کی عادت' اللہ کی نافرمانی' نخوت' معرفت ذات میں ٹھوکر' گناہ کے حوالے سے عزت' اور فہم وفراست کے فقدان کا روپ دھار کر ڈنکے کی چوٹ سے سامنے آتی ہے۔

ابلیس یہ نکتہ پہچان ہی نہ سکا کہ اصل سجدہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو ہر چیز کا رب ہے۔یہ آدم علیہ السلام کی ذات کو سجدہ نہیں یہ تو محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے۔

☆ یہ حادثہ دراصل اس معاملے کی بنا پر ہوا جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ آدم علیہ السلام اور اس کی رفیقہ حیات کو جنت سے زمین پر اتارے اور یہاں پر ابلیس شر اور سیدنا آدم علیہ السلام خلیفۃ اللہ کے مابین ایک طویل عرصے کے لئے معرکہ بپا ہو۔ابلیس اور اس کی اولاد کو بنی نوع انسان کو گمراہ کرنے کے وسائل میسر ہوں تا کہ روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کے ایمان کا امتحان لیا جا سکے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے ابلیس کے انکار کا تذکرہ ایک سے زیادہ سورتوں میں کیا ہے۔

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

((قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ. قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ. قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ

يُبْعَثُوْنَ. قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ. قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ))۔ (الاعراف:۱۲۔۱۶)

پوچھا" تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جب کہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا"؟ بولا"میں اس سے بہتر ہوں' تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے"۔فرمایا' "اچھا' تو یہاں سے نیچے اتر۔ تجھے حق نہیں کہ یہاں بڑائی کا گھمنڈ کرے۔ نکل جا کہ درحقیقت تو ان لوگوں میں سے ہے جو خود اپنی ذلت چاہتے ہیں۔ بولا" مجھے اس دن تک مہلت دے جب کہ یہ سب دوبارہ اٹھائے جائیں گے"۔فرمایا۔"تجھے مہلت ہے"'بولا" اچھا تو جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے میں بھی اب تیری سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں لگا رہوں گا۔

سورۃ"ص"میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ. قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ))۔ (ص: ۷۵۔۷۶)

رب نے فرمایا"اے ابلیس' تجھے کیا چیز اس کو سجدہ کرنے سے مانع ہوئی جسے میں نے اپنے" دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے؟ تو بڑا بن رہا ہے یا تو ہے ہی کچھ اونچے درجے کی ہستیوں میں سے"؟ اس نے جواب دیا"میں اس سے بہتر ہوں' آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے"۔

☆ اس طرح ابلیس سجدہ کرنے سے رک گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے دھتکار دیا اسے اپنی رحمت

سے دور کردیا اسے دربار الٰہی سے نکال دیا اور اسے دلیس نکالا دیتے ہوئے ملعون' مردود' اور راندہ درگاہ بنا کر زمین پر اتار دیا

☆ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ ابو صالح حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

((اذا قرا ابن آدم السجدة فسجد'اعتزل الشيطان يبكي يقول'ياويلة! امر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة'وامرت بالسجود فابيت فلي النار)).

(صحیح مسلم ۱/۶۱ کتاب الایمان' ابن ماجہ ۱۰۷۲' البدایہ والنھایہ ۱/۹۱)

جب ابن آدم آیت سجدہ کی تلاوت کرتا ہے اور پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان الگ ہو کر رونے لگتا ہے وہ کہتا ہے ہائے افسوس' ابن آدم کو سجدے کا حکم دیا گیا اس نے کر لیا تو اس کے لئے جنت ہے مجھے سجدے کا حکم دیا گیا میں نے انکار کر دیا تو میرے لئے جہنم ہے"

اس سے اس کی رفیقہ حیات پیدا کی:

☆ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اسے جنت میں ٹھہرایا۔ وہ اکیلے ہی جنت میں چہل قدمی کیا کرتے تھے۔ وہاں اُن کا کوئی ہم نشین و غم خوار نہ تھا۔ اور نہ ہی رفیقہ حیات کہ دو گھڑی اس کے پہلو میں سکون میسر آ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا کہ آدم علیہ السلام بھرپور زندگی بسر کریں تو اس کے لئے حوا کو پیدا کر دیا۔

☆ مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے آنکھ کھلی تو کیا دیکھا کہ سر کے پاس ایک خاتون تشریف فرما ہے اللہ نے اسے اس لئے پیدا کیا تاکہ سیدنا آدم علیہ السلام

کا دل اس کی رفاقت میں سکون محسوس کرے۔اس کا نام حوا اس لئے رکھا گیا کہ اسے ایک زندہ انسان سے پیدا کیا گیا تھا۔یا یہ نام اس کا اس لئے رکھا گیا کہ وہ ہر زندہ انسان کی ماں ہے۔

بحوالہ:		
	☆۔تفسیر طبری	۲۲۹/۱
	☆۔تفسیر فخر الدین رازی	۴،۳/۳
	☆۔الدار المنثور	۱۲۸/۱
	☆مختصر تاریخ دمشق	۲۲۲/۴

☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی ایک پسلی سے پیدا کیا گیا جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے بغیر کوئی تکلیف محسوس کئے......

☆ بخاری شریف میں حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

((استوصوا بالنساء فان المرءۃ خلقت من ضلع وان اعوج شئی فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ‘وان ترکتہ کم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء)). (بحوالہ۔فتح الباری ۶/ ۴۱۸ حدیث نمبر ۳۳۳۱)

عورتوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرو اس لئے کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے بلاشبہ پسلی کا اعلیٰ حصہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے۔اگر تو اسے سیدھا کرنا چاہے گا تو اسے توڑ بیٹھے گا اگر تو اسے چھوڑ دے گا تو وہ بدستور ٹیڑھی رہے گی لہذا تم عورتوں کے ساتھ نرم رویہ ہی اختیار کرو۔

ایک شاعر نے اس حدیث کے مفہوم کو اپنے اشعار میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے۔

ھی الضلع العوجاء لست تقیمھا
الاان تقویم الضلوع انکسارھا
اتجمع ضعفا واقتدارًا علی الفتی
الیس عجیبا ضعفھا واقتدارھا؟

☆ قرآن کریم میں یہ تو ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام اور اس کی رفیقہ حیات کو پیدا کیا وہ دونوں نوع انسانی کی اصل ہیں لیکن پیدائش کی کیفیت' اور دیگر تفصیلات کا قرآن کریم میں وضاحت کے ساتھ تذکرہ نہیں کیا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ ضرور ارشاد فرمایا؟

((مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ))۔
(الکہف: ۵۱)

میں نے زمین و آسمان پیدا کرتے وقت ان کو نہیں بلایا تھا اور نہ خود ان کی اپنی تخلیق میں انہیں شریک کیا تھا۔

☆ اماں حوا رضی اللہ عنہا کی تخلیق کا معاملہ اس طرح طے ہوا کہ اللہ رب العالمین نے لفظ کن کہا تو وہ معرض وجود میں آ گئیں۔

قرآن کریم کی آیات میں حوا علیھا السلام کی تخلیق کا جو مقصد بیان کیا گیا ہے وہ ہے دونوں جنسوں یعنی مرد و زن کا دلی اطمینان و سکون' دونوں کی روحانی تالیف قلبی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارادے کی مرہون منت ہے مرد و زن دونوں سے ایک دوسرے کی تکمیل ہوتی ہے۔ اور ان کی باہمی رفاقت ایک دوسرے کے لئے سکون قلب کا باعث بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ

مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَآءً))۔ (النساء: ۱)

لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد وعورت دنیا میں پھیلا دیے۔

تو اور تیری بیوی جنت میں رہو:

اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا علیہما السلام کو جنت میں ٹھہرانے کا فیصلہ کیا۔ تو دونوں نے حکم الٰہی کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے جنت میں رہائش اختیار کر لی۔ لیکن وہ جنت کونسی ہے جس میں سیدنا آدم علیہ السلام اور اس کی رفیقہ حیات کچھ عرصے کے لئے رہائش پذیر رہے۔

☆ درحقیقت ہم اس جنت کی جگہ کو نہیں جانتے۔ یہ ایک سربستہ راز ہے جو اللہ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے فیصلہ کیا کہ انسان کو اس راز ہائے دروں سے آگاہ نہ کیا جائے لہٰذا ہم بھی اس غیب کو اللہ واحد قہار کے لئے خاص کرتے ہوئے اس کی حقیقت کو جاننے سے دستبردار ہوتے ہیں۔ ہمارے لئے بس اتنا ہی کافی ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے ہمارے حق میں مناسب سمجھتے ہوئے بیان کر دیا۔

☆ سیدنا آدم علیہ السلام اور اس کی بیوی جنت میں داخل ہوئے ان دونوں کو وہاں کھلے انداز میں کھانے پینے کی اجازت تھی۔ اور انہیں یہ بھی اجازت تھی کہ ساری جنت میں جہاں سے چاہیں پھل چن کر کھائیں، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی اور فرمایا، میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیں تجھے پیدا کیا، تجھے ایک حسین وجمیل جسم عطا کیا اور اس شاہکار جسم میں اپنی طرف سے روح پھونکی، پھر اپنے فضل وکرم سے علم عطا کیا اپنے فرشتوں سے تجھے سجدہ کرایا اور اس سدابہار جنت کو تیری رہائش کا ٹھکانہ بنایا۔ میں نے ابلیس کو اپنی رحمت سے مایوس کر دیا جب وہ میری اطاعت سے نکل

گیا تو میں نے اسے ملعون قرار دے دیا۔

اس بات کو نہ بھولنا وہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے دیکھنا کہیں تم دونوں کو بہلا پھسلا کر جنت سے نکال نہ دے بایں صورت نحوست تمہیں آ لے گی۔

☆ پھر ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے منع کیا کہ جنت کے درختوں میں سے اس خاص درخت کے قریب نہ جانا۔ نہی میں تاکید کی خاطر اس درخت کی طرف اشارہ بھی کر دیا اور اس کی حد بندی بھی کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((وَقُلْنَا يَآادَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَاتَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ))۔

(البقرہ : ۳۵)

پھر ہم نے آدم سے کہا کہ ''تم اور تمھاری بیوی' دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ' مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا' ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے''۔

☆ پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام سے یہ وعدہ کیا کہ جب تک وہ اس ممنوعہ درخت سے اجتناب کرتے رہیں گے نہ تو وہ بھوک محسوس کریں گے اور نہ ہی برہنہ ہوں گے نہ ہی انہیں پیاس لگے گی اور جنت میں تھکاوٹ بھی محسوس نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى. وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُ فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى))۔ (طٰہٰ :۱۱۸۔۱۱۹)

یہاں تو تمہیں یہ آسائشیں حاصل ہیں کہ نہ بھوکے ننگے رہتے ہو' نہ پیاس اور

دھوپ ستاتی ہے“۔

ان دونوں کی زندگی کیسی تھی؟

جنت میں حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کی زندگی ہر طرح کی حدود وقیود سے آزاد تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں حوا علیہا السلام کی رفاقت میسر آنے سے سعادت اور مسرت محسوس کی جو اسے پہلے انفرادی زندگی میں میسر نہ تھی۔ جنت میں جب وہ اکیلے تھے تو اکتائے اکتائے سے رہتے تھے۔ اب وہ جنت میں ہر اس چیز سے لطف اندوز ہوتے جسے دل چاہتا یا آنکھوں کو بھلی معلوم ہوتی۔ جنت میں جہاں چاہتے سیر کرتے اور حوا علیہا السلام سے جی بھر کر باتیں کرتے۔ اور جنت میں موجود ہر چیز کی زبان حال سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کے نغمات سنتے۔ جس نے ہر چیز کو عمدہ انداز میں تخلیق کیا ہے۔

☆ آدم علیہ السلام اور اس کی رفیقہ حیات جنت کے پھل چنا کرتے تھے۔ دونوں جنت کے درختوں کے زیر سایہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے۔ جنت کی میٹھی میٹھی نہروں سے جی بھر کر پانی پیتے۔ وہ دونوں اللہ کے فضل وکرم سے سعادت کے سرچشموں اور جنت کے سایوں سے لطف اندوز ہوتے۔

☆ آدم اور حوا علیہما السلام یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ ان دونوں کو جنت کے ایک درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا ہے۔

مگر ان کی فہم وفراست میں یہ نکتہ آیا کہ یہ ممنوعیت محض نصیحت، راہنمائی یا آگاہی کے زمرے میں آتی ہے اس نہی کا انہیں مکلف یا ذمے دار نہیں ٹھہرایا گیا ہے لہذا جب بھی دونوں چلتے پھرتے اس درخت کے قریب آتے تو فوراً اس سے دور ہٹ جاتے۔

☆ آدم اور حوا علیہما السلام جنت میں اللہ تعالیٰ کے قرب وجوار میں رہائش پذیر تھے اس کے

سوانہ ان کا کوئی دوسرا رب ہے اور نہ ہی کوئی نگہبان' وہ جنت میں فراوانی سے کھاتے جہاں ان کا دل چاہتا رہتے' جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ اسی انداز میں زندگی بسر کرتے رہے۔

ابلیس آدم اور حوا کو دھوکا دیتا ہے:

ابلیس ملعون آدم اور حوا علیہما السلام پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ کیونکہ وہ آدم علیہ السلام کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے محروم کیا گیا تھا۔ جبکہ اس نے اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کیا اس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا تھا۔ ابلیس اپنے خبث باطن کے بارے میں جان چکا تھا کہ نافرمانی ہی اس کے راندہ درگاہ کا اصل سبب ہے۔

اب اس نے یہ سوچنا شروع کیا کہ وہ آدم اور اس کی بیوی کو سدا بہار نعمتوں کے ماحول سے کس طرح نکالنے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو عطا کر رکھی ہیں۔

☆ ابلیس نے آدم علیہ السلام کو حسد' فریب اور مکاری کے پہلو سے بہکانا شروع کیا لیکن آدم علیہ السلام نے اس کی بات نہ مانی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی راہنمائی اور وصیت بھلا دی۔ ابلیس نے دن بدن بار بار بہکانا شروع کیا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں بیان کیا ہے۔

((فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا اٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى)) ۔ (طٰہٰ:۱۲۰)

لیکن شیطان نے اس کو پھسلایا' کہنے لگا'' آدم! بتاؤں تمہیں وہ درخت جس سے ابدی زندگی اور لازوال سلطنت حاصل ہوتی ہے''؟

☆ وقت گزرتا گیا آدم اور حواء علیہما السلام اس درخت کے بارے میں غور وفکر کرنے لگے۔ ابلیس دونوں کو مسلسل بہکاتا رہتا تھا؟ اور دونوں سے اپنی محبت اور دل لگی کا اظہار کرتا رہتا تھا لیکن اس نے یہ بات اچھی طرح محسوس کر لی تھی کہ اس کا داؤ کم وبیش کارگر ثابت نہیں ہو رہا۔

☆ ابلیس نے ایک دوسرے انداز میں غور وفکر کرنا شروع کیا کہ شاید آدم اور اس کی بیوی اس کی نام نہاد نصیحت کو سننا گوارا کریں! اس نے حیلہ سازی اور مکاری کی چال اپناتے ہوئے دونوں میاں بیوی کو یہ یقین دلانے کی ہر ممکن کوشش کی کہ میں تمہارا سچا دوست ہوں۔ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہتا ہوں میرا ارادہ تمہیں کوئی نقصان پہنچانے کا نہیں ہے۔ مجھے تو اندیشہ اس بات کا ہے کہ کہیں وہ نعمت نہ چھن جائے جو تم دونوں کو جنت میں میسر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان کیا۔

((مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخَالِدِيْنَ))۔ (الاعراف:۲۰)

”تمہارے رب نے تمہیں جو اس درخت سے روکا ہے اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ' یا تمہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل نہ ہو جائے“۔

اللہ کے دشمن شیطان نے یہ محسوس کیا کہ دونوں میاں بیوی سدا بہار اسی نعمتوں بھرے گھر میں ہمیشہ رہنے میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ انہیں کسی بھی وجہ سے یہاں سے کہیں اور جگہ منتقل کیا جائے۔ شیطان نے یہ بات جان لی کہ انہیں اسی انداز سے بہکایا جا سکتا ہے کہ انہیں اپنی خیر خواہی کا یقین دلایا جائے۔

☆ ابلیس نے اپنے خبث باطن کا اظہار کرتے ہوئے آدم اور حوا علیہما السلام سے کہا: اللہ یہ جانتا ہے کہ تم دونوں فوت نہیں ہو گے لیکن وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جب تم دونوں اس درخت کا پھل کھا لو گے تو تم دونوں ایسے فرشتے بن جاؤ گے جو خیر اور شر کو جانتے ہیں۔

اے آدم اور حوا میں قسم کھا کر تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں تم دونوں کے حق میں خیر خواہ ہوں۔ یقین جانئے کہ یہ ایک ایسا حیات آفریں درخت ہے کہ آج تک جس نے بھی اسے کھایا وہ فوت نہیں ہوا۔

جب ابلیس نے قسم کھائی تو آدم علیہ السلام نے حوا سے کہا میں اس درخت کو نہیں کھاؤں گا میں اس سے دستکش ہوتا ہوں...... مجھے تو یہ کوئی گھناؤنی چال محسوس ہوتی ہے۔

حوا نے کہا نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں آپ دیکھ نہیں رہے کہ وہ بیچارہ اللہ کی قسم کھا رہا ہے۔ وہ واقعی ہمارا خیر خواہ دکھائی دیتا ہے؟!!!

اس کو ہم سے بھلا کیا لینا دینا۔ عرصہ دراز سے وہ یہاں رہتا ہے' یہاں کے ماحول سے خوب اچھی طرح واقف ہے وہ ہمیں فائدہ پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ دونوں کے دل میں یہ بات بھی تھی کہ کوئی اللہ کے نام پر جھوٹی قسم نہیں کھایا کرتا۔

☆ اس طرح ابلیس نے انسان کی پوشیدہ مرغوبات سے اٹھکیلی کی نہاں خانہ دل میں چھپی ہوئی خواہشات کے ساز کے تار کو چھیڑا۔

☆ انسان اپنے بارے میں یہ دلی خواہش رکھتا ہے۔ کہ وہ ہمیشہ رہے اسے موت نہ آئے یا اسے اتنی لمبی زندگی میسر آئے جو ہمیشہ رہنے کے مترادف ہو۔ اور وہ یہ دلی خواہش رکھتا ہے کہ مختصری محدود عمر میں اسے غیر محدود وسیع اختیارات حاصل ہوں۔

☆ ابلیس وسوسہ اندازی' حیلہ سازی اور آدم و حوا علیہما السلام کو دھوکہ دہی میں مسلسل جتا رہا۔ اور اس نے دونوں کے سامنے بڑے وثوق سے قسم کھائی کہ میں تمہارے حق میں خیر خواہ

ہوں' تمہاری بہتری چاہتا ہوں' جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

((وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّیْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ))۔ (الاعراف:۲۱)

''اوران سے قسم کھا کر کہا کہ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں''۔

☆ وقت گزرنے اور ایک زمانہ بیت جانے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام پر نسیان طاری ہوا ابلیس کے بہکاوے اور جھوٹا حلف اٹھانے کی بنا پر آدم اور حوا دونوں بھول گئے کہ یہ تو ان کا ازلی دشمن ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ انہیں خیر و بھلائی کی طرف راہنمائی کرے اس تمام تر حقیقت کو دونوں میاں بیوی یکسر فراموش کر بیٹھے اس طرح وہ دھیرے دھیرے ابلیس کے گمراہ کن ہتھکنڈے کی لپیٹ میں آنے لگے۔

امام ابو عبداللہ قرطبی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ابلیس کے بہکانے سے پہلے حوا نے درخت کا پھل کھایا۔ پہلے اس سے بات کرتے ہوئے اس نے کہا کہ تمہیں اس درخت کا پھل کھانے سے محض اس لئے روکا گیا ہے۔ کہ یہ سدا بہار حیات بخش درخت ہے ابلیس یہ جان چکا تھا کہ دونوں میاں بیوی یعنی آدم اور حوا علیہما السلام ہمیشہ اسی ماحول میں رہنے کے خواہش مند ہیں ابلیس نے ان کی دلی رغبت کو پیش نظر رکھتے ہوئے گفتگو کا یہ انداز اختیار کیا۔ حدیث میں مذکور ہے۔

((حبک الشئی یعمی ویصم)) ۔

تیرا کسی چیز سے محبت کرنا اندھا اور بہرہ کر دے گا۔

جب حوا نے آدم علیہ السلام کو ترغیب دیتے ہوئے بات کی تو آپ نے اس کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ سے کیا گیا وعدہ یاد کیا اور حوا کو مجبور کیا کہ وہ درخت کے قریب جانے سے باز رہے۔ لیکن الٹا حوا نے آدم علیہ السلام پر رعب ڈالتے ہوئے کہا۔

آپ سے پہلے اس درخت کا پھل میں کھاؤں گی اگر مجھے کوئی نقصان پہنچا تو آپ محفوظ رہیں گے۔ لہذا اس نے درخت کا پھل کھالیا جس سے اسے کوئی نقصان یا تکلیف نہیں ہوئی۔

پھر وہ آدم علیہ السلام کے پاس گئی اور کہا۔
دیکھئے میں نے پھل کھالیا ہے مجھے اس نے کوئی نقصان نہیں دیا ہے۔

☆ آدم اور حوا علیہما السلام دونوں نے ابلیس کی بات مان لی۔ دونوں نے اس تمنا سے درخت کا پھل کھالیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے یہاں ٹھہر جائیں گے انہیں جنت کے خوشگوار، دلفریب اور دلربا ماحول سے نکالا نہیں جائے گا۔
دونوں نے پھل کھایا ہی تھا کہ ان کا لباس چشم زدن میں اتر گیا، دونوں برہنہ ہو گئے ابلیس کا داؤ چل گیا۔ اس کا کڑوا پھل سامنے آ گیا۔
شیطان نے دھوکہ دہی سے دونوں کا رخ اطاعت الہی سے معصیت کی طرف موڑ دیا۔
جس کے نتیجے میں دونوں کو جنت کے اعلیٰ مقام سے دنیا کے کم ترین درجے پر لا کھڑا کیا۔

☆ آدم علیہ السلام کے علم میں یہ بات نہ تھی کہ وہ آگے چل کر ایک مقرر وقت میں فوت ہو جائیں گے۔ انہوں نے تو جنت میں ہمیشہ رہنے کی خواہش اپنے دل میں پال رکھی تھی۔ دشمن کی جانب سے مسلسل قسمیں کھانے کی وجہ سے انہیں یہ شبہ ہو گیا تھا کہ وہ ان کا خیر خواہ ہے۔ شبہ اور خواہش ایک ساتھ اکٹھے ہو گئے تقدیر ساتھ آ ملی غفلت کی اونگ نے ان دونوں کو آ لیا دشمن چوکنا ہو گیا۔
ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

واستیقظوا وارادالله غفلتهم
لینفذالقدر المحتوم فی الازل

وہ بیدار ہوئے اللہ نے ان پر غفلت طاری کرنے کا ارادہ کرلیا تا کہ ازل میں تقدیر کے اٹل فیصلے کو نافذ کردے۔

ڈانٹ اور توبہ:

آدم علیہ السلام نے بھول کر کھالیا اور وصیت کو بھول جانے پر ڈانٹ پلائی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا)) ۔

(طٰہٰ:۱۱۵)

اور ہم نے پہلے آدم سے عہد لیا تھا مگر وہ (اسے) بھول گئے اور ہم نے ان میں صبر ثبات نہ دیکھا۔

آدم علیہ السلام اور اس کی بیوی حوا اپنے رب کے حکم سے اسی کی مشیت الٰہی کی بنا پر نکل گئے۔رب تعالیٰ نے ان دونوں کو یاددہانی کراتے ہوئے فرمایا:

((اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَا اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ)) ۔ (الاعراف:۲۲)

کیا میں نے تم کو اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کیا تھا اور بتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

☆ دونوں نے نافرمانی کی وجہ سے اپنی رب کی ڈانٹ ڈپٹ کو سنا نصیحت الٰہی کو نظرانداز کرنے اور عالم بالا سے آواز آنے پر حوا علیہا السلام کو وصیت یاد آئی۔تو دونوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔اپنی لغزش کا ادراک کیا اپنے کیے پر پشیمان ہوئے۔اور اللہ

تعالیٰ سے مدد اور بخشش طلب کی۔

قرآن حکیم میں مذکور ہے۔

((قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ)) ۔ (الاعراف:۲۳)

دونوں عرض کرنے لگے کہ پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہم کو نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔

آدم علیہ السلام لڑکھڑا کر اٹھے اللہ کی رحمت سایہ فگن ہوئی اور توبہ قبول ہوئی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ))۔ (البقرۃ:۳۷)

پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے اور (معافی مانگی) تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ بے شک وہ رحم کرنے والا صاحب رحم ہے۔

☆ ابو جعفر الطبری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ''فتلقی آدم من ربه کلمات'' کے ضمن میں رقمطراز ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے درج ذیل کلمات سیکھے۔ اور ان کلمات کا ورد کرتے لگے۔

((اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ اِنَّكَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ))۔

((اَللّٰهُمَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ

نَفْسِیْ فَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ))۔

((اَللّٰھُمَّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فتب عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ))۔

☆ بحوالہ تفسیر الطبری ۱/۲۴۴، ۲۴۵

☆ تفسیر قرطبی: ۱/۳۲۴

☆ تفسیر فخر الدین رازی: ۳/۱۹

☆ تفسیر ابن کثیر: ۱/۷۱

اس سے سب اتر جاؤ:

آدم اور حوا علیہما السلام کا جنت سے اخراج جمعہ کے دن ہوا جیسا کہ احادیث کے مجموعوں میں مذکور ہے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمان الاعرج سے اور اس نے ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعہ فیہ خلق اٰدم وفیہ اھبط وفیہ تیب علیہ وفیہ مات وفیہ تقوم الساعۃ))۔

(بحوالہ عون المعبود: ۳/۳۱۷)

سب سے بہتر دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے۔ وہ جمعے کا دن ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اس میں جنت سے اسے زمین پر اتارا گیا' اس میں توبہ قبول کی گئی اسی دن آدم علیہ السلام فوت ہوئے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((خیر یوم طلعت فیه الشمس یوم الجمعة فیه خلق ادم وفیه ادخل الجنة وفیه اخرج منها وفیه تقوم الساعة))۔

(بحوالہ مسند احمد بن حنبلؒ)

بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوا وہ جمعے کا دن ہے اس میں آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اور اس دن اسے جنت میں داخل کیا گیا۔ اسی میں اسے جنت سے نکالا گیا اور اس میں قیامت قائم ہوگی۔

جنت سے اتر جانے کے بارے میں یہ حکم الٰہی صادر ہوا:

((قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ ☆ قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ☆))۔ (الاعراف:۲۴۔۲۵)

فرمایا: (تم سب بہشت سے) اتر جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لئے ایک وقت (خاص) تک زمین پر ٹھکانا اور (زندگی کا) سامان کر دیا گیا ہے۔

☆ سب اس جنت سے اتر گئے۔ وہ سب اس زمین پر اتر گئے جس میں اب ہم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ سب سے مراد یہ ہے کہ آدم وحوا علیہما السلام اور ابلیس زمین پر اتر گئے۔

لیکن وہ کہاں تھے؟

وہ جنت کہاں ہے؟

اور وہ کیسے اترے؟

☆ ان سوالات کا تعلق علم غیب سے ہے ہمیں صرف اتنا ہی پتہ ہے جتنا اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا جس کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ اس کے سوا غیب کی باتیں کوئی نہیں جانتا جو کچھ

بھی بحر و بر میں ہے وہ جانتا ہے۔

☆ وہ سب زمین پر اتر گئے یعنی آدم علیہ السلام اور اس کی بیوی ابلیس اور اس کا قبیلہ زمین پر اتر گئے تاکہ وہ ایک دوسرے سے مقابلہ کریں ایک دوسرے کو نیچا کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ ایک دوسرے کی دشمنی پائیں۔ آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد کے لیے یہ واجب قرار دے دیا گیا کہ وہ زمین میں ٹھہریں۔ اور ایک مقرر وقت تک اس میں فائدہ اٹھائیں۔

☆ اللہ رب العزت نے ان کے بارے میں یہ طے کر دیا کہ وہ زمین میں زندگی بسر کریں اسی میں جئیں مریں۔ پھر انہیں زمین سے نکالا جائے گا۔ انہیں اس سے اٹھایا جائے گا تاکہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹیں۔ تو وہ انہیں اپنی جنت یا جہنم میں داخل کرے گا۔ دنیاوی زندگی کے سفر کا انجام یہی ہوگا۔

☆ آدم اور حواء کے زمین پر اترنے کے مقام کے بارے میں متعدد روایات واحوال مذکور ہیں کہ وہ دونوں جنت سے زمین کے کس مقام پر اترے۔ بعض مصادر میں یہ مذکور ہے کہ آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے اور حواء علیہا السلام جدہ میں اتریں۔ دونوں مزدلفہ میں ملے اور میدان عرفات میں ایک دوسرے کو پہچانا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کوہ صفا پر اترے اور حواء علیہا السلام کوہ مروہ پر اتریں۔

دیگر محدثین و مورخین سے اس بارے میں بہت سے اقوال منقول ہیں جو ابو جعفر الطبری نے اپنی تاریخ کی کتاب میں نقل کیے ہیں۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کے جنت سے اترنے کے بارے میں جن علمائے اسلام نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ ان سب میں علامہ طبری نے درست موقف اختیار کیا ہے انہوں

نے حضرت آدم علیہ السلام کے اترنے کی جگہ کی نشاندہی نہیں کی اور نہ اس سلسلے میں اپنی کوئی قطعی رائے پیش کی۔

وہ فرماتے ہیں کہ جگہ کے بارے میں جاننا نہ کوئی مفید عمل ہے اور نہ ہی یہ بات ہے کہ اگر اس معین جگہ کا علم نہ ہوا تو کوئی نقصان ہوگا۔ جہاں تک حضرت آدم علیہ السلام کے ہندوستان میں اترنے کا معاملہ ہے تو علماء نے اس کی صحت سے انکار نہیں کیا۔

اس بات سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ اس معاملے کا تعلق ان اشیاء سے ہے کہ جاننے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور نہ جاننے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ البتہ تحقیق کرنے والوں کے لیے دروازہ کھلا ہے۔

حوا آدم علیہ السلام کی بیوی:

☆ پہلے نبی جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وحی اور احکام سے نواز کر بھیجا وہ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

☆ یہ بات بالکل قطعی اور درست ہے کہ آدم علیہ السلام انبیاء میں سے ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی ہیں۔ قرآن حکیم کی درج ذیل آیت کریمہ اس کی دلیل ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ)) ۔ (آل عمران:۳۳)

خدا نے آدم اور نوح اور خاندان ابراہیم اور خاندان عمران کو تمام جہان کے لوگوں میں منتخب فرمایا تھا۔

☆ اس آیت کریمہ میں ان کے بارے میں واضح طور پر بیان ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے

اپنے بندوں میں منتخب کر لیا ہے۔ تاکہ انہیں نبوت سے سرفراز کیا جائے اور وہ اللہ کی مخلوق کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیں۔ اس آیت کریمہ سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ انتخاب سے مراد نبوت ورسالت کے لیے انتخاب ہے۔

☆ اس مقام پر اس بات کا تذکرہ نہایت مفید معلوم ہوتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں پچیس انبیاء ورسل علیہم السلام کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کی نبوت کو دل وجان سے تسلیم کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز ہی نہیں کہ جن انبیاء علیہم السلام کا قرآن حکیم کی صریح نص سے ثبوت ملتا ہے وہ ان کے نبی ہونے کو تسلیم نہ کرے یا وہ اس سے ناواقفیت کا اظہار کرے۔

☆ قرآن کریم میں جن انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کیا گیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ آدمؑ ادریسؑ نوحؑ ہودؑ صالحؑ ابراہیمؑ لوطؑ اسماعیلؑ اسحاقؑ یعقوبؑ یوسفؑ شعیبؑ ایوبؑ ذوالکفلؑ موسیٰؑ ھارونؑ داؤدؑ سلیمانؑ الیاسؑ الیسعؑ یونسؑ زکریاؑ یحییٰؑ عیسیٰ اور محمد علیہم الصلاۃ والسلام۔

ایک فاضل شاعر نے ان انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ اپنے شعروں میں کچھ اس انداز میں کیا ہے۔

اسمآء رسل اللّٰه فی القرآن

خمس وعشرون فخذ بیان

هم آدم ، ادریس ، نوح ، هود

یونس ، الیاس ، الیسع ، داؤد

اسحاق ، ابراهیم ، لوط ، موسیٰ

ذوالکفل ، یحییٰ ، ذکریا ، عیسیٰ

شـعـیـب ثـم صـالـح، ایـوب

هـارون ثـم یـوسف یـعـقـوب

ثـم سـلـیـمـان واسـمـاعـیـل

مـحـمـد خـتـمهـم الـجـلـیـل

☆ لہٰذا قرآن کریم کی صریح نص سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پہلے نبی ہیں۔ رہی سنت مطہرہ تو اس میں بھی ایسا تذکرہ موجود ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

((عن ابی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الانبیاء کان اول؟))

قال " آدم".

قلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونبی کان؟

قال : نعم نبی مکلم.

قلت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم المرسلون؟

قال ثلثمائة وبضعة عشر جما غفیرا

☆ ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح ابن حبان میں ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

قلت یارسول اللہ کم الأنبیاء؟

قال مئة الف وعشرون الفا.

قلت یارسول اللہ کم الرسل فی ذالک؟

قال ثلاث مآیة وثلاث عشر جما غفیرًا

قلت یارسول اللّٰہ من کان اولھم؟
قال آدم علیہ السلام قلت یارسول اللّٰہ انبی مرسل؟
قال نعم خلقه اللّٰه بیده ثم نفخ فیه من روحه و کلمهٔ قبلا.

میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کل کتنے ہیں؟
آپ نے فرمایا: ایک لاکھ بیس ہزار!
میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے رسول کتنے ہیں؟
آپ نے فرمایا تین سو تیرہ ایک جم غفیر۔
میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سب سے پہلے کون ہے؟
آپ نے فرمایا: آدم علیہ السلام۔
میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ نبی مرسل تھے۔
آپ نے فرمایا ہاں اللہ نے اسے اپنے ہاتھ سے بنایا پھر اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی اور اس کے ساتھ سامنے سے بات کی۔

☆ لہذا ثابت ہوا کہ حوا اس پہلے نبی کی بیوی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تذکرہ کیا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں ذکر کیا:
حوا اس کائنات کی پہلی خاتون ہے جس نے اس دھرتی پر زندگی بسر کی۔
حوا کی زندگی کیسے بسر ہوئی؟

☆ ہم ام البشر حضرت حواء علیہا السلام کے اس روئے زمین پر رہنے سہنے کے طور طریقے کا حقیقی نقشہ تو پیش نہیں کر سکتے کہ ان کی بود و باش کیسی تھی؟
ان کا طریق کار کیا تھا؟ وہ شب و روز کیسے بسر کرتے تھے؟
البتہ ہمیں محسوس یوں ہوتا ہے کہ سدا بہار جنت سے نکلنے کے بعد گم شدہ نعمتوں کی یاد نے

طویل عرصے تک انہیں ستایا ضرور ہوگا۔ کہاں دنیاوی زندگی کی تھکاوٹیں اور کہاں گم شدہ فردوس کی راحتیں۔

بس اللہ نے اپنی منشاء کے مطابق اس زمین کو آباد کرنا تھا تو اس نے آدم وحواء علیہما السلام کو روئے زمین پر اتار دیا تاکہ بشریت کی زندگی میں چہل پہل پیدا ہو جائے۔

حواء زمین پر:

☆ حواء جب جنت سے نکلیں تو پہچان گئیں کہ اس نے امن وآشتی کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ اب اسے روئے زمین پر اپنے خاوند آدم علیہ السلام کے ساتھ محنت مشقت کا سامنا کرنا ہوگا۔ اب انہیں کھانے پینے کے لیے مشقت کرنا ہوگی۔ ان دونوں کو زندگیوں کی تلخیوں کا سامنا کرنا ہوگا۔ وہ دونوں جنت میں فراغت سے کھاتے پیتے تھے۔ اب انہیں زمین پر اتار دیا گیا ہے لہذا کھانے پینے کے لیے دونوں کو محنت ومشقت کرنا ہوگی۔ اب وہ دن گئے کہ صرف خواہش کرنے پر کھانے پینے کی اشیاء وافر مقدار میں از خود سامنے آ جایا کرتی تھیں۔

☆ اس زمین پر حضرت آدم علیہ السلام کو لوہے کی صنعت سکھلائی گئی۔ انہیں کھیتی باڑی کا حکم دیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ہل چلایا فصل بوئی پھر اسے پانی دیا یہاں تک کہ جب وہ پک گئی تو اسے کاٹا۔ پھر اسے گاہا اس سے دانے نکالے پھر ان دانوں کی پسائی کی اس کے بعد حواء علیہا السلام کی باری آئی اس نے آٹا گوندھا روٹی تیار کی اور دونوں نے یہ روٹی کھائی۔

☆ آدم اور حواء علیہا السلام نے محنت ومشقت کا سفر مسلسل جاری رکھا۔ حواء نے اون کاتی اور آدم علیہ السلام نے اپنے لیے ایک جبہ بنایا اور حواء کے لیے ایک درع اور دوپٹہ تیار کیا

دونوں نے اپنا اپنا لباس زیب تن کیا۔

☆ آدم اور حوا علیہما السلام غذا کے حصول کے لیے ہل چلانے' بیج بونے زمین کو پانی دینے برہنگی کے ازالے کے لیے لباس تیار کرنے اور دیگر تکلیف دہ اسباب تیار کرنے سے سمجھ گئے تھے کہ دونوں زمین پر اس مقصد کے لیے تشریف لائے ہیں کہ وہ دونوں اس کی اصلاح کریں' اس میں کھیتی باڑی کریں' اسے بنائیں سنواریں' اس میں ایک نسل کو جنم دیں تاکہ وہ زمین کو آباد کرے۔

حوا اور عبادت کا سفر:

سفرِ عبادت کچھ ایسے انداز میں طے پانے لگا کہ اشارہ الٰہیہ عالیہ کی بنا پر حواء علیہا السلام تعمیر کعبہ کے کام میں آدم علیہ السلام کا ہاتھ بٹانے لگیں اور روئے زمین پر اس پہلے گھر کی تعمیر میں اپنے رفیق حیات کی معاون بنی جو خاص طور پر عبادت کے لیے بنایا گیا اور اسے بابرکت اور جہانوں کے لیے منبع ہدایت بنایا گیا۔ جو بھی اس میں داخل ہوا اسے امن وسکون میسر آیا اور وہ ہر خوف زدہ کے لیے جائے امن قرار پایا روئے زمین پر یہ رتبہ کسی اور مقام کو حاصل نہ ہوا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سچ فرمایا:

((اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّیُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ))۔

(العنکبوت: ٦٧)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو مقام امن بنایا ہے اور لوگ ان کے گرد ونواح سے اچک لیے جاتے ہیں۔

☆ یہ بابرکت گھر جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے قبلہ قرار دینا پسند کیا' وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ایسا گھر جسے اس نے عزت وشرف عطا کیا۔ حضرت حواء مٹی لائیں اور حضرت

آدم علیہ السلام کے ساتھ مل کر اس کی تعمیر کرتیں اور اس کے بنانے اور سنوارنے کے معاملے میں ان کا ہاتھ بٹاتیں۔

☆ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "دلائل النبوۃ" عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک روایت بیان کی وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((بعث اللّٰہ جبریل علیہ السلام الٰی آدم و حوا' فقال لھما ابنیالی بناء فخط لھما جبریل علیہ السلام فجعل آدم یحفر و حواء تنقل حتی اجابه الماء نودی من تحته. حسبک یآدم فلما بنیاہ اوحی اللّٰہ تعالیٰ الیه: ان یطوف به وقیل له انت اول الناس' وھذا اول بیت ثم تنا سخت القرون حتی حجه نوح ثم تنا سخت القرون حتی رفع ابراھیم القواعد منه))۔ (دلائل النبوۃ بیہقی ۲/۴۵)

☆ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے دلپذیر انداز میں ایک بات کہی ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں بیت اللہ کی تعمیر کا اشارہ ملتا ہے۔ فرماتے ہیں:

((واعلم ان الکعبة موجودة فی زمان آدم علیہ السلام ویدل علی ذالک وجوہ))۔

"خوب اچھی طرح جان لیجئے کہ کعبہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں موجود تھا اور اس پر بہت سی وجوہ دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ تمام انبیاء علیہم السلام کے دین میں نماز کو لازمی رکن کی حیثیت حاصل رہی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے مکہ کا نام "ام القریٰ" رکھا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بستی پوری کائنات میں فضل و شرف کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے۔

مادرِ نوعِ انسانی:

حواء علیہا السلام روئے زمین پر آباد مردوں اور عورتوں کی اولین ماں ہے۔ حواء علیہا السلام دوسری ماؤں کی مانند ایک ماں ہے جسے دوسری ماؤں کی طرح حمل ٹھہرتا ہے اور وضع حمل ہوتا ہے یہ تاریخ انسانیت کی پہلی بیوی ہے۔ یہ پہلی خاتون ہے جس نے روئے زمین پر سب سے پہلے اولاد کو جنم دیا۔

☆ حافظ ابوالقاسم بن عساکر رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ اماں حواء علیہا السلام دمشق میں ''بیت لھیا'' میں رہائش پذیر تھیں۔

☆ تذکرہ نگار بیان کرتے ہیں کہ حوا علیہا السلام کے ہاں جڑواں بچوں کا یوں حمل ٹھہرتا کہ ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہوتا۔ اماں حوا علیہا السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی زوجیت میں چالیس بچوں کو جنم دیا۔ بیس بیٹے اور بیس بیٹیاں۔

☆ حوا علیہا السلام پہلی دفعہ ایک بیٹے اور بیٹی کو جنم دیتیں۔ دوسری دفعہ بھی ایک بیٹے اور بیٹی کو جنم دیتیں۔ جب یہ بچے جواں ہو جاتے تو پہلی دفعہ پیدا ہونے والے بیٹے اور بیٹی کی شادی دوسری دفعہ پیدا ہونے والے بیٹے اور بیٹی سے کر دی جاتی۔

☆ اماں حواء نے دو جڑواں بچوں کو جنم دیا بیٹے کا نام قابیل تھا اور بیٹی کا نام لوذا تھا۔ اگلی مرتبہ دو جڑواں بچوں کو جنم دیا اس دفعہ بیٹے کا نام ہابیل اور بیٹی کا نام اقلیمیا تھا۔ حوا علیہا السلام اور آدم علیہ السلام ماں باپ کی نگرانی میں بیٹے جوان ہوئے معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے جدوجہد کرنے لگے۔ قابیل اور ہابیل روئے زمین پر رزق کی تلاش میں دوڑ دھوپ کرنے لگے۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے بڑا بیٹا قابیل تھا۔ یہ وسیع پیمانے پر کھیتی باڑی کرتا تھا اور اس کی رہائش دمشق کی مشہور بستی ''قینیۃ'' میں تھی۔

☆ ہابیل کے پاس بھیڑ بکریوں کا ریوڑ تھا اس کی رہائش دمشق کی مشہور و معروف بستی ''سطرا'' میں تھی' کچھ وقت بیت جانے کے بعد قابیل و ہابیل کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ انہیں پرسکون زندگی بسر کرنے کے لیے رفیقہ حیات میسر آئے دلی خواہش کو بروئے کار لانے کے لئے دونوں اپنے والدین کے پاس آئے اور اپنی دلی خواہش گوش گزار کی۔ ماں باپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ قابیل کی شادی ہابیل کے ساتھ جڑواں پیدا ہونے والی بچی کے ساتھ کر دی جائے اور ہابیل کی شادی قابیل کے ساتھ جڑواں پیدا ہونے والی بچی کے ساتھ کر دیں۔

☆ حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ بچوں کا نکاح ان کی ولادت کے فرق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کریں۔ وہ اس طرح کہ ایک دفعہ جو جڑواں بیٹا بیٹی پیدا ہوئے ہیں ان کا آپس میں نکاح نہ کیا جائے۔ بلکہ نکاح کرتے وقت ولادت کے فرق کو پیش نظر رکھا جائے۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے دونوں بیٹوں قابیل اور ہابیل کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگاہ کیا۔ قابیل نے حضرت آدم علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ وہ اس شادی پر راضی نہ ہوا اس کے خیال میں ہابیل کے ساتھ جڑواں پیدا ہونے والی بیٹی قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی بیٹی سے قدرے کم خوبصورت تھی۔ شادی کے حوالے سے اسے اپنے بھائی ہابیل کے خلاف حسد پیدا ہوا' وہ اس تقسیم سے خوش نہ ہوا' اس نے اپنے والد کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا اس کے دماغ میں شر اور فساد کھلبلی مچانے لگا۔ اور حسد نے اس کے ساتھ دائیں بائیں اٹھکیلیاں کرنا شروع کر دیں اور ادھر ہابیل بڑے سکون' آرام اور وقار سے دن گزارنے لگا۔ اس نے اپنے والد گرامی حضرت آدم علیہ السلام کا حکم بسر و چشم قبول کر لیا۔

قربانی کی داستان:

حضرت آدم اور حواء علیہما السلام اپنے بیٹوں کی دلی مرغوب خواہش پر نگاہ رکھے ہوئے تھے لیکن حوا علیہا السلام کے دل میں کبھی بھی یہ احساس پیدا نہیں ہوا تھا کہ اس کا بیٹا دل میں اپنے بھائی کے خلاف کوئی خطرناک عزائم رکھتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ چاہا کہ کوئی ایسا حل پیش کریں جو دونوں بیٹوں کو قابل قبول ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے دونوں بیٹوں کو اپنے پاس بلایا اور ان دونوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور قربانی پیش کرنے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ جس کی قربانی قبول کر لی گئی اس کی شادی اس کی مرضی ومنشا کے مطابق ہو گی۔ آیئے اب ہم قربانی کی داستان غور سے سنتے ہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت کعب اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ قابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام لوزا تھا یہ حضرت آدم علیہ السلام کی سب سے زیادہ خوبصورت بیٹی تھی۔ ہابیل کے ساتھ جو بیٹی پیدا ہوئی اس کا نام ''اقلیما'' تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ہابیل سے کہا کہ میں نے تیرا نکاح لوزا سے کر دیا اور قابیل سے کہا کہ تیری شادی اقلیما سے کر دی ہے۔

قابیل نے کہا مجھے پسند نہیں میری بہن زیادہ حسین وجمیل ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا تھا کہ تم دونوں کی شادی کر دوں اگر تم اس شادی پر راضی نہیں ہو تو تم دونوں اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات دو ہو سکتا ہے کہ تمہاری قربانی یعنی صدقہ وخیرات نتیجہ خیز ثابت ہو سکے۔

قابیل نے کہا ہمارے درمیان کیسے فیصلہ ہو گا؟ آدم علیہ السلام نے فرمایا جس کی قربانی قبول ہوئی لوزا کی شادی اس سے ہو گی۔ قربانی یا صدقہ وخیرات کا طریقہ یہ ہو گا کہ تم دونوں اپنا اپنا مال ایک جگہ رکھ دو گے آسمان سے آگ کا بگولہ آئے گا جس کے مال کو آگ نے جلا دیا اس

کی قربانی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہوگی۔

ہابیل نے اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے عمدہ نسل کی بکریاں اور چوپائے نیز اعلیٰ قسم کا مال و دولت صدقہ و خیرات کے لیے میدان میں لا کر رکھ دیا۔ اُدھر قابیل نے ناقص مال اور ردی قسم کی گندم صدقہ و خیرات کے لیے میدان میں لا کر رکھ دی۔ قدرت کا کرنا یہ ہوا کہ آسمان سے آگ کا بگولہ آیا اور اس نے ہابیل کے صدقہ و خیرات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ قابیل کا مال اسی طرح پڑے کا پڑا رہا۔ یہ منظر دیکھ کر قابیل غیظ و غضب سے لال پیلا ہو گیا اور اپنے بھائی ہابیل پر مارے حسد کے جل بھن کر رہ گیا۔ غصے سے پھنکارتے ہوئے اس نے ہابیل سے کہا تیری قربانی قبول کر لی گئی اور میری قبول نہ کی گئی۔

یہ میری عزت کا سوال ہے ہر موقع پر تم مجھ سے فوقیت لے جاتے ہو تجھے میں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تیرے بچنے کی ایک ہی صورت ہے کہ تم میری بہن سے دستبردار ہو جاؤ۔

ہابیل نے کہا ایسا تو میں نہیں کروں گا میں اپنے والد کی حکم عدولی نہیں کروں گا۔

قابیل نے ہابیل کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا میں تجھے قتل کر دوں گا۔

ہابیل نے اسے بڑے ہی اطمینان سے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کی قربانی قبول کرتا ہے۔ دیکھئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ دونوں بھائیوں کی باہمی گفتگو کو کس انداز میں ہمارے لیے نقل کرتا ہے۔ قابیل کی گفتگو سے حسد' بغض اور مجرمانہ ذہنیت کا اظہار ہوتا ہے۔ جبکہ ہابیل کی گفتگو سے امن' آشتی اور صداقت کا انکشاف ہوتا ہے۔

قابیل کی اپنے بھائی ہابیل کے قتل پر آمادگی:

قابیل اور ہابیل اپنے والد کے پاس آئے اور انہیں قربانی کے انجام کے بارے میں بتایا تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارا فیصلہ کر دیا ہے میں نے تمہاری شادی اللہ کے حکم کے

مطابق کی ہے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم یہ فیصلہ بخوشی قبول کرلو۔

☆ قابیل قدرے خاموش رہا پھر کہنے لگا۔لوگ مجھے یہ طعنے دیں گے کہ ہابیل تجھ سے بہتر ہے اس نے دل میں اپنے بھائی ہابیل کوقتل کرنے کی ٹھان لی۔

ہابیل نے صورت حال کو بھانپتے ہوئے کہا بھائی جان اللہ سے ڈرو مجھے قتل نہ کرنا اس نے کہا یہ تو ہو کر رہے گا۔

یہ سن کر مومن، متقی، امن پسند ہابیل اپنے شر پسند غصیل بھائی قابیل سے کنی کتراتا ہوا بڑے ہی پرسکون انداز میں کہنے لگا۔

((لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ لِاَقْتُلَکَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ))۔ (المائدہ:۲۸)

اور اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے مجھ پر ہاتھ چلائے گا تو میں تجھ کوقتل کرنے کے لیے تجھ پر ہاتھ نہیں چلاؤں گا۔ مجھے تو خدائے رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔

پھر ہابیل نے اپنے بھائی کو قدرے تلخ لہجہ اختیار کرتے ہوئے دوٹوک انداز میں کہا:

((اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓءَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِکَ فَتَکُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ وَذَالِکَ جَزَآءُ الظَّالِمِیْنَ))۔ (المائدہ:۲۹)

میں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ میں بھی ماخوذ ہو اور اپنے گناہ میں بھی پھر (زمرہ) اہل دوزخ میں ہو اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

اس طرح ہابیل نے اپنے بھائی کوقتل جیسے گھناؤنے جرم سے باز رکھنے کی ممکن حد تک کوشش کی کہ وہ اپنے دل میں پیدا ہونے والے مجرمانہ خیالات کو جھٹک دے اور وہ اپنے رویے پر شرمندہ ہو کہ اپنے امن پسند اور صلح جو بھائی کوقتل کرنے کے درپے ہے۔ دونوں

بھائیوں کی باہمی گفتگو اختتام پذیر ہوئی اور دونوں نے اپنی راہ لی۔لیکن قابیل اپنے ارادے سے باز نہ آیا۔کوئی نصیحت آموز بات بھی اس پر اثر انداز نہ ہوئی۔اس سے وہ جرم سرزد ہوکر رہا جس نے اس کے دل میں کھلبلی مچا رکھی تھی۔اس نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ))۔

(المائدۃ:۳۰)

مگر اس کے نفس نے اس کو بھائی کے قتل ہی کی ترغیب دی تو اس نے اسے قتل کر دیا اور خسارہ اٹھانیوالوں میں ہوگیا۔

ہاں ہاں وہ نقصان اٹھانے والوں سے ہوگیا۔اس نے اپنی ذات کو نقصان پہنچایا اس نے اپنے بھائی کا نقصان اٹھایا۔اس طرح وہ اپنے معاون کو کھو بیٹھا۔اس نے اپنے ماں باپ کو نقصان پہنچایا۔درحقیقت اس نے اپنے ماں باپ کو ناراض کر کے اپنے رب کو ناراض کر لیا۔ اس نے اپنی دنیا برباد کر لی۔قاتل کی زندگی کسی طرح بھی خوشگوار نہیں رہتی۔اس نے اپنی آخرت بھی برباد کر لی' دنیا میں پہلے اور آخری قاتل کا گناہ اس کی گردن پر ہوگا۔ واقعات وحالات سے پتہ چلتا ہے کہ ہابیل کمزور نہ تھا بلکہ وہ زور آور اور دانشمند تھا۔
ابن جریر اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ ہابیل قابیل سے زیادہ طاقت ور تھا اس نے محض اپنی طبعی شرافت کی وجہ سے اپنے بھائی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔

قاتل اور مقتول کی ماں:

جرم کا ارتکاب کرنے کے بعد قابیل کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔وہ اپنے مقتول بھائی کے لاشے کے پاس خاموشی سے بیٹھ گیا۔افسردگی سے چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا۔جرم

کی سنگینی کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں تھے۔ بھائی کے لاشے کو دیکھ رہا تھا کہ وہ بے حس و حرکت پڑا ہوا ہے۔ قتل ایک ایسا گھناؤنا جرم ہے کہ پاک طینت افراد کو بڑا بھاری محسوس ہوتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے قتل کرنے کے جرم پر بڑی سخت وعید سنائی ہے۔ مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت مذکور ہے۔

((لا تقتل نفس ظلما الا کان علی ابن آدم الاول کفل من دمها لانه کان اول من سن القتل))۔

☆ حکمت الٰہی کا یہ تقاضا ٹھہرا کہ قاتل قابیل اپنے خون میں لت پت بھائی کے سامنے عاجز و بے بس دکھائی دے۔ تھوڑی دیر پہلے پکڑ دھکڑ کرنے والا' وحشت گرد' ظالم قاتل خود کلامی کے انداز میں اپنے ضمیر سے پوچھنے لگا کہ وہ اپنے ماں باپ آدم و حواء علیہما السلام سے کیا کہے گا؟

☆ قابیل نے اپنے مقتول بھائی کے لاشے کی طرف لمحہ بھر کے لیے دیکھا تو اپنے آپ سے پوچھنے لگا اسے کہاں لے جائے بلکہ اسے کہاں چھپائے؟

اس کا بھائی ابنائے آدم میں سے پہلا انسان ہے جو اس روئے زمین پر فوت ہوا ہے۔ ظاہر ہے مردوں کو زمین میں دفن کرنے کا طریقہ اس سے پہلے مروج ہی نہ تھا۔ اور نہ اس کے بارے میں کوئی جانتا تھا۔

☆ علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ اپنے بھائی کے لاشے کو کیسے چھپائے' اس لیے کہ وہ تاریخ انسانی کی پہلی میت تھی۔

☆ قابیل حیران و پریشان چپ سادھے کھڑا تھا وہ اس سوچ میں گم تھا کہ اب وہ کیا کرے؟ اچانک کوے کی آواز فضا کو چیرتی ہوئی کانوں کو ٹکرائی۔ قابیل کوے کی طرف متوجہ ہوا

کہ اب یہ کیا کرتا ہے۔تفسیر، تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے کہ کوے نے ایک دوسرے کوے کو قتل کیا۔ یا اس نے پہلے سے مرے ہوئے کوے کا لاشہ دیکھا اور یہ بھی مذکور ہے کہ وہ اپنے ساتھ کوے کا لاشہ اٹھالایا۔اس نے زمین کو کریدنا شروع کیا۔ پھر اسے گڑھے میں دھکیل کر مٹی سے اسے چھپادیا۔

☆ یہ منظر دیکھ کر قابیل نے اپنے آپ کو بڑا ہی کمتر سمجھا اور اس پر اپنی کمزوری، درماندگی اور عاجزی واضح ہوگئی کہ میں اس کمزور کوے جیسا بھی نہیں جسے پرندوں کی دنیا میں کوئی خاص اہمیت بھی حاصل نہیں؟

☆ قرآن کریم نے اس واقعے کی منظر کشی کچھ اس انداز میں کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْأَةَ أَخِيْهِ قَالَ يَا وَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْأَةَ أَخِيْ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِيْنَ)) ۔ (المائدہ:۳۱)

اب خدا نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اسے دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کیونکر چھپائے کہنے لگا اے ہے مجھ سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ اس کوے کے برابر ہوتا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا۔ پھر وہ پشیمان ہوا۔

☆ اس آیۃ کریمہ پر غور وخوض سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قابیل اپنے کیے پر شرمندہ ہوا لیکن اس کی یہ شرمندگی توبہ نصوح کے قبیل کی نہ تھی، اگر اس طرح ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیتے بلکہ اس کی یہ ندامت اپنی درماندگی اور عاجزی کی بنا پر تھی۔ جس کے نتیجے میں اسے تھکاوٹ۔ بدبختی مشقت اور بے چینی کا سامنا کرنا پڑا۔

☆ اس طرح شیطان کو روئے زمین پر قابیل کی صورت میں اپنا ایک ساتھی میسر آ گیا، قتل کی یہ خبر حضرت آدم اور حواء علیہما السلام تک پہنچی۔

☆ مورخین اور سوانح نگار بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے بیٹے ہابیل کے قتل پر بڑے غمزدہ ہوئے۔ اس حادثے کا ان کی طبیعت پر کئی سال تک اثر رہا، ظاہر ہے اماں حواء اپنے بیٹے کے قتل ہونے پر بہت زیادہ غمزدہ ہوئیں کیونکہ یہ مقتول کی ماں تھی اور قاتل کی بھی۔

ابن عساکر اپنی تاریخ کی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ جب ہابیل قتل ہو گیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی بیوی حواء علیہا السلام سے کہا تیرا بیٹا مر گیا ہے۔ اس نے پوچھا موت کیا ہوتی ہے؟

حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: مرنے والا نہ کچھ کھاتا نہ پیتا ہے، نہ کھڑا ہو سکتا ہے، نہ چل سکتا ہے اور نہ ہی کبھی گفتگو کر سکتا ہے۔ یہ سن کر حواء نے چیخ ماری، یہ چیخ سن کر حضرت آدم علیہ السلام نے کہا یہ رونا دھونا تیرا اور تیری بیٹیوں کا حصہ ٹھہرا ہیں اور میرے بیٹے اس سے بری ہیں۔

☆ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم اور حواء علیہما السلام پر اس غم واندوہ کا اثر بڑی دیر تک رہا۔

☆ علامہ طبری اپنی تاریخ کی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ ہابیل کے قتل ہو جانے کے پانچ سال بعد حوا علیہا السلام کو شیث علیہ السلام کا حمل ٹھہرا۔ یاد رہے کہ شیث کا معنیٰ ہبۃ اللہ یعنی اللہ کی عطا ہے۔

☆ شب و روز گزرتے گئے آدم اور حواء علیہما السلام عمر رسیدہ ہو گئے۔ روئے زمین پر ان کی نسل کافی زیادہ ہو گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام نبی تھے۔ وہ اپنے بیٹوں اور پوتوں کو اللہ تعالیٰ کی

طرف دعوت دیتے وہ ان کے سامنے خالق کائنات کی عظمت بیان کرتے۔ بسا اوقات انہیں ابلیس کی دھوکہ دہی کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے اس کی چالبازیوں سے بچنے کی تلقین کرتے اور اس کی فتنہ پردازی سے انہیں ڈراتے کہ کہیں اس کے چنگل میں نہ آجانا۔

حواء علیھا السلام کا سفر آخرت:

حضرت آدم علیہ السلام بروز جمعہ فوت ہوئے۔ حواء علیھا السلام بہت غمزدہ ہوئیں۔ اس کے بعد ایک سال تک زندہ رہیں پھر یہ بھی قضائے الٰہی سے اللہ کو پیاری ہو گئیں اور اسے حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کے ساتھ دفن کیا گیا۔

☆ اماں حواء کی وفات کی جگہ کے بارے میں مصادر کے حوالے سے کوئی یقینی خبر تو ہم تک نہیں پہنچی لیکن بعض علماء مورخین نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کی وفات جزیرۃ العرب میں ہوئی۔

☆ ابن جبیر نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے۔ کہ جدہ میں ایک پختہ قدیم گنبد ہے۔ جس کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی بیوی حواعلیھا السلام کا گھر تھا۔

☆ امام الفاسی فرماتے ہیں شاید یہ وہی جگہ ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ حوا علیھا السلام کی قبر ہے۔ جدہ میں یہ مشہور جگہ ہے۔ ممکن ہے یہاں اماں حوا رہائش پذیر رہی ہوں اور پھر یہیں انہوں نے وفات پائی اور اسی گھر میں انہیں دفن کر دیا گیا ہو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

☆ علامہ فاکہی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حوا علیھا السلام کی قبر جدہ میں ہے۔ ابن خلکان رحمہ اللہ فرماتے ہیں' ام البشر حوا علیھا السلام کی قبر

جدہ میں ہے اور لوگ اسے دیکھنے جاتے ہیں۔

☆ یہ ہیں ام البشر اماں حوا علیہا السلام جنہیں پہلے جنت میں ٹھہرایا گیا پھر انہیں تقدیر کے لکھے کے مطابق بقیہ زندگی گزارنے کے لیے زمین پر اتارا گیا۔

☆ زمین پر حوا علیہا السلام ام الأمھات قرار پائیں اور روئے زمین پر معرض وجود میں آنے والی ماؤں کا مبدا اول اور مثالی نمونہ ٹھہریں۔

انہوں نے وہ تمام کام سرانجام دیئے جو خواتین کے کرنے کے کام تھے' مثال کے طور پر انہوں نے سوت کاتا' کپڑا بنا' آٹا گوندھا' روٹی پکائی' پھر اپنی بیٹیوں کو یہ سب کام سکھلائے تاکہ خانگی زندگی بآسانی گزاری جاسکے۔

☆ اللہ ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام اور ہماری ماں حوا علیہا السلام سے راضی ہوا اور انہیں جنت میں جگہ عطا فرمائی۔

ہم اماں حوا علیہا السلام کو الوداع کہتے ہوئے یہ دعا کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

((اللّٰھُمَّ لا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّکَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ ' وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ الرَّحِیْمُ .... وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین))۔

حضرت حوا علیہا السلام کے حالات زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ الکشاف ۱/۲۷۳

۲۔ صحیح مسلم ۱/۶۱

۳۔ البدایہ والنہایۃ ۹۱/۱
۴۔ المعارف .... صفحہ ۱۵
۵۔ غررم التبیان .... صفحہ ۱۲۶
۶۔ مفحمات الأقران .... صفحہ ۳۹
۷۔ الکامل ۳۲/۱
۸۔ تاریخ الطبری ۷۱/۱
۹۔ مروج الذھب ۳۴/۱
۱۰۔ تہذیب الاسماء واللغات ۳۴۰/۲
۱۱۔ مختصر تاریخ دمشق ۳۱۱/۷
۱۲۔ حدائق الانعام .... صفحہ ۹۱
۱۳۔ البدایۃ والنہایہ ۷۴/۱
۱۴۔ شفاء الغرام ۱۴۱/۱
۱۵۔ تفسیر الطبری ۲۲۹/۱
۱۶۔ تفسیر الرازی ۴۰۳/۳
۱۷۔ تفسیر الخازن ۴۹/۱
۱۸۔ تفسیر الماوردی ۹۳/۱
۱۹۔ الدر المنثور سیوطی ۱۲۷/۱
۲۰۔ الاتقان ۱۰۹۱/۲
۲۱۔ تفسیر الصاوی علی الجلالین ۲۲/۱

۲۲۔ فتح القدیر شوکانی ۱/۷۰

۲۳۔ الطبقات الکبری ابن سعد .... ۱/۳۹،۴۰

۲۴۔ عیون الأخبار ۱/۲۰۰

۲۵۔ بھجۃ المجالس ۲/۱۵۴

۲۶۔ فتح الباری ۶/۳۱۸

۲۷۔ حادی الارواح ابن قیم .... صفحہ ۵۲،۸۱

۲۸۔ اغاثۃ اللھفان .... ۱/۱۱۱،۱۱۲

۲۹۔ تفسیر قرطبی ۳/۲۶۴

۳۰۔ دلائل النبوۃ بیہقی ۲/۴۵

۳۱۔ وفیات الأعیان ۵/۳۷۹

زوجہ حضرت نوح علیہ السلام

- نافرمان، کافر عورتوں کی سرغنہ
- حق کے مقابلے کے لیے ضدی قوم کا ساتھ دیا
- توحید کی دعوت کے ساتھ مذاق کرنے والوں اور نوح علیہ السلام کو اذیت دینے والوں کا ساتھ دیا۔
- اس کا انجام یہ ہوا کہ وہ طوفان میں دیگر کافروں کے ساتھ غرق ہوگئی
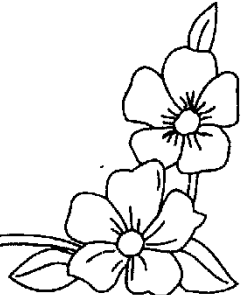
زوجہ نوح علیہ السلام

اے میرے رب میری قوم کو بخش دے:

جب روئے زمین پہ بتوں کی پوجا ہونے لگی۔ لوگوں کے درمیان دیوتاؤں کی کثرت ہوگئی۔ انسان گمراہی' اندھے پن' کفر اور فساد کی راہ پر گامزن ہوا' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول نوح علیہ السلام کو بھیجا تا کہ لوگوں کو سیدھی راہ کی راہنمائی کرے اور انہیں نورِ حق کی طرف کھینچ کر لائے۔

☆ حالات و واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارنے کے دو ہزار سال بعد حضرت نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا۔ اس کی قوم میں معصیات کا چلن عام ہو چکا تھا۔ لوگ کفر فسوق اور نافرمانی کا ارتکاب کھلے عام کرنے لگے تھے' قوم میں ظالموں' جابروں اور سرکشوں کی کثرت ہو چکی تھی' اور انہوں نے معاشرے میں اودھم مچا رکھا تھا اور انہوں نے گمراہی کی انتہا کر دی تھی۔

☆ کسی نبی کو اپنی قوم کی طرف سے اتنی تکلیف نہیں پہنچی جتنی حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی جانب سے ہوئی۔ بعض اوقات لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے گھر میں داخل ہو کر ان کا گلا دباتے اور انہیں بے تحاشا مارتے اور زخمی حالت میں گرا پڑا چھوڑ کر بھاگ جاتے بعض اوقات برسر مجلس زدوکوب کرتے ان تمام تر تکالیف کے باوجود حضرت نوح علیہ السلام ان لوگوں کے حق میں دعا کرتے۔

"اے میرے رب میری قوم کو بخش دے وہ بیچارے بے علم ہیں"۔

☆ قوم کی حالت یہ تھی جتنا اسے راہ راست کی طرف دعوت دیتے اتنا ہی قوم کے لوگ راہ فرار اختیار کرتے' نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ حضرت نوح علیہ السلام قوم کے کسی فرد کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے۔ اس سے محو گفتگو ہوتے وہ کپڑے سے اپنا سر ڈھانپ لیتا اور کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتا کہ کہیں حضرت نوح علیہ السلام کی ناصحانہ باتیں اس کے کان میں نہ پڑ جائیں۔ اس کیفیت کو قرآن حکیم میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((جَعَلُوْا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ))۔ (نوح:۷)

انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور کپڑے اوڑھ لیے اور اڑ گئے اور اکڑ گئے۔

جس مجلس میں بھی نوح علیہ السلام دعوت پیش کرتے لوگ وہاں سے اٹھنے لگتے اور جلدی جلدی وہاں سے کھسکنے لگتے اور ساتھ ہی یہ کہتے چلو بھاگو یہ جھوٹا ہے۔ اسے دفع کرو یہ دیوانہ ہے۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام کے لیے آزمائش کی گھڑیاں سخت سے سخت ہوتی چلی گئیں لیکن آپ نے نہایت ہی احسن اور عمدہ انداز میں صبر کا مظاہرہ کیا۔

آپ صدی در صدی اور نسل در نسل اچھے وقت کا انتظار کرتے رہے لیکن آنے والی نسل پہلی سے زیادہ خبیث' ضدی' سخت دل' بدتر' ظالم تر اور سرکش ہوتی۔

☆ ان میں سے ایک بدبخت شخص یہ برملا کہا کرتا تھا۔ نوح کی یہ پرانی عادت چلی آ رہی ہے یہ ہمارے آباء اجداد کو بھی یونہی ستایا کرتا تھا' اس کی یہ دیوانگی کوئی نئی بات نہیں یہ اس کا پرانا کھیل ہے۔ جو صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ کچھ اس انداز سے کیا:

((فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ))۔ (القمر:۹)

انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا کہ دیوانہ ہے اور انہیں ڈانٹا بھی۔

قوم نوح کا کوئی فرد جب موت کے دہانے پر پہنچتا تو وہ اپنی اولاد اور رشتہ داروں کو یہ وصیت کرتا کہ اس دیوانے سے ذرا بچ کر رہنا' کہیں اس کے چنگل میں نہ پھنس جانا۔ میرے باپ دادا نے مجھے یہ بتایا کہ یہ بڑا خطرناک آدمی ہے اس کے ہاتھوں بہت لوگ تباہ وبرباد ہوگئے۔ کہیں تم بھی اس کا شکار نہ ہو جانا۔

☆ یہ وصیت وراثت در وراثت اس قوم میں چلتی رہی۔ نوبت بایں جا رسید کہ ایک شخص اپنے بیٹے کو کندھوں پر بٹھاتا اور اسے حضرت نوح علیہ السلام کے سامنے لا کھڑا کرتا اور آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا۔ بیٹا اچھی طرح دیکھ لو یہ وہ شخص ہے کہ میری وفات کے بعد جب تک تو زندہ رہے اس کے قریب تک نہ جانا یہ دیوانہ ہے۔ اس سے بچ کر رہنا' بہت سے لوگ اس کے ہاتھوں تباہ وبرباد ہوگئے۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی نے بھی سرکشی کرنے والوں اور جھٹلانے والوں کا بھرپور ساتھ دیا' وہ کافروں کے ساتھ شانہ بشانہ چلتی رہی اور ہمیشہ نوح علیہ السلام کے مخالفین کا دم بھرتی رہی اور اپنا وزن انہی کے پلڑے میں ڈالتی رہی۔

☆ مفسرین اور مورخین نے حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام ''واعلہ'' بیان کیا ہے اور بعض نے اس کا نام ''والغہ'' بیان کیا ہے۔ یہ عورت کافرتھی اور اس نے ساری زندگی کفر وعناد کی صورت میں کافروں کا بھرپور ساتھ دیا۔

نافرمانی کی صورت:

نوح علیہ السلام کی بیوی اپنے خاوند کے بارے میں لوگوں سے برسرعام یہ کہا کرتی تھی یہ دیوانہ ہے' بے عقل ہے' ایسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتیں اور ایسی ایسی چیزوں کے بارے میں گفتگو کرتا ہے جن کا معرض وجود میں آنا ممکن ہی نہ ہو۔ اس کا خیال ہے کہ بت نہ کسی کو نقصان دے سکتے ہیں اور نہ نفع۔

☆ جونہی نوح علیہ السلام کی قوم کا کوئی فرد ایمان قبول کر لیتا وہ ایمان اور نور کے قافلے میں شامل ہو کر رواں دواں ہوتا تو نوح علیہ السلام کی بیوی اس وقت قوم کے ظالموں سرغنوں کے پاس جا کر انہیں نئی صورت حال سے آگاہ کرتی اور انہیں اطلاع دیتی کہ فلاں شخص ابھی ابھی نوح علیہ السلام کے تیر ایمان کا شکار ہوا ہے تاکہ وہ اسے پہلے ہی مرحلے میں مشق ستم بنا کر نوح علیہ السلام کے چنگل سے نکال لیں۔

☆ نوح علیہ السلام کی بیوی اپنے خاوند کے شب و روز کے اعمال پر کڑی نگاہ رکھتی تھی اور ہر اس شخص پر اس کی نگاہ تھی جو نوح علیہ السلام کا دین اختیار کرتا اس کی تمام حرکات و سکنات سے آگاہ رہتی۔ اس کی ہر ممکن کوشش ہوتی کہ نوح علیہ السلام کے راستے میں روڑے اٹکائے جائیں اور نور کے راستے ہر ممکن طریقے سے بند کر دیئے جائیں۔ اس طرح اس کا نام بدبختوں کی فہرست میں لکھ دیا گیا۔ اور اسے محروم رحمت کافروں کے زمرے میں شامل کر دیا گیا۔ اس طرح یہ عورت ان نافرمان خواتین کے لیے نمونہ بن گئی جو کفر کے راستے پر گامزن ہوئیں اور وہ اس نور الٰہی کے سرچشمے سے دور ہٹ گئیں تھیں جو صراط مستقیم کی راہنمائی کرتا تھا۔

اس کی بدبختی اس پر غالب آ گئی:

☆ حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ قرآن حکیم کی اٹھائیس سورتوں میں چونتیس مقامات پر آیا

ہے اور ایک مکمل سورت نوح علیہ السلام کے نام سے مذکور ہے۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے بڑی لمبی عمر پائی۔ تمام انبیاء علیہم السلام سے انہیں زیادہ عمر عطا ہوئی۔ انہوں نے سب سے زیادہ تکالیف اٹھائیں۔ دین الٰہی کی ترویج کی خاطر سب سے بڑھ کر جدوجہد کی اپنی قوم کو دن رات دعوت دی۔ کبھی چھپ کر دعوت دیتے اور کبھی علانیہ، قوم کو شرک کی تاریکیوں سے نکال کر نور یقین کی راہ پر گامزن کرنے کے لیے دعوت الی اللہ کے لیے ہر وسیلہ اختیار کیا۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو نو سو پچاس سال تک اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس صورتِ حال کا کچھ یوں تذکرہ کیا ہے:

((فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا))۔ (العنکبوت:۱۴)

ان میں پچاس برس کم ہزار برس رہے۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے انہیں حکمت و دانائی اور خوش اسلوبی سے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے۔ اتنی طویل مدت میں قوم کے چند افراد ہی نعمت ایمان سے مستفیض ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ))۔ (ھود:۴۰)

اور ان کے ساتھ ایمان بہت ہی کم لوگ لائے ہیں۔

☆ دستوری اعتبار سے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ نوح علیہ السلام کی بیوی آپ کا بھرپور ساتھ دیتی اور ان لوگوں میں شامل ہوتی۔ جو تبلیغی امور میں آپ کے معاون تھے لیکن اس نے کفر کی راہ اپنائی بدبختی اور نحوست اس پر غالب آ گئی۔ اس نے اپنے بیٹے کنعان کو بھی گمراہ کر دیا اور وہ مجرموں کے طرز عمل کو اختیار کرنے لگا اور اپنے والد کا نیت، عمل اور دین کے لحاظ سے مخالف بن گیا۔

☆ علامہ طبریؒ اپنی تاریخ کی کتاب میں رقمطراز ہیں کہ نوح علیہ السلام کے بیٹے سام، حام، یافث اور کنعان تھے ان کی والدہ ایک ہی ہے۔ کنعان طوفان نوح میں غرق ہوا۔

نوح کی بیوی اور بتوں کی پوجا:

روئے زمین پر سب سے پہلے جن لوگوں نے بتوں کی پوجا کی وہ نوح علیہ السلام کی قوم کے لوگ ہیں۔ اس سے پہلے تمام لوگ عقیدہ توحید کے پابند تھے اور ان کا ایک غالب اللہ پر ایمان ویقین تھا۔ وہ بت پرستی کو جانتے تک نہ تھے اور نہ ہی بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

((كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ))۔ (البقرۃ:۲۱۳)

(پہلے تو سب) لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا (لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے) تو خدا نے (ان کی طرف) بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے پیغمبر بھیجے اور ان پر سچائی کے ساتھ کتابیں نازل کیں تاکہ جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے ان کا ان میں فیصلہ کر دے۔

☆ قوم نوح نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا۔ بتوں کی پوجا کی اللہ کے سوا بہت سے اپنے دیوتا بنا لیے انہوں نے یہ عقیدہ اپنا لیا کہ یہ دیوتا نفع اور نقصان کے مالک ہیں۔ ان کے خیال میں یہ دیوتا دیکھتے ہیں، سنتے ہیں بلکہ سمجھتے بھی ہیں۔ وہ اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ دیوتا ہم سے بلائیں دور کرتے ہیں ہمیں اللہ سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ اللہ تو ان باتوں سے پاک اور بلند ہے۔ جو یہ بیان کرتے رہتے ہیں۔

☆ تاریخی حالات وواقعات سے پتہ چلتا ہے کہ قوم نوح دیوتاؤں اور بتوں کی محبت میں بری طرح جکڑی ہوئی تھی' وہ انہیں مقدس اور متبرک سمجھتی تھی۔ وہ ایک اللہ غالب کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا پاٹ کیا کرتے تھے۔

☆ نوح علیہ السلام کی بیوی نے ایمان کی دعوت سے پہلو تہی اختیار کی اور چالبازوں کی پیروی کرنے لگی جنہوں نے اس کے خاوند نوح علیہ السلام کی دعوت کو جھٹلانے کے لیے بڑے پیمانے پر چالبازی سے کام لیا تھا۔ اوران کے راستے میں روڑے اٹکائے تھے۔ انہوں نے کفر اور گمراہی کو آراستہ کرنے کے لیے عجیب وغریب انداز میں مکروفریب سے کام لیا۔ اور یہ عورت بھی اپنی قوم کے ساتھ بت پرستی جیسے خبط کا شکار ہوگئی۔

☆ ان لوگوں کی مکاری اور چالبازی کا اسلوب یہ تھا کہ یہ اپنی قوم کے مختلف طبقات کے لوگوں کو بتوں کے ساتھ مضبوط تعلق قائم رکھنے کے لیے انگیخت کرتے رہتے تھے اور وہ انہیں اپنا خدا سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بری چالبازی کا تذکرہ کچھ اس انداز میں کیا اور ان کے اسلوب کی تصویر کشی کچھ اس طرح کی ہے۔

((وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ☆ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ))۔

(نوح: ۲۲۔۲۳)

اور وہ بڑی بڑی چالیں چلے۔ اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا۔

☆ بت پرستی کا خوگر معاشرہ لوگوں کے دلوں میں گناہ آلود حمیت ابھارنے کے لیے عقلوں کو غذا فراہم کرنے لگا۔ انہوں نے بتوں میں سے چند ایک کو مخصوص کر لیا جو شان و شوکت اور اثر ورسوخ کے لحاظ سے زیادہ مشہور ومعروف تھے تا کہ عام لوگوں کے دلوں میں ان کی یاد باقی رہے۔ قرآن حکیم نے اس صورتِ حال کا تذکرہ کچھ اس انداز سے کیا ہے۔

((وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا))(نوح:۲۳)

اور ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔

☆ پہلے مرحلے میں نوح علیہ السلام کی قوم نے کچھ آستانے بنائے۔ جن کی طرف کچھ غیبی طاقتیں منسوب کر دی گئی تھیں اور ان آستانوں کو مقدس خیال کیا جاتا تھا۔ پھر کچھ عرصے کے بعد قوم نوح کے افراد ان آستانوں سے متعلق علامتی نوعیت کی تقدیس کو تو بھول گئے اور بتوں کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ اور یہ پانچ بت مشہور ہو گئے جن کا تذکرہ سورہ نوح کی گذشتہ آیت کریمہ میں آیا ہے۔

☆ مفسرین، محدثین اور مورخین نے ان پانچ بتوں کی بنیاد کے بارے میں یہ کہا ہے۔ کہ نوح علیہ السلام کی قوم کے یہ پانچ صالح بزرگ تھے جب یہ فوت ہو گئے تو شیطان نے قوم کے افراد کو اس بات پر اکسایا کہ یہ خدا ترس لوگ جہاں بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے بنا کر رکھ دو تاکہ یہ ہمیشہ یاد رہیں۔ قوم کو یہ تجویز پسند آئی انہوں نے ایسے ہی کیا مجسمے تیار کیے گئے اور ان مجسموں کو ان بزرگوں کا نام دیا گیا۔ پہلے پہل قوم کے افراد ان مجسموں کی عقیدت کے ساتھ صرف زیارت کیا کرتے تھے ان کی عبادت نہیں کرتے تھے جب اس نسل کے لوگ ختم ہو گئے۔ علم عنقا ہو گیا تو ان کی پوجا پاٹ ہونے لگی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بت جو نوح علیہ السلام کی قوم میں مشہور و معروف تھے یہ عرب میں بھی پہنچانے جانے لگے۔

☆ علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں ان پانچ بتوں کی اصلیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ پانچوں بت ان کے نزدیک سب سے بڑے تھے، اس لیے خاص طور پر انہوں نے ان کا ذکر کیا۔ حضرت عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ ان کی حقیقت بیان کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے جن کے نام ود، سواع، یغوث، یعوق اورنسر تھے۔ یہ بڑے ہی عبادت گزار تھے ان میں سے جب ایک فوت ہوا تو لوگ بڑے افسردہ ہوئے۔ شیطان نے کہا، کیوں غمگین ہو؟ میں تمہارے لیے اس کا مجسمہ بنا دیتا ہوں۔ جب تم دیکھو گے تو اپنے ممدوح بزرگ کی یاد تازہ ہو جایا کرے گی۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے بنا دیجئے۔ شیطان نے تانبے اور شیشے کی آمیزش سے ایک مجسمہ تیار کر دیا جب دوسرا فوت ہوا تو اس کی شکل وصورت کا دوسرا مجسمہ تیار کر دیا۔ اس طرح یکے بعد دیگرے پانچوں کے مجسمے تیار ہو گئے۔ جب زمانہ زقند لگا کر آگے بڑھا تو لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی پرستش چھوڑ دی۔ شیطان نے ان سے کہا! بھئی تم کسی چیز کی بھی عبادت نہیں کرتے ہو۔ انہوں نے پوچھا ہم کس کی عبادت کریں؟ شیطان نے کہا اپنے دیوتاؤں کی اور اپنے آباؤ اجداد کے دیوتاؤں کی پرستش کرو۔

کیا تم دیکھ نہیں رہے تمہاری عبادت گاہوں میں ان کے مجسمے پڑے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو قوم کے افراد نے برملا یہ کہا:

((لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ))۔ (نوح : ۲۳)

اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا۔

☆ دیوتاؤں کا دامن نہ چھوڑنے کا اصل اور خاص سبب قوم نوح کے جغادری مجرم تھے۔ یہ صورت حال ان کے کفر کی شدت مکر وفریب کی فراوانی اور شیطان کی راہ پر گامزن ہونے کی وجہ سے تھی۔ بظاہر انہوں نے ایک مخلص ناصح کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ لیکن وہ باطنی طور پر مکر وفریب کی چال چلتے ہوئے اور مختلف قسم کے حیلے بہانے اختیار کرتے

ہوئے اپنی قوم کے ناتواں لوگوں کو آباؤ واجداد کے طریق عبادت پر ڈٹے رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں فاسق قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ))۔(الذاریات : ۴۲)

نیز اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا:

((وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى)) ۔ (النجم:۵۲)

اوران سے پہلے قوم نوح کو بھی کچھ شک نہیں کہ وہ لوگ بڑے ہی ظالم اور بڑے ہی سرکش تھے۔

نوح علیہ السلام کی بیوی اور دعوت:

شاہراہ شرک وشر پر نوح علیہ السلام کی بیوی کافروں' ہٹ دھرموں کے شانہ بشانہ چلنے لگی۔ اس نے اپنے خاوند کی دعوت وتبلیغ کے خلاف مختلف قسم کی چالیں چلنی شروع کر دیں اور ان کے راستے میں روڑے اٹکانے لگی۔

☆ لیکن نوح علیہ السلام نے نہ اپنی بیوی کی کوئی پرواہ کی اور نہ ہی اس کی قوم کو درخور اعتناء سمجھا۔ بلکہ آپ کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو حکم دیا تھا اسے نافذ کرنے پر پوری توجہ مرکوز کر دی وہ اپنی بیوی اور پوری قوم کو ایک اللہ کی عبادت کرنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔

☆ دعوت الی اللہ کے ابتدائی دور میں نوح علیہ السلام اپنی قوم کے سرکردہ افراد کے سامنے کھڑے ہوکر انہیں ایک داعی' واعظ اور مبلغ کی حیثیت سے پکارتے ہوئے کہتے۔

((یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ))۔ (الاعراف :۵۹)

کہا اے میری برادری کے لوگو خدا کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں مجھے تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا (بہت ہی) ڈر ہے۔

☆ سب سے پہلے جس نے نوح علیہ السلام کی دعوت سے گھمنڈ اور نخوت سے پہلو تہی اختیار کی وہ ان کی بیوی تھی' جسے اس بات کا کھٹکا لگا رہتا تھا کہ یہ دیوتا کہیں نوح علیہ السلام کا کچھ بگاڑ نہ دیں۔ وہ دیوتاؤں کے حضور نذرانے پیش کرتی وہ ان سے فائدے کی امید رکھتی اور نقصان سے خوف زدہ تھی۔ شیطان نے اس کے دل میں یہ وسوسہ پیدا کر دیا تھا کہ وہ دیوتاؤں کی پوجا پاٹ سے چمٹی رہے اور گمراہی کو مضبوطی سے تھامے رکھے۔ اور ان بتوں سے اپنا ناطہ جوڑے رکھے جو اس کے زعم باطل کے مطابق دنیا جہان کو سہارا دیئے ہوئے ہیں۔

☆ بت پرستی کے خوگر سرکردہ افراد کبر و نخوت میں اور زیادہ آگے بڑھ گئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ نوح علیہ السلام کے گھر کے ایک اہم فرد یعنی ان کی بیوی کو ہم نے اپنے ساتھ ملا لیا ہے تو انہوں نے نوح علیہ السلام سے اٹھکیلیاں کرتے ہوئے کہا:

((اِنَّا لَنَرَاکَ فِیْ ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ))۔ (الاعراف:۶۰)

ہم تمہیں صریح گمراہی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں۔

☆ وہ لوگ اپنی جہالت کی بنا پر اس نتیجے پر پہنچے کہ ہم تو جیتے جی مارے گئے کہ نوح ہم جیسا ایک انسان ہے اس کے بیوی بچے ہیں پھر اسے اللہ نے ہمارے درمیان رسول بنا کر کیسے بھیج دیا؟ کافر برسرعام یہ کہنے لگے۔ جسے قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا:

((فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرَاكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا))۔ (ھود : ۲۷)

تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ ہم تم کو اپنے ہی جیسا ایک آدمی دیکھتے ہیں۔

ان لوگوں کی باتیں سن کر حضرت نوح علیہ السلام نے بڑے سکون' اطمینان اور وقار کے ساتھ واضح انداز میں کہا جسے قرآن حکیم نے اس پیرائے میں بیان کیا۔

((قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلَالَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ))۔ (الاعراف:۶۱)

انہوں نے کہا اے قوم مجھ میں کسی طرح کی گمراہی نہیں ہے بلکہ میں پروردگارِ عالم کا پیغمبر ہوں۔

پھر آپ نے بڑے ہی اختصار کے ساتھ نہایت ہی پیارے اور میٹھے اسلوب میں اپنی بعثت کا مقصد بیان کیا جسے قرآن حکیم میں ان الفاظ میں بیان کیا۔

((اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ))۔ (الاعراف :۶۲)

تمہیں اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیرخواہی کرتا ہوں اور مجھ کو خدا کی طرف سے ایسی باتیں معلوم ہیں جن سے تم بے خبر ہو۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو خودساختہ جھوٹ و بہتان اور الزام تراشی کی راہ پر چلنے میں رکاوٹ پیدا کردی۔قوم کا کہنا یہ تھا یہ ہم جیسا ایک انسان ہے۔ ہمارے ہی قبیلے کا فرد

ہے پھر اسے رسول کا درجہ کیسے حاصل ہو گیا.

اس میں کونسا ایسا امتیاز ہے کہ اتنا بڑا دعوے کرنے لگا ہے۔ آپ نے قوم سے کہا: میری بعثت کا اصل مقصد تمہیں چوکنا کرنا نیز تمہارے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کرنا اور خیر و بھلائی کے راستے پر چلانا ہے۔ شاید کہ اللہ تم پر رحم کرے بتوں کے شر سے گلو خلاصی کر دے اور اعمال کے شر سے نجات عطا کر دے۔ آپ نے قوم سے مخاطب ہو کر کہا:

((اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ))۔ (الاعراف : ٦٣)

کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کے ہاتھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تا کہ وہ تم کو ڈرائے اور تا کہ تم پرہیز گار بنو اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

☆ نوح علیہ السلام کی دعوت نے قوم کے کمزور و ناتواں طبقے کو متاثر کیا اور وہ لوگ ایک اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر گئے انہوں نے اپنا تمام تر معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔

بقول شاعر ان کا حال یہ تھا:

فاول رجواهم سلامة دينهم
واخر دعواهم ان الحمد لله

☆ کمزور، ناتواں اور مفلس لوگوں کے ایمان لانے پر اشرافی طبقے کے سرکردہ کافر انگشت بدنداں رہ گئے وہ گناہ آلود گھمنڈ میں مبتلا ہو گئے۔ شیطانی ہاتھ ان کے ویران سروں کی چٹکیاں لینے لگے اور ان کی عقلیں خواہشات کے ہاتھوں پامال ہونے لگیں ان کا خیال یہ تھا کہ عز و شرف اور کامیابی و کامرانی مال و دولت کی بنا پر میسر آتی ہے۔ نیز

دنیاوی چمک دمک ہی عزت وعظمت کی علامت ہے۔

☆ دولت مند کافر نوح علیہ السلام کے گلے پڑنے لگے آپ کے مالی طور پر کمزور ایمانی اعتبار سے مضبوط اور اللہ تعالیٰ سے ٹوٹ کر محبت کرنے والے مومن پیروکاروں کا حوالہ دے کر عار دلانے لگے۔ کافروں نے بڑی عجیب وغریب حماقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا۔ اے نوح!

((اَنُؤْمِنُ لَکَ وَاتَّبَعَکَ الْاَرْذَلُوْنَ)) ۔ (الشعراء : ۱۱۱)

کیا ہم تم کو مان لیں اور تمہارے پیرو تو رذیل لوگ ہوئے ہیں۔

بلکہ انہوں نے حیران و پریشان ہو کر ان نیک دل اہل ایمان پر جھوٹا ہونے کا الزام لگایا۔ انہوں نے کہا:

((مَا نَرَاکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ وَمَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ ، بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ)) ۔ (هود : ۲۷)

اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیرو وہی لوگ ہوئے ہیں جو ہم میں ادنیٰ درجے کے ہیں اور وہ بھی رائے ظاہر سے (نہ غور وتعمق سے) اور ہم تم میں اپنے اوپر کسی طرح کی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

☆ بڑے بڑے جغادری فاجر وفاسق تہی دست لوگوں کو کمینے کہہ کر پکارتے تھے۔ ان تہی دست پاکیزہ فطرت لوگوں نے قومی سطح کی خوشی اور اکڑخوں کے مظاہر میں کبھی کوئی رخنہ اندازی نہیں کی تھی۔ ان کے طبعی ملول اور اکتاہٹ نے بھی انہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام ماننے

سے نہیں روکا۔ لہذا کافروں نے اپنے تئیں یہ ایکا کر لیا کہ وہ اپنے مقام و مرتبے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان کمینے لوگوں کی طرح کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ وہ نوح علیہ السلام کے پیروکاروں کو تنقید کا نشانہ بنانے لگے۔ مزید برآں اپنے کفر و عناد کی بنا پر نوح علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں پر جھوٹ' بہتان اور فریب کاری کی تہمت لگانے لگے۔ بسا اوقات انہوں نے نوح علیہ السلام سے یہ کہا۔ اگر تو برحق ہوتا تو تیری بیوی' تیرے بچوں کی ماں' تیری پیروی کرتی۔ یہ لوگوں کی نسبت تجھے زیادہ جانتی ہے۔

گفتگو اور بھاؤ تاؤ:

نوح علیہ السلام اپنی قوم کی طرف سے الزام تراشی' بے رخی اور نخوت کا سامنا پیغمبرانہ حوصلے سے کر رہے تھے۔ انہیں اس برحق دین پر پورا اعتماد تھا جو اللہ سبحانہ کی طرف سے لے کر آئے تھے۔ انہوں نے الزام تراشی کا جواب الزام تراشی کے پیرائے میں نہیں دیا اور نہ اس انداز میں کوئی چیلنج دیا جس طرح قوم نے انہیں چیلنج دیا۔

☆ اس موڑ پر مقابلہ کرنے والے لوگوں کی زبانیں لٹک گئیں جیسا کہ ان سے قوتِ گویائی سلب کر لی گئی ہو۔ آخر کار قوم نوح کے کافر کھسیانی بلی کھمبا نوچے کا انداز اپنائے ہوئے' گھٹیا قسم کے بھاؤ تاؤ پر اتر آئے۔ وہ یہ انداز اختیار کرنے کے لیے لاچار ہو گئے۔ انہوں نے نوح علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ وہ ان لوگوں کو بھگا دیں جنہوں نے ان کی پیروی کی ہے۔ انہیں اپنی مجلس سے دور کر دیں۔

جب انہیں اپنے سے دور ہٹا دیں گے پھر ہو سکتا ہے کہ ہم اس دین کو تسلیم کر لیں جو آپ لے کر آئے ہیں۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے بڑے مختصر اور جچے تلے انداز میں انہیں یہ جواب دیا۔

((وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا))۔ (ھود: ۲۹)

اور جولوگ ایمان لائے ہیں میں ان کو نکالنے والا بھی نہیں ہوں۔

☆ اس تمام تر صورتِ حال کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو رات' دن پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر دعوت دینا شروع کی۔ اب کے بار انہوں نے دعوت کا اسلوب کچھ اس انداز میں اپنایا کہ قوم کو ملکوت الٰہیہ پر غور وخوض کرنے پر برانگیخت کیا۔ کائنات میں پھیلی ہوئی آیات الٰہیہ کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے کی تلقین کی۔ انہیں نجات کا راستہ اختیار کرنے کی راہنمائی کی۔

ایسا آسان اور واضح راستہ کہ جو اس پر گامزن ہو وہ تباہی و بربادی سے نجات پا جائے اور کامیابی اس کا مقدر بن جائے۔ یہ ایک ایسا راستہ ہے جو دنیا و آخرت میں ثمر آور ہے جس کے خوشے قریب تر جھکے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس راستے کا آغاز اور سرعنوان استغفار ہے۔ بکثرت استغفار سے اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین پر برکتیں نازل فرماتے ہیں۔ استغفار کرنے والوں کو مال و دولت اور اولاد عطا کر کے مدد فرماتے ہیں۔ استغفار کی برکت سے اللہ تعالیٰ ان کے لیے ایسے باغات عطا کریں گے جن میں نہریں بہتی ہوں گی۔ جو ان سدا بہار باغوں کو سیراب کرتی ہوں گی اور ان باغوں کی زمین پر زندگی کے آثار پھیلاتی ہوں گی۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو استغفار کا طریقہ اپنانے کی راہنمائی کرنے کے بعد انہیں اپنی تخلیق پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی انہیں اس بات سے آگاہ کیا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے تمہاری تخلیق میں کیا انداز اختیار کیا۔ تمہارا تخلیقی عمل کیسے مختلف حالات اور مراحل سے گزرا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے پیش نظر یہ تھا کہ اس طرح غور وفکر کرنے سے ان کے دل اللہ تعالیٰ کے دین کو قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں۔

☆ مفسرین نے ان تخلیقی مراحل کا تذکرہ بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ جس میں نقطہ آغاز سے لے کر ہیکل انسانی تکمیل تک کے سب مرحلے آ گئے ہیں۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے افراد کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ وہ اپنی ذات پر غور کریں۔ اور پھر کائنات میں پھیلی ہوئی آیات الٰہیہ کو دیکھیں۔ کائنات ایک کھلی کتاب ہے اس کا مطالعہ کریں۔ اس میں آسمان' چاند' سورج فضا کو بچشم خود دیکھیں۔

زمین پر نگاہ دوڑائیں جس پر یہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کس طرح اس زمین کو نرم کر دیا ہے۔ وہ اس کی مٹی' پانی' ہوا' خزانوں' پوشیدہ توانائیوں اور رزق سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے ان تمام چیزوں سے انہیں آگاہ اس لیے کیا کہ ان کا ضمیر بیدار ہو' ان کے دل دھڑکیں اور ان میں خشوع پیدا ہو اور اس طرح وہ اللہ عزیز وحمید پر ایمان لے آئیں۔ لیکن کیا ان لوگوں نے اس دعوت کو قبول کیا۔ کیا ان میں سے کسی ایک کو نصیحت آموز باتیں یاد رکھنے والے کان نصیب ہوئے۔

☆ آیئے آپ میرے ساتھ اس داستان کو پڑھیں' جو نوح علیہ السلام سے متعلق ہے۔ جس کا تذکرہ سورۂ نوح میں تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا☆ ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا☆ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا☆ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا☆ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا☆ مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا☆ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا☆ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

طِبَاقًا ☆ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ☆ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ☆ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ☆ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ☆ لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا))۔ (نوح : ۸ ' ۲۰)

پھر میں ان کو کھلے طور پر بھی بلاتا رہا اور ظاہر اور پوشیدہ ہر طرح سمجھاتا رہا اور کہا کہ اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے مینہ برسائے گا۔ اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور (ان میں) تمہارے لیے نہریں بہا دے گا۔ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم خدا کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے' حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح (کی حالتوں) کا پیدا کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے سات آسمان کیسے اوپر تلے بنائے ہیں اور چاند کو ان میں (زمین کا) نور بنایا ہے اور سورج کو چراغ ٹھہرایا ہے۔ اور خدا ہی نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے۔ پھر اسی میں تمہیں لوٹا دے گا اور (اسی سے) تم کو نکال کھڑا کرے گا۔ اور خدا ہی نے زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا۔ تا کہ اس کے بڑے بڑے کشادہ رستوں میں چلو پھرو۔

کیا تیرا رب تیری مدد نہیں کرے گا؟

قوم نوح نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صادر کردہ ان احکامات کی مخالفت کا ایکا کر لیا جو حضرت نوح علیہ السلام اس تک پہنچاتے۔ مزید برآں انہوں نے سر عام اور خفیہ بے حیائی کا ارتکاب کیا۔ شرابیں پیں' وہ کھیل کود میں مشغول ہو کر اطاعت الٰہی سے برگشتہ ہو گئے۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال رہے انہیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف

دعوت دیتے رہے' صدیوں پہ صدیاں بیتنے لگیں۔ لیکن انہوں نے دعوت کو قبول نہ کیا' تین صدیاں بیت گئیں اور صورت حال جوں کی توں رہی۔ وہ معصیت پر ڈٹے رہے۔ ان کی جانب سے زمین پر بے راہ روی بڑتی چلی گئی ان کی جانب سے نوح علیہ السلام پر آزمائش کی گھڑیاں دشوار ہوتی چلی گئیں۔ آنے والا وقت بیتے ہوئے وقت سے زیادہ برا ہوتا۔ حضرت نوح علیہ السلام اللہ کی راہ میں کمال صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے رہے۔ شاید کہ یہ لوگ رشد وہدایت کی طرف پلٹ آئیں اور وہ سرکشی' گمراہی' فساد اور تخریب کاری سے باز آجائیں۔

☆ لیکن نوح علیہ السلام نے ان کی جانب سے انتہا درجے کا عناد' سرکشی اور جھٹلانے کا عنصر دیکھا' حالانکہ آپ نے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کے لیے مختلف اور متنوع اسلوب اختیار کیے۔ جیسا کہ سورہ نوح میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ قرآن کریم نے وضاحت کے ساتھ یہ بات بتائی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام قوم میں طویل مدت تک رہے لیکن بہت ہی کم لوگوں نے ان کی دعوت کو قبول کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ))۔ (هود : ۴۰)

اور ان کے ساتھ ایمان بہت ہی کم لوگ لائے تھے۔

نوح علیہ السلام کی بیوی ان قلیل اہل ایمان میں شامل نہ تھی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ اس نے شیطان کا کہا مانا اور کفر اور سرکشی کا راستہ اختیار کیا اور مذاق کا اسلوب اپنایا۔

☆ اس بدبخت عورت نے اپنے اس خاوند سے اٹھکیلیاں کرنا شروع کر دیں جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوع انسانی کے پہلے

رسول تھے۔ اسی طرح وہ اولوالعزم رسولوں میں سے تھے۔ اس قدر عظمت کے ہوتے ہوئے وہ عورت نوح علیہ السلام سے دینی امور میں جھگڑتے ہوئے ایسا اسلوب اختیار کرتی جس میں مذاق اور توہین کا عنصر غالب ہوتا۔

یہ سب کچھ اس قوم کے سامنے ہوتا جو پہلے بپھری ہوئی تھی' قوم کے افراد آپ سے یہ کہتے۔

((يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا))۔ (ھود :۳۲)

انہوں نے کہا کہ نوح تم نے ہم سے جھگڑا تو کیا اور جھگڑا بھی بہت کیا۔

☆ ہاں! ہاں! تو نے طرح طرح سے ہم سے جھگڑا کیا: ہمارے دفاع میں تو نے ہر طرح کی دلیل پیش کی' اس میدان میں ہمارے لئے کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔ اب ہم میں یہ ہمت نہیں رہی کہ دلیل سے تیرا منہ توڑ جواب دے سکیں۔ جس طرح کہ تو ہمارے سامنے دلائل کے انبار لگا دیتا ہے ہمارے لئے تمام راستے بند ہو چکے ہیں

ہمارے سامنے حیلہ سازی کے تمام دروازے مسدود ہو چکے ہیں۔ آخر کار ہم سو باتوں کی ایک ہی بات کرتے ہیں۔ کہ ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے۔ کرلو جو کرنا ہے۔

☆ اس بہتان تراشی اور افتراء پردازی میں سرکردہ کافر اور سرکش لوگوں کا بیوی نے بھرپور ساتھ دیا۔ باوجود نوح علیہ السلام نے بیوی اور اپنی قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا لیکن وہ باز نہ آئے۔

بلکہ ایک مرتبہ جب نوح علیہ السلام دعوتی سفر پر روانہ ہونے لگے تو ان کی بیوی نے کہا اے نوح کیا تیرا رب تیری مدد نہیں کرے گا۔

آپ نے بیوی سے کہا کیوں نہیں ضرور وہ میری مدد کرے گا۔

اس نے ازراہ مذاق کہا:

آخر وہ کب مدد کرے گا؟

آپ نے فرمایا جب تنورا بلے گا......

یہ میری مدد کی نشانی ہوگی......

وہ یہ بات سن کر کھلکھلا کر ہنسی اور اپنی قوم سے کہنے لگی لوگو! آؤ تمہیں ایک عجیب بات بتاؤں بخدا یہ دیوانہ ہوگیا ہے۔

یہ کہتا ہے کہ جب اس تنور سے پانی ابل پڑے گا وہ وقت میری مدد کا ہوگا:

یہ بات سن کر کافروں نے نوح علیہ السلام کی ایذا رسانی میں اور زیادہ اضافہ کردیا: آپ کا عرصہ حیات پہلے سے اور زیادہ تنگ کرنے لگے۔ مکمل طور پر آپ کا بائیکاٹ کردیا۔ آپ کو مار الہولہان کیا ایک دن قوم سے تنگ آ کر سجدے میں اپنے رب سے مناجات کرنے لگے۔

☆ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ ایک دن جب نوح علیہ السلام سجدے میں تھے کہ اس دوران آپ کی قوم کا ایک کافر کندھے پر اپنے پوتے کو اٹھائے ہوئے وہاں آیا اور اس سے کہا:

بیٹا اس جھوٹے شیخ کو اچھی طرح دیکھ لو اس نے ہمیں ایک ایسے رب کی طرف دعوت دی ہے جس کو ہم جانتے نہیں ہیں۔

بیٹا میری وصیت ہے کہ تو اس سے بچ کر رہنا۔ اس نے بلاوجہ ہمیں بڑا ڈرایا دھمکایا ہے۔

اس سے بچ کر رہنا کہیں تمہیں گمراہ نہ کردے۔

پوتے نے کہا: دادا جان اگر یہ بات ہے تو تم نے اسے اب تک زندہ کیوں چھوڑا ہے؟

دادے نے کہاں ہم کیا کر سکتے ہیں؟

پوتے نے کہا: دادا جان مجھے اپنے کندھے سے نیچے اتاریں پھر دیکھیں میں کیا کرتا ہوں!

دادے نے اسے نیچے اتار دیا:

اس نے ایک پتھر پکڑا سجدے کی حالت میں ہی حضرت نوح علیہ السلام کے سر پر دے مارا جس سے آپ کا سر زخمی ہو گیا:

جب نوح علیہ السلام نے پوتے کی اپنے دادا سے گفتگو سنی اور اس کی کارروائی دیکھی آپ جان گئے کہ پوتا اپنے دادا سے بھی سرکشی اور خیانت میں دو قدم آگے ہے۔

آپ نے سجدے میں پڑے ہی اللہ کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر دعا کی:

((رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا☆ اِنَّکَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَکَ وَلَا يَلِدُوا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا))۔

(نوح : ۲۶۔۲۷)

میرے پروردگار کسی کو روئے زمین پر بستا نہ رہنے دے۔ اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کرینگے اور ان سے جو اولاد ہو گی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہو گی۔

☆ نوح علیہ السلام اس حقیقت سے آگاہ ہو گئے اس قوم نے مجموعی اعتبار سے مایوس کر دیا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعے بتا دیا کہ یہ قطعی طور پر کفر کی روش ہی اختیار کئے رہیں گے۔

تو آپ نے قوم کو بد دعا دیدی:

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کو بتا دیا تھا۔

((اَنَّهُ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ))۔ (ھود : ۳۶)

تمھاری قوم میں جو لوگ ایمان لا چکے ان کے سوا کوئی ایمان نہیں لائے گا۔

نوح علیہ السلام کی قوم کو بد دعا دینا مٹھی بھر اہل ایمان کیلئے رحمت کا باعث بن گئی۔ کیونکہ آپ

نے بددعا میں یہ الفاظ بھی استعمال کئے تھے۔

((اِنَّکَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَکَ))۔ (نوح : ۲۷)

یعنی یہ ان لوگوں کو اذیت دے کر گمراہ کریں گے جو ایمان لے آئے:

((وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا))۔ (نوح : ۲۷)

وحی کے ذریعے خبر الٰہی درست ثابت ہوئی کہ وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ بچے نے آپ کے سر پر پتھر مارا اس سے اس خبر کے سچ ہونے کی تصدیق بھی ہوگئی۔

☆ اس سب کچھ کے باوجود جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا آپ کی بیوی سرکش کافروں کا ساتھ دیتی رہی اسے دین حق اور ہدایت نصیب نہ ہوئی جس کی دعوت اس کا خاوند اسے اور پوری قوم کو مسلسل دیتا رہا۔ کہ ایک اللہ کی عبادت کرو جو پوشیدہ چیزوں کو نکالتا ہے اور وہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے خوب اچھی طرح جانتا ہے۔

☆ حالات وواقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام کی بیوی نے بہت سے ایسے لوگوں کو روکا جو نوح علیہ السلام کی دعوت سے متاثر ہوکر ایمان لانا چاہتے تھے

اس نے انہیں یقین دلاتے ہوئے کہا: اگر اس کی دعوت میں کوئی خیر وبھلائی کا پہلو ہوتا۔ جو کچھ یہ کہتا ہے اگر حق ہوتا' تو میں اس سے منحرف کیوں ہوتی آج میں اس کی پیروکار ہوتی' سنو بتوں اور دیوتاؤں کی پوجا پاٹ اس سے کہیں زیادہ فائدے مند ہے جس کی عبادت کی طرف یہ ہمیں دعوت دیتا ہے 'اگر اس کی دعوت درست ہوتی تو بڑے بڑے لوگ اس کی پیروی کرتے' آج یہ مٹھی بھر کمینے اور کمزور لوگ اس کے پیروکار نہ ہوتے۔

☆ سیدنا نوح علیہ السلام نے بیوی اور قوم کی ایذاء رسانی پر صبر کرتے ہوئے ان سب کو ڈرایا کہ عذاب کا کڑکا ان پہ اترا ہی چاہتا ہے۔ انہیں اس دن سے ڈرایا جو بڑا ہی سخت ہوگا' وہ ان

کے لئے آسان نہ ہوگا' لیکن ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی وہ بدستور اکڑ خوں میں رہے' وہ کفر اور گمراہی کے راستے پر پوری ڈھٹائی سے گامزن رہے۔ پھر انہوں نے نوح علیہ السلام کو دھمکی کے انداز میں کہا:

((لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يَا نُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ))۔ (الشعراء : ۱۱۶)

نوح اگر تم باز نہ آؤ گے تو سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔

سیدنا نوح علیہ السلام نے انہیں کئی مرتبہ عذاب الٰہی کی یاد دہانی کرائی پھر بھی انہوں نے سرکشی کا انداز اپناتے ہوئے کہا:

((فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ))۔ (ھود : ۳۲)

اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہم پر لا نازل کرو۔

سیدنا نوح علیہ السلام نے انہیں وہی جواب دیا جو اس کے رب نے وحی کے ذریعے بتایا تھا:

فرمایا:

((إِنَّمَا يَأْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ إِنْ شَآءَ وَمَآ أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ))۔

(ھود : ۳۳)

اس کو تو خدا ہی چاہے گا تو نازل کرے گا۔ اور تم (اس کو کسی طرح) ہرا نہیں سکتے۔

بایں صورت گفتگو اپنے اختتام کو پہنچی:

نوح علیہ السلام کفر کے آگے ان کے جھکاؤ اور شیطان کی غلامی اختیار کرنے پر بڑے افسردہ ہوئے اللہ تعالیٰ نے تسلی دینے کیلئے آپ کی طرف یہ وحی کی۔

ارشاد ہوا:

((فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ))۔　(ھود : ٣٦)

تو جو کام یہ کر رہے ہیں ان کی وجہ سے غم نہ کھاؤ۔

☆ سیدنا نوح علیہ السلام کی یہ بڑی دلی خواہش تھی کہ اس کی قوم ایمان لے آئے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسے بتادیا کہ ان میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ تاکہ آپ کے دل سے احساس کی شدت زائل ہو جائے۔ اور جو دل میں اپنی قوم کے بارے میں محبت پائی جاتی ہے اس میں کمی واقع ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتادیا۔ کہ وہ انہیں عذاب دینے والے اور انہیں تباہ و برباد کردینے والے ہیں۔ اور یہ بھی بتادیا کہ وہ انہیں پانی میں غرق کردینے والے عذاب میں مبتلا کریں گے۔

☆ جبکہ پانی میں غرق ہونے سے بچاؤ کی ایک ہی صورت ہے کہ کشتی بنائی جائے۔

تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ وہ کشتی تیار کریں۔

اللہ نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ کشتی بنائیں:

اور ساتھ آپ کو یہ حکم دیا کہ بشمول اپنی بیوی کے ظالموں کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کریں۔ کیونکہ ان کا انجام طے پا چکا۔ اور ان کا معاملہ اپنے اختتام کو پہنچ چکا اب ان کے بارے نہ دعا اور نہ ہی بددعا کے حوالے سے مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔ جب تقدیر اپنا آخری فیصلہ سنا دیتی ہے تو دعا کے مواقع ختم ہو جاتے ہیں۔ معاملہ اپنے اختتام کو پہنچا

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کافروں کے خلاف عدل و انصاف پر مبنی طوفان کا فیصلہ صادر فرما دیا:

اب نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

آپ کشتی بناتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنانے کے حوالے سے اپنے رب کے حکم کی تعمیل شروع

کردی۔ حضرت نوح علیہ السلام اور نہ ہی کوئی اور کشتی بنانا جانتے تھے' اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف کشتی بنانے کے بارے میں وحی کی اور آپ کو یہ تعلیم دی کہ کشتی کیسے بنے گی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا))۔ (ھود : ۳۷)

اور ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے روبرو بناؤ۔

نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم اور وحی کے مطابق کشتی بنانا شروع کردی۔ اس کیلئے سامان مہیا کیا۔ اور ربانی مہم کو سر کرنا شروع کردیا۔ بیوی دیکھ رہی تھی کہ آپ لکڑیاں لا رہے ہیں' اور پھر ان لکڑیوں سے کشتی کا ڈھانچہ تیار کر رہے ہیں یاد رہے کہ یہ کام سمندر کے قریب سرانجام نہیں دیا جارہا تھا اور نہ ہی پاس کوئی بڑا دریا تھا' جس سے آپ کی بیوی حیرت زدہ ہوئی اور بڑے تمسخر کے انداز میں پوچھنے لگی' واہ رے کیا کہنے جناب من ان لکڑیوں کا کیا کروگے؟......!

نوح علیہ السلام نے فرمایا: ان لکڑیوں سے کشتی بناؤں گا جب اللہ کے حکم سے پانی کا طوفان آئے گا تو اس میں میرے ساتھ اہل ایمان بھی سوار ہوں گے اس طرح ہم ڈوبنے سے بچ سکیں گے!

یہ سن کر اس نے زوردار قہقہہ لگایا اور کہنے لگی کیا بات ہے ارے پانی کہاں ہے جس پر تیری کشتی چلے گی؟

میرا خیال ہے۔ کہ تیری مت ماری گئی ہے یا تو دیوتاؤں کے غیظ وغضب کا شکار ہوگیا ہے۔

ہوش کے ناخن لو کیا کشتی کبھی خشکی پر بھی چلی ہے؟ ۔

پھر وہ فضا میں قہقہے بکھیرتی ہوئی اور مذاق کا تسلسل قائم رکھتی ہوئی کہنے لگی۔ نہ تو یہاں پانی ہے:

اور نہ ہی تیرے لئے یہ ممکن ہے کہ اس کشتی کو اٹھا کر سمندر تک لے جاؤ یا اسے بڑے دریاؤں تک اٹھا کر لے جاؤ:

☆ دیگر سرکردہ کافر بھی نوح علیہ السلام کا مذاق اڑانے لگے جب بھی کشتی کا کوئی پہلو پایۂ تکمیل تک پہنچا ہوا دیکھتے وہ ہنستے ہوئے' بغلیں بجاتے ہوئے اور قہقہے لگاتے ہوئے یہ کہتے اے نوح ہمیں یہ بات تو بتاؤ کہ تم نبوت کے بعد بڑھئی کب بن گئے: یہ بڑی عجیب بات ہے !

پھر انہوں نے مذاق، استہزا اور تمسخر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا:

اے نوح اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہوئے تو تیرا خدا جس کی تم ہمارے سامنے خوبیاں بیان کرتے ہو وہ کشتی بنانے کے عمل میں تیرا ساتھ دیتا، یا تجھے اس مشکل ترین اور دشوار کام سے بے نیاز کر دیتا اور خود ہی یہ سارا کام کر گزرتا۔

اے نوح کیا یہ جہالت کی انتہاء نہیں ہے؟

☆ رئیس القضاۃ امام علی بن محمد ماوردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ کشتی بناتے ہیں اس سے پہلے انہوں نے بنی ہوئی کشتی نہیں دیکھی تھی !انہوں نے کہا اے نوح یہ کیا کر رہے ہو؟

آپ نے فرمایا میں پانی پر تیرنے والا گھر بنا رہا ہوں!

وہ یہ بات سن کر حیران ہوئے۔ اور آپ سے مذاق کرنے لگے:

☆ سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کشتی بنانے کے عمل کو دیوانگی اور حماقت سے تعبیر کرتی تھی، اللہ تعالیٰ نے قوم کے تمسخر کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا:

((وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّنْ قَوْمِهِ سَخِرُوْا مِنْهُ))۔ (ھود : ۳۸)

اور جب انکی قوم کے سردار انکے پاس سے گزرتے تو ان سے تمسخر کرتے۔

☆ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنا کام جاری رکھا ان کے مذاق کی کوئی پرواہ نہ کی' جب وہ تمسخر میں حد سے بڑھ گئے اور آپ کو جہالت کا الزام دینے لگے' تو انہیں یاد دلانے کے لئے کہا:

((اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ))۔ (ھود: ۳۸)

تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو جسطرح تم ہم سے تمسخر کرتے ہو اسی طرح ہم بھی تم سے تمسخر کرینگے۔

☆ ان لمحات میں کافروں کے قہقہے بلند ہونے لگے اور اس دوران اشارہ بازی اور طعنہ زنی اور غمزہ طرازی کی لہریں ابھرنے لگیں: وہ کہنے لگے بیچارہ نوح تو دیوانہ ہو گیا ہے۔

☆ نوح علیہ السلام نے کشتی بنانے کا کام مکمل کر دیا۔ دوران عمل اللہ تعالیٰ کی مدد اور عنایت شاملِ حال رہی:

مفسرین، اہل علم اور مؤرخین نے اس لکڑی کے بارے میں بہت سی باتیں کہیں جس سے کشتی تیار کی گئی۔ اسی طرح کشتی کے طول و عرض اور بلندی کے بارے میں اظہار خیال کیا اس جگہ کا تذکرہ بڑی تفصیل اور شرح وبسط سے کیا جہاں کشتی تیار کی گئی' اس کے حجم' شکل اور منزلوں کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر بیان کیا' نیز یہ بھی بتایا کہ کشتی بنانے میں کتنا وقت صرف ہوا' ایسی تفصیلات بیان کیں جن کے جاننے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور نہ جاننے سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

☆ علامہ شہاب الدین آلوسی نے اپنی عمدہ کتاب ''روح المعانی'' میں بہت خوب لکھا ہے اور بالکل برحق اور سچ کہا ہے۔

فرماتے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کشتی بنا دی جس کا قصہ اللہ

تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن حکیم میں نے بیان کر دیا ہے اب ہمیں اس کے طول وعرض اونچائی ،لکڑی کی قسم اور بنانے کی مدت کے بارے میں غور وفکر کرنے کی کیا ضرورت پڑی ہے۔جس کی وضاحت کتاب وسنت نے نہیں کی ہمیں اس کی تفصیلات میں جانے کی کیا ضرورت پڑی ہے۔بس ہمیں تو اس بات پر ایمان لانا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا آپ نے کشتی بنا دی۔

☆ امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ کشتی کے بہت سے مسائل بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں:

یہ بات خوب ذہن نشین کر لیں کہ مجھے یہ انداز اچھا نہیں لگتا کہ جس کی معرفت حاصل کرنے کی چنداں ضرورت نہ ہو جس کی پہچان حاصل کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہو اس میں غور وخوض کرنے میں اپنا وقت ضائع کیا جائے۔

جس چیز کو ہم جانتے ہیں وہ کشتی کی وسعت ہے۔کہ وہ اتنی کھلی تھی جس میں اہل ایمان کے علاوہ ہر جوڑا سما گیا تھا اور یہ مقدار قرآن حکیم میں بھی مذکور ہے اس مقدار کے علاوہ کسی دیگر چیز کا ذکر نہیں ہے۔

اس میں سوار ہو جاؤ:

برحق وعدہ قریب آ گیا' اللہ کا حکم آ پہنچا' تنور ابل پڑا' اللہ تعالیٰ نے موسلا دھار بارش کے دہانے کھول دیئے۔زمین سے چشمے ابل پڑے' نوح علیہ السلام اور اہل ایمان کشتی میں سوار ہو گئے اور آپ کے ساتھ ہر جانور کا جوڑا بھی کشتی میں داخل ہو گیا۔نوح علیہ السلام نے اہل ایمان سے کہا:

((ارْكَبُوْا فِيهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّىْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ))۔

(ھود : ۴۱)

خدا کا نام لے کر (کہ اس کے ہاتھ میں) اس کا چلنا اور ٹھہرنا (ہے) اس میں سوار

ہو جاؤ۔ بیشک میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔

☆ سب اہل ایمان کشتی پر سوار ہو کر نجات پا گئے۔ اللہ نے طوفان کے شر سے انہیں بچالیا اور ان میں باہمی محبت پیدا کر دی' مذاق کرنے والے کافر غرق ہو گئے اللہ نے انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ خاموشی نے خیمے گاڑ لیے' موت نے اپنے پنجے پیوست کر دیئے پورا ماحول بے حس و حرکت دیکھائی دینے لگا۔ کافروں کی بولتی بند ہو گئی۔ ماحول میں اب یا تو پانی کی لہروں کی آواز سنائی دیتی تھی یا پھر کشتی پر سوار اہل ایمان کی تسبیح و تحمید کا ترانہ سنائی دیتا تھا۔ ایمان کا ریلا کفر' فسق اور تمسخر کے طوفان اور سرکشی پر غالب آ چکا تھا۔

☆ کشتی سطح آب پر بلند ہوئی' پانی کی موجیں بلند ہوئیں جس نے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیا' ہر طرف پانی ہی پانی دکھائی دینے لگا۔ ہولناک طوفان کی وجہ سے دور دور تک زمین دکھائی نہ دیتی تھے۔ پانی اتنا بلند ہوا کہ ہر چیز کو ڈھانپ دیا۔ یہاں تک کہ اونچے اونچے پہاڑ بھی پانی میں ڈوب گئے۔

☆ نوح علیہ السلام کی بیوی غرق ہو گئی' وہ اہل ایمان کے ساتھ کشتی میں سوار نہیں ہوئی تھی۔ اس کا یہ خیال تھا کہ اس کا گھر اسے پانی کے بہاؤ سے بچالے گا لیکن آج تو اللہ کے حکم سے کوئی بھی بچنے والا نہ تھا۔

☆ نوح علیہ السلام جب کشتی میں سوار ہوئے اور اس میں اہل ایمان کو بھی اللہ کے حکم کے مطابق اندر بلا لیا اپنے بیٹے کنعان کو کشتی کے باہر دیکھا وہ اتنا قریب تھا جہاں سے بآسانی آواز سن سکتا تھا۔ البتہ نوح علیہ السلام نے اپنی بیوی کو نہ دیکھا۔ آپ اس کی طرف سے مایوس ہو گئے۔ آپ کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کفر کی وجہ سے سب سے پہلے اسے عذاب کی لپیٹ میں لیا ہو گا۔ نوح علیہ السلام کے دل میں یہ لالچ پیدا ہو کہ آپ کا بیٹا ایمان قبول کرے۔ کیونکہ بیٹا زبان سے ایمان کا اظہار کیا کرتا تھا اور دل میں کفر چھپائے ہوئے

تھا۔ انبیاء علیھم السلام ظاہر کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ دلوں کے بھید تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے ادھر جب نوح علیہ السلام نے اپنی بیوی کو نہ دیکھا تو اس کی طرف سے مایوس ہو گئے۔

☆ جب نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کشتی کے اتنا قریب دیکھا۔ جہاں آواز آسانی سے پہنچ سکتی تھی۔ تو دل میں خیال آیا کہ شاید یہ بچ جائے اور اس کے بارے میں یہ حسن ظن پیدا ہوا کہ شاید اسے ایمان نصیب ہو جائے۔ آپ نے اس سے کہا:

((یَابُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا وَلَا تَکُنْ مَعَ الْکَافِرِیْنَ))۔ (ھود : ۴۲)

اے بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ ہو۔

بیٹا روئے زمین پر کوئی باقی نہیں رہے گا۔ اگر تو ہمارے ساتھ سوار نہ ہوا تو کافروں کے ساتھ تو بھی ہلاک ہو جائے گا۔ بیٹے سے یہ کہا:

((وَلَا تَکُنْ مَعَ الْکَافِرِیْنَ))۔

یہ دلیل ہے اس بات کی کہ نوح علیہ السلام اپنے بیٹے کے ایمان پر اعتقاد رکھتے تھے' جب آپ سے بیٹے نے کہا:

((سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ))۔ (ھود : ۴۳)

میں پہاڑ سے جا لگوں گا وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔

تو نوح علیہ السلام نے اسے کہا:

((لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ)) ۔ (ھود : ۴۳)

آج خدا کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں (اور نہ کوئی بچ سکتا ہے) مگر اس پر خدا رحم کرے۔

یعنی جس پر اللہ کی رحمت ہو اور وہ ایمان کی وجہ سے بچ جائے۔

☆ نوح علیہ السلام اور اس کے بیٹے کے درمیان گفتگو کا سلسلہ ختم ہو گیا' غرق ہونے سے بچنا مشکل ہو گیا اس پر بات برحق ہو گئی لہذا اسے اللہ کے عذاب سے نہ پہاڑ نے بچایا اور نہ کسی اور چیز نے۔

☆ علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ بات تو بعید از قیاس ہے کہ نوح علیہ السلام نے کسی کافر کو آواز دی ہو کیونکہ آپ ہی نے یہ دعا کی تھی۔

((رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا)) ۔ (نوح : ۲۶)

میرے پروردگار کسی کافر کو روئے زمین پر بسا نہ رہنے دے۔

اس کے جواب میں یہ بات کہی جا سکتی ہے وہ منافق تھا۔ آپ نے سمجھا کہ وہ مومن ہے۔ اس لیے نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے کنعان کو نوح علیہ السلام کا اہل قرار نہیں دیا جیسا کہ ان لوگوں کو قرار دیا تھا جو نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے اور انہوں نے آپ کی پیروی اختیار کر لی تھی۔ وہ اگرچہ آپ کا قریبی رشتہ دار تھا لیکن نبی کا اہل وہ ہوتا ہے جو ایمان قبول کر لے:

یہاں دینی قرابت کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے نا کہ خاندانی قرابت کو:

☆ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو عدل و انصاف پر مبنی جواب دیا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قَالَ يَا نُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ))۔

(هود : ۴۶)

خدانے فرمایا کہ نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں ہے۔ وہ ناشائستہ افعال ہے۔

یعنی یہ لڑکا ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن کی نجات کے بارے میں میں نے تیرے ساتھ وعدہ کیا تھا' کیونکہ یہ تیرے دین کا مخالف تھا' بہت زیادہ برائی میں ملوث تھا۔ اور مسلسل دنگا فساد میں مصروف رہتا تھا:

☆ کشتی پر سوار مومن پہاڑوں کی مانند اٹھنے والی موجوں میں بڑے مطمئن تھے یوں دکھائی دیتے تھے جیسے کسی کھلی وادی میں فروکش ہوں۔ انہیں اللہ پر اعتماد تھا' وہ بڑے حوصلے اور اطمینان سے خوش وخرم تھے' کیونکہ اولیاء اللہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوتا ہے جس کی وجہ سے ان کے دل پرسکون ہوتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ ہوتا ہے طوفان کی موجوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی نگرانی ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نجات کا وعدہ کیا ہوتا ہے اس لیے انہیں کوئی خوف وخطرہ لاحق نہیں ہوتا۔ وہ اپنے اللہ پر بڑی خوبی کے ساتھ بھروسہ کرتے ہیں اس لیے ان کے دلوں میں اطمینان' سکون اور اعتماد کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ بالآخر یہ کیفیت اولیاء کا شعار بن جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ)) ۔ (الطلاق : ۳)

اور جو خدا پر بھروسہ رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔

کشتی میں سوار اہل ایمان اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور شکر بجالانے لگے' خصوصا سیدنا نوح علیہ السلام اس دوران امام الشاکرین ثابت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف اس انداز میں کی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا))۔ (الاسراء: ۳)

بے شک نوح شکر گزار بندے تھے۔

اللہ نے مثال بیان کی:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں مصعب بن سعد عن ابیہ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

((قال قلت یارسول الله ای الناس اشد بلآء؟ قال : الانبیآء ثم الامثل فالامثل؟ یبتلی الرجل علی حسب دینه ' فان کان فی دینه صلبا اشتد بلآؤه وان کان فی دینه رقة ابتلیٰ علی قدر دینه' فما یبرح البلآء بالعبد حتی یترکه یمشی علیَ الارض وما علیه خطیئة)).

(تحفۃ الاحوذی : ۷/۷۸۴۹۔ باب ما جاء فی الصبر علی البلآء)

☆ قابل ملاحظہ یہ بات ہے کہ انسان کو اس کے ایمان کے مطابق آزمایا جاتا ہے چونکہ نوح علیہ السلام نبی رسول ہیں اس لیے ان کی آزمائش بھی بڑی سخت ہوئی۔ قوم نے انہیں جھٹلانے' اذیت دینے اور مذاق اڑانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس کے ساتھ انہیں بیٹے کے حوالے سے بھی آزمایا گیا۔ آپ نے اسے کافروں کے گروہ میں دیکھا تو آپ کو دلی کوفت ہوئی۔

☆ اس سے پہلے آپ کو بیوی کے حوالے سے آزمایا گیا۔ وہ کافروں کے ساتھ تھی۔ آپ نے بیوی کو کافروں کی صفوں سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن اللہ اپنے معاملے میں غالب ہے۔ بیوی کو نوح علیہ السلام کے قریبی رشتے دار ہونے کا فائدہ نہ دیا۔

اعتبار تو دینی رشتے کا ہوتا ہے نہ کہ خاندانی رشتے کا۔ نوح علیہ السلام کی بیوی کی کہانی دنیا والوں کے لیے ایک مثال بن گئی۔ آیئے میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھیے اور سر دھنیے۔

((ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِيْنَ))۔ (التحریم : ۱۰)

خدا نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے۔ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں اور دونوں نے ان کی خیانت کی تو وہ خدا کے مقابلے میں ان عورتوں کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ اور داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔

آیۂ کریمہ میں دو کافر عورتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک نبی کے گھر میں تھی نوح علیہ السلام کی بیوی کی خیانت کے بارے میں منقول ہے کہ اس نے دعوت کے قبول کرنے کے حوالے سے خیانت کا ارتکاب کیا۔ وہ فحاشی کے اعتبار سے کسی خیانت کا مرتکب نہیں ہوئی تھی۔

☆ علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ اس بات پر پوری امت کا اجماع ہے کہ کس نبی کی بیوی نے فحاشی کا قطعاً ارتکاب نہیں کیا۔

☆ علامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ''النکت والعیون'' میں لکھا ہے کہ نوح علیہ السلام کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی بیوی نے چار طرح کی خیانت کا ارتکاب کیا

۱۔ وہ دونوں عورتیں کافر تھیں اس اعتبار سے انہوں نے کفر اختیار کر کے خیانت کا

ارتکاب کیا:

۲۔ وہ دونوں عورتیں منافق تھیں بسا اوقات وہ ایمان کو ظاہر کرتیں اور کفر کو چھپاتی: اس طرح نفاق کے حوالے سے خیانت کی مرتکب ہوئیں: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کسی نبی کی بیوی نے بے حیائی کا ارتکاب نہیں کیا ان دونوں عورتوں کی خیانت دینی لحاظ سے تھی۔

۳۔ ان دونوں نے چغل خوری کے ذریعے خیانت کا ارتکاب کیا۔ جب بھی اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی طرف وحی نازل کرتے یہ اسی وقت اس کی اطلاع مشرکین کو کر دیتیں:

یہ نقطہ امام ضحاک نے بیان کیا ہے

۴۔ نوح علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ وہ لوگوں کو کہتی پھرتی یہ دیوانہ ہے' یہ پاگل ہے' جب کوئی حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آتا اس کی اطلاع قوم کے سرکردہ ظالموں کو کر دیتی:

اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ جب کوئی مہمان گھر آتا تو وہ آگ اس طرح جلاتی کہ دھواں کثرت سے اوپر اڑنے لگتا جس سے لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ ان کے گھر کوئی مہمان آیا ہے۔

☆ امام رازی اور علامہ ماوردی کا موقف اس حوالے سے یکساں دکھائی دیتا ہے امام رازی سے پوچھا گیا کہ ان دونوں عورتوں کی خیانت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

فرمایا: خیانت سے مراد ان کی منافقت ہے ان دونوں عورتوں نے اپنے پیغمبر خاوندوں کا کوئی لحاظ نہ کیا۔ ان کی مخالفت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

نوح علیہ السلام کی بیوی نے تو اپنی قوم سے یہ تک کہہ دیا کہ یہ دیوانہ ہے۔

اور لوط علیہ السلام کی بیوی جب بھی کوئی مہمان آتا فوراً قوم کے سرکردہ افراد کو اطلاع دے دیتی یہ جائز نہیں کہ ان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ ان عورتوں نے بے حیائی کے اعتبار سے کسی خیانت کا ارتکاب کیا ہو۔

☆ ان دونوں عورتوں کی تباہی اور ہلاکت میں نصیحت اور عبرت ہے ہر اس شخص کیلئے جس کا دل زندہ ہے اور اس نے غور سے بات کو سنا اور حاضر دماغی کا وطیرہ اختیار کیا۔

قرآن کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ اور بڑے ہی حکیمانہ اسلوب میں اسے بیان کیا ہے کہ لوگوں کے باہمی قریبی تعلقات اور خاص طور پر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاندانی قرب اس انسان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا جو دین حق سے برگشتہ اور دور ہو بلکہ کسی بھی شخص کو نبی کے ساتھ رشتہ اور خاندانی قرب کچھ فائدہ نہیں دے سکتا جبکہ ان دونوں کے درمیان دین نے تفریق پیدا کر دی ہوا۔ عذاب اطاعت سے ٹلتا ہے نہ کہ کسی قرب کی بنا پر۔

☆ اس میں پیغام ہے ہر اس شخص کے لیے جو رشتہ داری پر گھمنڈ کرتا ہے اور وہ دوسروں کے آسرے پر بھروسہ کرتا ہے اور خود سیدھے راستے پر چلنے کی کوشش نہیں کرتا' تا کہ وہ ہدایت یافتہ لوگوں کے زمرے میں شامل ہو جائے۔

قرآن کریم نے آگاہ کر دیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی سفارش بیوی کے حق میں مفید ثابت نہ ہوئی اور نہ ہی لوط علیہ السلام کی سفارش اس کی بیوی کے کچھ کام آئی۔ ان کے کفر کی وجہ سے ان کی قرابت داری نے انہیں کچھ فائدہ نہ دیا بلکہ انہیں جہنم کی نوید سنائی گئی جو آخرت میں بہت برا ٹھکانہ ہے۔ انہیں یہ کہا گیا:

((ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِينَ))۔ (التحریم : ١٠)

تم (دونوں بھی) جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو جاؤ۔

☆ اس طرح ظالم قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ اور ان تباہ و برباد ہونے والوں میں نوح علیہ السلام کی بیوی بھی تھی اور نوح علیہ السلام کی اولاد کو باقی رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ))۔ (الصافات : ۷۷)

اور ان کی اولاد کو ایسا کیا کہ وہی باقی رہ گئے۔

☆ سیدنا نوح علیہ السلام اپنے رب سے ان کلمات کے ساتھ دعا کیا کرتے تھے:

((رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ))۔ (نوح : ۲۸)

اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے ان کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو معاف فرما۔

الٰہی ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما اپنے فضل سے ہمیں عزت عطا کر۔ ہمیں راست اقدام ہونے کی توفیق عطا کر دے۔ بلاشبہ تو جاننے والا اور دانا ہے۔

نوح علیہ السلام کی بیوی کے مفصل حالاتِ زندگی معلوم کرنے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ تفسیر الخازن وبہامشہ البغوی .... (۱۲۲/۸)

۲۔ تفسیر الماوردی .... (۲۶۸/۴)

۳۔ تفسیر القرطبی .... (۲۱/۱۸)

۴۔ البدایہ والنہایہ .... (۱۸۱/۱)

۵۔ غررالتبیان .... (ص ۵۱۴)
۶۔ مفحمات الاقران .... (ص ۱۹۹)
۷۔ وقصص الانبیاء لابن کثیر............................ (۲۱۰)
۸۔ والاتقان .... (۱/۲، ۱۱)
۹۔ فتح القدیر الشوکانی .... (۴۹۸/۲)
۱۰۔ الدرالمنثورللسیوطی .... (۳۳۸/۴)
۱۱۔ المعارف .... (ص ۲۴)
۱۲۔ البدایہ والنہایہ .... (۱۱۸/۱)
۱۳۔ مفحمات الاقران .... (ص ۱۱۰)
۱۴۔ الاتقان .... (۱۰۹۴/۲)
۱۵۔ تاریخ الطبری .... (۱۱۹/۱)
۱۶۔ الکامل .... (۷۳/۱)

زوجہ حضرت لوط علیہ السلام

- وہ لوط نبی علیہ السلام کے خلاف اپنی کافر قوم کی مددگار اور جاسوس تھی۔ وہ اپنے خاوند کے راز افشاء کرتی اور دینی اعتبار سے اس کی دشمن تھی۔
- وہ بداخلاق، بدطینت اور بدفطرت تھی۔
- وہ اپنی گمراہ قوم کے ساتھ ہی ہلاک ہوگئی۔
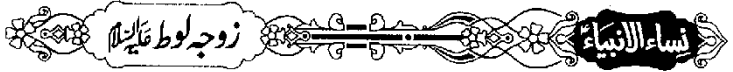
لوط علیہ السلام کی بیوی

مگر ایک بوڑھی عورت:

لوط علیہ السلام اللہ کے ان نبیوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی قوموں کی طرف اس لیے بھیجا تا کہ وہ انہیں بے حیائی کی ظلمتوں میں سے نکال کر اخلاق فاضلہ کے سیدھے راستے پر گامزن کردیں۔

☆ لوط علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر تھے۔ وہ آپ کے بھتیجے تھے جیسا کہ تاریخی حوالے اس کا اشارہ دیتے ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام لوط علیہ السلام سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ لوط علیہ السلام کے حالات کے بارے میں مشہور ومعروف آیات مذکور ہیں۔ وہ اللہ کے ان انبیا میں سے ہیں۔ جن کے جھٹلانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے تباہ وبرباد کردیا قرآن کریم میں ان کی کہانی متعدد سورتوں میں کئی مقامات پر بیان ہوئی ہے۔

☆ لوط علیہ السلام اپنے چچا ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے۔ ان کا طریقہ اپنایا اور ان کے راستے پر گامزن ہوئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کا تذکرہ کیا ہے:

((فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ))۔ (العنكبوت : ٢٦)

پس ان پر (ایک) لوط ایمان لائے اور (ابراہیم) کہنے لگے کہ میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ بیشک وہ غالب حکمت والا ہے۔

☆ روایات یہ اشارہ دیتی ہیں کہ لوط علیہ السلام نے اپنے چچا ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ عراق سے ہجرت کی اور آپ کے تمام سفروں میں ساتھ رہے۔

☆ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے وہب بن منبہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ لوط علیہ السلام اپنے چچا ابراہیم علیہ السلام کے دین کے پیروکار بن کر عراق کی سرزمین بابل سے مہاجر کی حیثیت سے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ پھر وہ مصر چلے گئے' پھر شام کی طرف پلٹے لہذا ابراہیم علیہ السلام تو فلسطین میں فروکش ہوئے جبکہ لوط علیہ السلام اردن میں جا بسے۔

☆ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو سدوم اور گردونواح کی بستیوں میں رہنے والوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ جن لوگوں کی طرف آپ کو رسول بنا کر بھیجا گیا نہ تو ان کے ساتھ آپ کا کوئی خاندانی تعلق تھا اور نہ ہی ان کی کوئی رشتہ داری تھی۔ اس لیے کہ آپ ان اطراف یعنی علاقہ جات کے باشندے نہیں تھے۔

☆ لوط علیہ السلام نے اپنے رب کا حکم مانتے ہوئے احکامات الٰہیہ کی تبلیغ شروع کر دی۔ سدوم کے باشندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی۔ لوط علیہ السلام نے سدوم بستی میں توحید کا بیج بویا۔ پھر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ فضل اور اس کی عنایت کردہ حکمت و دانائی کے ساتھ اسے پروان چڑھانے لگے۔

☆ دنوں پہ دن گزرتے گئے۔ پھر کئی سال بیت گئے لیکن لوط علیہ السلام کی دعوت کو کسی ایک نے بھی قبول نہیں کیا۔ لوط علیہ السلام کے گھر کے علاوہ بستی میں کوئی ایک گھر بھی صاحب ایمان نہیں تھا۔

☆ لیکن لوط علیہ السلام کے گھر میں رہنے والوں میں ایک فرد ایسا بھی تھا جس نے آپ کی دعوت کو قبول نہیں کیا بلکہ اس نے شیطان کی ترغیب کو قبول کیا۔ وہ شیطان کے ٹولے میں سے تھا اور وہ شیطان کے ان لشکروں میں سے تھا جو شر اور تخریب کاری میں بڑے پکے تھے۔

☆ قرآن کریم نے اس فرد کا تذکرہ کیا اور اس کی شناخت کچھ اس انداز میں کرائی۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ)) ۔ (الشعراء : ۱۷۱)

مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہ گئی۔

اس بڑھیا کا نام ''والھۃ'' تھا یہ لوط علیہ السلام کی بیوی تھی۔ جس نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا تھا اور اس کے اس سودے نے کوئی نفع نہ دیا۔ وہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہ تھی۔ وہ بھی اس دردناک عذاب کی لپیٹ میں آ گئی جو لوگوں پر نازل ہوا تھا۔

☆ شیخ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ''الا عجوزا'' (مگر ایک بڑھیا) سے مراد لوط علیہ السلام کی بیوی ہے۔ ''في الغابرین'' پیچھے رہنے والوں میں سے مراد یہ ہے کہ عذاب میں باقی رہنے والوں میں اس کا ٹھہرنا بھی مقدر ہوا۔ اس لیے کہ وہ اپنی قوم کی کارستانی سے خوش تھی۔

اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو:

لوط علیہ السلام کی کافر قوم بے حیائی کی مرتکب تھی اس نے بے حیائی کے ایسے طریقے ایجاد کیے کہ اس سے پہلے دنیا میں آباد کافروں اور فاسقوں میں سے کسی ایک کو بھی نہ سوجھے ہوں گے۔ دراصل اس قوم کے افراد سیدھے راستے سے بھٹک چکے تھے۔

☆ لوط علیہ السلام کی قوم کمینگی' ذلالت' رذالت کے اتھاہ گڑھے میں گر چکی تھی۔ انسانیت نے ان جیسا کوئی نہ دیکھا تھا' شیطان نے ان پر غلبہ پا لیا تھا۔ اور ان کے لئے برے اعمال آراستہ کر دیئے تھے' اور ان کی بصیرت کو چندھیا دیا تھا۔

انہیں بے حیائی اور بدکرداری کا ارتکاب کرتے ہوئے کسی کی کوئی پرواہ نہ تھی

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی لوط علیہ السلام کو بھیجا تاکہ سدوم بستی کے باشندوں کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دیں۔قرآن کریم نے لوط علیہ السلام کی دعوت کے بنیادی نکات بیان کئے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ☆ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنَ))۔

(الشعراء: ۱۶۲۔۱۶۳)

میں تو تمھارا امانت دار پیغمبر ہوں۔تو خدا سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔

لوط علیہ السلام کی دعوت کا مرکزی اور بنیادی نکتہ لوگوں کو تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کرنا تھا۔

☆ قوم لوط میں کفر پھیل چکا تھا۔وہ سب کے سب فطرت کے منافی رذیل ترین کردار کے دلدادہ ہو چکے تھے۔

☆ دعوت الی اللہ کے راستے کے آغاز میں ہی قوم لوط نے اپنے نبی سے پہلو تہی اختیار کر لی اور اسے جھٹلایا۔ان کے گروہ میں اس کی بیوی بھی ہمرکاب تھی اور اس نے بھی اس کی تان میں تان ملا دی اور ان کے برے اعمال کی حمایت کر دی۔

☆ لوط علیہ السلام اس صورت حال سے واقف تھے لیکن آپ اپنی قوم کو دعوت دیتے رہے شاید کہ وہ راہ ہدایت کی طرف لوٹ آئیں اور اپنی بے راہ روی اور گمراہی سے باز آ جائیں۔

☆ لوط علیہ السلام اپنی قوم کے بارے میں جانتے تھے اور ان کی فطرت کے انحراف کے بارے میں بھی آپ کو علم تھا اور ان کی عجیب وغریب حرکات کے بارے میں جانتے تھے۔

کہ وہ نفسانی خواہشات کی تکمیل کیلئے عورتوں کی بجائے مردوں میں دلچسپی رکھتے تھے وہ اس فطرت کے مخالف تھے جو تمام زندہ جوڑوں میں ودیعت کی گئی ہے انہوں نے انسانی جرائم کی تاریخ میں ایک ایسے برے عمل کی داغ بیل ڈالی جس کا ان سے پہلے دنیا میں کسی نے بھی ارتکاب نہیں کیا تھا

☆ ''صاحب البداية والنهاية'' نے قوم لوط کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے۔انہوں نے ایک ایسی بے حیائی کا ارتکاب کیا جس کا ان سے پہلے بنی آدم میں سے کسی نے بھی ارتکاب نہیں کیا تھا۔اور وہ تھا مردوں کے ساتھ نفسانی خواہش کا پورا کرنا اور انہوں نے ان عورتوں کو یکسر نظر انداز کر دیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے صالح بندوں کیلئے پیدا کیا تھا۔

لوط علیہ السلام نے انہیں اس ایک اللہ کی طرف دعوت دی جس کا کوئی شریک نہیں۔اور انہیں حرام کاری، بے حیائی، برائی، بدکرداری کے ارتکاب سے منع کیا۔

وہ اپنی گمراہی اور سرکشی میں ڈٹے رہے اور فسق و فجور اور ناشکری و نافرمانی کو مسلسل اختیار کیے رکھا۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا عذاب اتارا جو ٹالا نہیں جاتا۔ایسا عذاب جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔اس نے انہیں دنیا میں عبرت کا نشان بنا کر رکھ دیا:

قوم لوط کے اوصاف:

مفسرین اور مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قوم لوط کسی قبیح عمل کو برا نہیں سمجھتے تھے اور نہ ہی کسی برائی کو چھپ کر کرتے تھے ان کے اخلاق بگڑ چکے تھے، دل سخت ہو گئے تھے طبیعتیں منحرف ہو چکی تھیں اور اخلاقی قدریں آلودہ ہو چکی تھیں۔

وہ اپنے کفر اور فسق و فجور کے ساتھ ساتھ ڈاکے ڈالتے، اپنے دوستوں سے خیانت

کرتے۔اور وہ اپنی مجالس میں طرح طرح کے برے اقوال واعمال کاارتکاب۔

بسا اوقات محفل میں ان سے کسی بڑی گھناؤنی برائی کاارتکاب ہوجاتا تو وہ اس کا انکار نہ کرتے ، وہ کسی واعظ کے وعظ کو درخور اعتناء نہ سمجھتے اور نہ ہی کسی عقلمند کی بات پر کان دھرتے۔

☆ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں.ان کی بودوباش جانوروں کی مانند تھیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے تھے نہ وہ موجودہ بداعمالیوں سے باز آتے اور نہ اپنے ماضی کے گھناؤنے جرائم پر شرمندہ ہوتے' اور نہ ہی مستقبل میں کسی تبدیلی کے خواہاں ہوئے ،تو اللہ نے انہیں ہولناک انداز میں پکڑ لیا۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ان کی سرعام بے حیائی کا تذکرہ اس انداز میں کیا ہے۔

((اَئِنَّکُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْکُمُ الْمُنْکَرَ......))۔ (العنکبوت : ۲۹)

کیا تم (لذت کے ارادے سے) لونڈوں کی طرف مائل ہوتے ہو اور (مسافروں کی) راہ زنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔

☆ لوط علیہ السلام نے انہیں اللہ کی عبادت کی طرف دعوت دی انہیں بے حیائی کے ارتکاب اور ڈاکے ڈالنے اور مردوں سے نفسانی خواہش پوری کرنے سے منع کیا۔

لیکن حالت گھمبیر تھی انہوں نے دعوت حق کو قبول نہ کیا اور لوط علیہ السلام کی دعوت پر ایمان نہ لائے' بلکہ ان میں سے ایک فرد نے بھی ایمان قبول نہ کیا جن اعمال سے انہیں روکا گیا تھا ان سے وہ باز نہ آئے ، بلکہ وہ بدستور اپنی بداعمالیوں میں مگن رہے اپنی سرکشی اور گمراہی میں ڈوبے رہے۔انہوں نے کسی بات کو بھی نہ مانا اور گناہوں کے راستے پر بدستور چلتے رہے انہوں نے لوط علیہ السلام اور ان کی دعوت سے پہلو تہی اختیار کی وہ جہالت اور ظلمات کے اتھاہ گڑھوں میں گم

ہو گئے۔

☆ کئی برس بیت گئے۔لوط علیہ السلام اپنی قوم کو ہدایت کی طرف بلاتے رہے اوران کے دل انکار کرتے رہے۔وہ فاسق اور بدمعاش قوم تھی الزام تراشی کی انگلیاں لوط علیہ السلام کی طرف اٹھنے لگیں کافروں کے دلوں میں سمائے ہوئے شر کی کوکھ سے شر کی چنگاریاں اٹھنے لگیں، وہ ان سے ازراہ مذاق کہنے لگے۔کیا ہم اپنے میں سے ایک انسان کی پیروی کریں یہ تو بڑی گمراہی اورحماقت کی بات ہوگی۔انہوں نے لوط علیہ السلام سے کہا تم جھوٹے اور شریر ہو انہوں نے آپ پر ہر طرح کا گھٹیا الزام لگایا۔سب نے آپ سے منہ پھیر لیا اور آپ کا تمسخر اڑاتے ہوئے کہنے لگے،اے لوط ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں جو آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں ہمیں اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا اور ہمارے کان بند ہیں۔

☆ لوط علیہ السلام ان سے کہا کرتے تھے کہ وہ یوں لطف اندوز ہوتے ہیں اور کھاتے ہیں جس طرح جانور کھاتے ہیں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔یہ بات سن کر ناشکری، بدمعاشی اور بے حیائی میں دو قدم اور بڑھ جاتے:

☆ نافرمان قوم نے لوط علیہ السلام اس کی دعوت اوران لوگوں کی مذمت کرنا شروع کردی جو آپ پر ایمان لے آئے تھے البتہ آپ کی بیوی نے گمراہ قوم کا ساتھ دیا۔سرکردہ فاجر وفاسق لوط علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کو وہاں سے نکالنے پر غور وفکر کرنے لگے' لیکن انہیں لوط اورآل لوط کو وہاں سے نکالنے کا کوئی بہانہ نہ سجھائی دے رہا تھا۔

لوگ ہیں جو اپنے تئیں پاک باز بنتے ہیں:

☆ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بے حیائی اور کفر کے ارتکاب سے روکا۔تو قوم نے الٹا اسے ملک بدر کرنا اپنا مقصد وحید بنالیا۔اس لئے کہ آپ نے قوم کو اس گھناؤنی بدکرداری سے منع کیا تھا جس کا پہلے کسی نے ارتکاب نہیں کیا تھا۔وہ اجتماعی طور پر جانتے ہوئے بھی سرعام اس

برائی کا ارتکاب کرتے تھے۔ وہ کسی بھی جگہ اس برائی کے مرتکب ہوتے ہوئے کوئی عار نہیں سمجھتے تھے۔ وہ علیحدہ انداز کی جنسی بے راہ روی اور بے حیائی تھی وہ اس طرح کہ عورتوں کی بجائے مردوں سے جنسی خواہش پوری کیا کرتے تھے۔

یہ بالکل ان کی غیر فطری حرکت تھی لوگوں میں بلکہ کائنات میں زندگی بسر کرنے والی تمام مخلوقات اس غیر فطری عمل سے نا آشنا تھیں۔

☆ لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کا سامنا کیا اس رسوا کن حقیقت کے ساتھ جس پر وہ لوگ فخر کیا کرتے تھے اور معصیات کے ارتکاب میں حد سے تجاوز کیا کرتے تھے۔ اور وہ معاشرتی آداب اور اخلاقی قدوروں کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

لوط علیہ السلام نے ان سے کہا:

((اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ☆ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ))۔

(النمل : ۵۴-۵۵)

تم بے حیائی کیوں کرتے ہو اور تم دیکھتے ہو۔ کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر لذت (حاصل کرنے) کیلئے مردوں کی طرف مائل ہوتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم احمق لوگ ہو۔

☆ حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی قوم کے نفسیاتی انحراف اور بے حیائی کے ارتکاب پر بڑا تعجب ہوا اس لئے کہ وہ بچشم خود دیکھ رہے تھے کہ ساری کائنات میں بسنے والی مخلوق فطرت الٰہی کے مطابق زندگی بسر کر رہی ہے۔ لیکن یہ اکیلی قوم روئے زمین پر آباد مخلوقات سے بالکل الگ تھلگ فطرت کے منافی بد اخلاقی کی مرتکب ہے۔ لوط علیہ السلام نے قوم کے بارے میں یہ طے کر لیا کہ یہ احمق جاہل اور مسخ شدہ فطرت کی حامل ہے۔ حضرت لوط

علیہ السلام اپنی قوم کی رہنمائی کیلئے بڑے فکر مند رہتے تھے۔آپ دل سے یہ چاہتے تھے کہ قوم کے لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف لائیں۔آپ نے یہ دلی ارادہ کیا کہ انہیں جسمانی پستیوں سے روحانی بلندیوں کی طرف لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا تا کہ وہ انہیں خیر و بھلائی کا راستہ دکھلائے۔اور پستیوں سے گلو خلاصی کی ترکیب بتائیں۔لیکن کافروں نے ان کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا اور وہ جان بوجھ کر حقیقت سے روگردانی کرنے کیلئے اندھے اور بہرے بن گئے۔ اور پہلے سے بھی بڑھ کر گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے۔پھر ساری قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کو دوٹوک انداز میں ان کی اصلاح پذیر باتیں ماننے سے انکار کر دیا قوم نے یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ لوط علیہ السلام کو اس کی بیوی کے علاوہ خاندان سمیت ملک بدر کر دیا جائے کیونکہ بیوی شر اور فساد کے حوالے سے قوم کی معاون تھی۔قوم برملا یہ کہتی کہ لوط اور اس کا خاندان ایسے لوگ ہیں جو اپنے آپ کو بڑا پاکباز سمجھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قوم کی اس صورت حال کو کچھ اس انداز میں بیان کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوْا أَخْرِجُوْا آلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ))۔ (النمل : ٥٦)

تو ان کی قوم کے لوگ (بولے تو) یہ بولے اور اس کے سوا انکا کچھ جواب نہ تھا کہ لوط علیہ السلام کے گھر والوں کو اپنے شہر سے نکال دو یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں۔

قوم کا حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اشارہ کرتے ہوئے یہ کہنا کہ لوگ بڑے پاکباز بنے پھرتے ہیں یہ ایک قسم کا بونڈا مذاق تھا۔ہمیشہ انسانی معاشرے میں غلیظ افکار رکھنے

والے بدکردار لوگ ہی نیک اور پاکیزہ لوگوں کو نیکی اور پاکیزگی کا طعنہ دیا کرتے ہیں کیونکہ یہ طہارت اور پاکیزگی قدم قدم پر قوم کی بداعمالیوں میں رکاوٹ بن رہی تھی۔ آپ ذرا اس نقطے پر غور کریں کہ کبھی آپ نے یہ بات سنی یا دیکھی کہ کوئی کسی کو پاکیزگی کا طعنہ دے کر شرمندہ کرے یہ تو بڑی عجیب وغریب بات ہے۔ کیا آپ نے کبھی یہ بات سنی کہ فحاشی اور برائی پر فخر کرنا اچھائی میں شمار ہوتا ہو۔ یہ تو بڑی عجیب بات ہے مگر یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ گندگی کے ڈھیر میں پروان چڑھنے والے نفوس پاکیزہ ماحول میں کبھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ جو نفوس فطرت کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ گمراہی کی وادیوں میں تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ غالب امکان یہ ہے کہ قوم کو حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نے اس بات پر اکسایا ہوگا کہ اس کے خاوند کو پاکیزگی کا طعنہ دیں۔ کیونکہ وہ اپنے شوہر کے حالات کو خوب اچھی طرح جانتی تھی۔ اس نے حضرت لوط علیہ السلام کی جاسوسی کو اپنا وطیرہ بنا لیا تھا۔

لوط علیہ السلام کی بیوی اور اس کے مہمان:

مہمان نوازی اچھے اخلاق اسلامی عادات کی علامت تصور کی جاتی ہے۔ انبیاء اور صالحین کی عمدہ عادات وخصلت میں شامل رہی ہے۔ لوط علیہ السلام بھی مہمانوں سے بہت اچھا سلوک کیا کرتے تھے۔ اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اور وہ اس خوبی میں اپنے چچا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ جو کہ مہمانوں کی آمد پر ان سے حسن سلوک سے پیش آنے پر مشہور تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے۔

حالات وواقعات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ سدوم بستی میں جو بھی اجنبی مہمان آتے وہ لوط علیہ السلام کے گھر فروکش ہوتے۔ جب لوط علیہ السلام کی بیوی کو معلوم ہوتا کہ کسی نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے تو وہ دوڑ کر اپنی قوم کے پاس جاتی اور ان کو تازہ ترین صورت حال کے بارے میں آگاہ کرتی۔ قوم کے افراد اطلاع ملتے ہی لوط علیہ السلام کے گھر پہنچ جاتے اور مہمانوں سے بد

سلوکی سے پیش آتے۔ وہ یوں دکھائی دیتے کہ جیسے جانور کسی باڑے میں اتر آئے ہوں۔ وہ مہمانوں سے الجھتے زیادتی کا ارتکاب کرتے اور ان کی عزت کے درپے ہوتے۔ لوط علیہ السلام کی بیوی اپنی قوم کیلئے راستہ ہموار کرتی اور بے حیائی کے ارتکاب میں ان کا بھرپور تعاون کرتی۔

لوط علیہ السلام کی بیوی جانتی تھی کہ اس کی قوم دنگا فساد کفر اور سرکشی کی لہروں میں ڈوب چکی ہے۔ اور وہ پوری طرح اس بات کو جانتی ہے کہ اس کی قوم عورتوں میں قطعاً کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ اس لیے وہ اپنے خاوند کے خلاف جاسوسی کرتے ہوئے اپنی قوم کی مددگار بن گئی۔ وہ اپنی قوم کو مہمانوں کی آمد کے بارے میں آگاہ کرنے کے لیے نت نئے گھٹیا طریقے اختیار کرتی رہتی۔ جب کوئی مہمان رات کے وقت گھر آتا اور وہ کسی طرح اپنی قوم کو اس کی اطلاع نہ دے پاتی تو گھر میں آگ کا آلاؤ روشن کر دیتی اور اگر کوئی مہمان دن کے وقت آتا اور وہ کسی وجہ سے مہمان کی اطلاع دینے کے لیے گھر سے باہر نہ نکلنے پاتی تو بڑا ہی گھٹیا انداز اختیار کرتے ہوئے گھر میں دھویں کے مرغولے فضا میں بلند کرنے کا انتظام کرتی تاکہ قوم یہ بات جان لے کہ اس کے گھر کوئی مہمان آیا ہے۔ لوگ جب دھواں دیکھتے تو بے حیائی کا ارتکاب کرنے والے لوگ ٹولیوں کی صورت گھر کی طرف دوڑتے تاکہ بستی میں آنے والے مہمان کے سامنے اپنی کمینگی کا بھرپور مظاہرہ کرسکیں۔

لوط علیہ السلام کی بیوی نے اپنے کفر پر اور اللہ کے اس دین میں خیانت کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا جس دین کی دعوت اس کا خاوند لوگوں کو دیا کرتا تھا۔ بلکہ وہ لوط علیہ السلام کو زچ کرنے کے لیے اس کے خلاف ہر حربہ استعمال کرتی۔ اور قوم کے بڑے بڑے مجرموں کو اس بات پر اکساتی کہ وہ لوط علیہ السلام کو جھٹلائیں اور اسے اللہ کی راہ سے روکیں۔ اور اس سے بڑھ کر اس کا جرم یہ تھا کہ یہ اپنے خاوند کے ہر راز کو افشاں کرتی دین کی دشمنی کا بھرپور مظاہرہ کرتی اور دل میں اپنے خاوند کے خلاف منافقت کو کبھی ختم نہ ہونے دیتی۔ لوط علیہ السلام کے خلاف بھرپور مظاہرہ کرتی رہتی۔ اس صورتِ حال کے باجود لوط علیہ السلام نے اسے اپنی زوجیت سے الگ نہ کیا اور

اسے اپنے حبالۂ عقد میں لیے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کے خلاف جہنم کا فیصلہ صادر فرمادیا۔ اس سے پہلے نوح علیہ السلام کی بیوی کا تذکرہ بھی گزر چکا ہے۔ ان دونوں عورتوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں ان الفاظ میں کیا ہے۔

((ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَأَةَ نُوحٍ وَّامْرَاَةَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَا هُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلاَ النَّارَ مَعَ الدَّاخِلِيْنَ))۔ (التحریم : ۱۰)

خدا نے کافروں کے لیے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے۔ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے گھر میں تھیں اور دونوں نے ان کی خیانت کی تو وہ خدا کے مقابلے میں ان عورتوں کے کچھ بھی کام نہ آئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ اور داخل ہونے والوں کیساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔

امام ابوزکریا یحییٰ بن زیاد الفراء بیان کرتے ہیں کہ نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بیویوں کو ان کے شوہروں کے ایمان نے کوئی فائدہ نہ دیا اور نہ ہی بیویوں کا نفاق اپنے خاوندوں کو کوئی نقصان پہنچا سکا کیونکہ قانونِ قدرت یہ ہے کہ عذاب الٰہی اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت سے ٹلتا ہے نا کہ کسی کے وسیلے سے اور نہ ہی دوسروں کی نیکیوں کے بل بوتے پر اپنے چھٹکارے کا ارادہ کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوط علیہ السلام کی بیوی نے اللہ کے دین کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے کے لیے بڑے ہی گھناؤنے کردار اور خیانت کا ارتکاب کیا۔ جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم کی آگ کے سپرد کرنے کا فیصلہ سنا دیا اور یہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

میرے رب میری مدد کر:

اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور اس کے ماننے والوں کو پاک صاف کر دیا مگر اس کی بیوی کو اپنی

قوم کے ساتھ کفر میں ہی رہنے دیا۔ یہ ساری قوم سرکشی پر اتری ہوئی تھی آئے دن اللہ کے نبی کو دھمکیاں دیتی اسے جھٹلاتی اور اس سے یہ مطالبہ کرتی کہ جس دردناک عذاب سے تم ہمیں ڈراتے رہتے ہو اسے لے آؤ۔ قوم کے اس مطالبے کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں کچھ اس انداز میں بیان کیا ہے۔

((ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ))۔ (العنکبوت : ۲۹)

اگر تم سچے ہو تو ہم پر عذاب لے آؤ۔

لوط علیہ السلام کا دل غم آلود ہوا اور انہیں یہ محسوس ہونے لگا کہ شدتِ غم سے ان کا دل پارا پارا ہو جائے گا۔ انہوں نے ملک بھر میں اس قسم کا شر اور فساد کبھی نہ دیکھا تھا۔ جس میں ان کی کافر اور فاجر قوم بری طرح غرق ہو چکی تھی۔ سدوم بستی کے علاوہ انہوں نے کہیں بھی لوگوں کو سرِ عام غیر فطری انداز میں بے حیائی کا ارتکاب کرتے نہیں دیکھا۔ لوط علیہ السلام اس صورت حال سے بڑے ہی رنجیدہ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ قوم فسادی ہے لیکن انہیں یہ گمان تک نہ تھا کہ قوم کا فساد کمینگی کی اس حد تک پہنچ چکا ہے۔ کہ قوم اب قیامت کے دن سے بھی نہیں ڈرتی جس دن کا شر چار سو پھیلا ہوا ہے۔

انہوں نے رنگا رنگ کا ظلم وستم دیکھا۔ فساد کی مختلف شکلیں دیکھیں۔ انہوں نے بچشم خود یہ منظر بھی دیکھا کہ سردار اپنے غلاموں کو دردناک سزائیں دے رہے ہیں۔ ہر جگہ گھٹیا جرائم کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ انہوں نے اس بات کا بھی مشاہدہ کیا کہ سدوم بستی کے باشندے ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔ لوگوں کا مال چھین رہے ہیں۔ ان کے دل نرمی اور شفقت سے نا آشنا ہیں اور وہ ایسی بدترین مخلوق بن چکے ہیں کہ جو خبیث اور پاکیزہ چیز کے درمیان فرق نہیں محسوس کرتی اور جب لوط علیہ السلام نے دیکھا کہ حق کی دعوت ان کے دلوں پر اثر انداز نہیں ہو رہی اور ایمان کی

صدا ان کے پتھر دلوں کو نہیں چھو رہی جن کے دل گمراہی کی وجہ سے زنگ آلود ہو چکے ہیں۔ اس صورتِ حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے انہوں نے اللہ رب العالمین کی طرف توجہ کی جو تمام مرسلین کا معبودِ حقیقی ہے کہ وہ اس کی فسادی قوم کے مقابلے میں مدد کرے۔ اور آپ نے اس ذات کے حضور فریاد کرتے ہوئے صدا دی جو ہر چیز کا رب ہے۔ آپ کی اس صدا کے الفاظ قرآنِ مجید میں کچھ اس انداز میں مذکور ہیں۔

((رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ))۔ (العنکبوت : ۳۰)

اے میرے پروردگار ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں مجھے نصرت عنایت فرما۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا آپ کے مطالبے کو پورا کیا۔ اللہ کا برحق وعدہ قریب آ گیا۔ اور اپنے ان قاصدوں کو بھیجا جو کبھی بھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور ہمیشہ وہی کرتے ہیں جن کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے معزز فرشتوں کی ایک جماعت کو لوط کی بیوی سمیت تمام فسادی قوم کو تباہ و برباد کرنے کیلئے بھیج دیا اب ہم اس ظالم قوم کے انجام کا مشاہدہ کریں گے۔ کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کیسے مسلط کیا گیا۔ اللہ کے عدل وانصاف پر مشتمل حکم کی تفصیلات جس کو فرشتوں کی جماعت نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کے مطابق قوم پر نازل کیا۔ یہ دن کافروں پر آسان نہ تھا۔ آیئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشموں کو ملاحظہ کریں۔

ہم لوط علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو ضرور نجات دیں گے مگر اس کی بیوی......:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

((وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا

يَوْمٌ عَصِيبٌ))۔ (ھود : ۷۷)

اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان (کے آنے) سے غمناک اور تنگ دل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑی مشکل کا دن ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کو نافذ کرنے کیلئے جن فرشتوں کو بھیجا گیا وہ جبریل، میکائیل اور اسرافیل تھے۔ یہ فرشتے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے۔ انہیں اور ان کی بیوی کو ایک بیٹے کی خوشخبری دی پھر آپ کو انہوں نے اس ربانی مہم کے بارے میں بتایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں سونپی گئی تھی۔ تاکہ وہ سدوم بستی کے باشندوں کو ہلاک کر دیں جنہوں نے اپنی جانوں پے ظلم رواں رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے راز دارانہ انداز میں کہا جسے قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

((اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ))۔ (العنکبوت : ۳۱)

کہ ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کر دینے والے ہیں۔

لیکن سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم لوط کے بارے میں فرشتوں سے بحث شروع کر دی۔ آپ کا دلی ارادہ تھا کہ یہ فرشتے رب تعالیٰ کی طرف واپس چلے جائیں اور آپکی بات کو مان لیں۔ قوم کے گناہوں اور نافرمانیوں کی بناء پر اسے تباہ و برباد نہ کریں اور نہ ہی رسوائی کا نشانہ بنائیں ممکن ہے قوم ہدایت کے راستے کی طرف لوٹ آئے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے بردبار، دردمند، غم گسار اور اللہ کی یاد میں سرشار رہنے والے برگزیدہ پیغمبر تھے۔ فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا ہم اس بستی کے باشندوں کو ہلاک کر کے چھوڑیں گے۔ کیونکہ یہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ اس میں پچاس مسلمان بھی رہائش پذیر ہیں۔ انہوں نے کہا ان پچاس کو ہم ہرگز کوئی

تکلیف نہ دیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے ہی دردمندانہ انداز میں شفقت بھرے اسلوب میں فرمایا کہ اگر ان میں چالیس مسلمان رہائش پذیر ہوں تو فرشتوں نے کہا کہ ہم چالیس کو بھی بچالیں گے۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اگر اس میں تیس ہوں تو۔ فرشتوں نے فرمایا ہم تیس کو بھی کوئی تکلیف نہیں دیں گے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اگر اس میں بیس مسلمان ہوں تو فرشتوں نے کہا اے ابراہیم علیہ السلام بیس ہوں تو بھی ہم ان کو بچالیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا اگر دس مسلمان ہوں تو انہوں نے کہا کہ دس کو بھی ہلاک نہیں کیا جائے گا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات کہی۔ تو پتہ چلا کہ اس قوم میں لوط علیہ السلام کے ماننے والوں میں دس آدمی بھی نہیں تھے۔ اللہ کے فرشتوں نے قومِ لوط کا پوری طرح جائزہ لینے کے بعد خلیل الرحمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بات بتائی کہ قوم لوط علیہ السلام میں دس ایمان لانے والے بھی نہیں ہیں۔ اللہ کے فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قومِ لوط علیہ السلام کے بارے میں حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا کہ شر اور فساد اس قوم کی گھدی میں پڑ چکی ہے اور خبائث اور رزائل کینسر کی طرح ان کے جسموں میں سرائیت کر چکا ہے۔ وہ گناہ کے ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں اور خواہشات کے سمندر میں ہر وقت ڈبکیاں لیتے رہتے ہیں۔ وہ ایسی زندگی بسر کرتے ہیں جو قوانین فطرت کے خلاف تھی۔ اللہ تعالیٰ کا حتمی فیصلہ صادر ہوا اللہ رب العزت نے حکمی انداز میں ارشاد فرمایا:

((يَـٰٓإِبْرَٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَـٰذَآ ۖ إِنَّهُۥ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۖ وَإِنَّهُمْ ءَاتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ)). (ھود: ۷۶)

اے ابراہیم اس بات کو جانے دو۔ تمہارے پروردگار کا حکم آ پہنچا ہے اور ان لوگوں

پر عذاب آنے والا ہے جو کبھی نہیں ٹلنے کا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا اس پہ ذرا غور کریں کہ اے ابراہیم علیہ السلام چھوڑو اس بات کو یہ انداز اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب کسی قوم کو تباہ و برباد کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے اور ان پر رب العالمین کی طرف سے عذاب کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ جو ہر چیز کا رب ہے۔ جس کے حکم کو رد نہیں کیا جا سکتا جس کے بھیجے ہوئے عذاب کو ٹالا نہیں جا سکتا اور نہ ہی اس کے حکم کا کوئی تعاقب کرنے والا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پہچان گئے کہ اللہ تعالیٰ لوط اور اس کے ماننے والوں کو نجات عطا فرما دیں گے مگر اس کی بیوی کو عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اسے وہی عذاب دیا جائے گا جو دوسری قوم کو۔ اس لیے کہ اس نے دعوت حق کو ماننے سے انحراف کیا۔ جان بوجھ کر اندھی اور بہری بنی رہی۔ اپنے رب کے حکم کی اس نے نافرمانی کی۔ بالآخر اسے وہی خمیازہ بھگتنا پڑا جو اس سے پہلے نوح علیہ السلام کی بیوی کو پیش آیا تھا۔

فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس روانہ ہوئے وہ سدوم بستی میں جانے کا ارادہ کیے ہوئے تھے وہ وہاں خوبصورت جوانوں کی صورت میں وارد ہوئے۔ جب وہ لوط علیہ السلام کی بستی میں پہنچے تو وہاں وہ اپنی زمین میں کام کر رہے تھے انہوں نے لوط علیہ السلام سے مہمان نوازی کا مطالبہ کیا۔ یہ تقریباً عصر کے تھوڑی دیر بعد کا وقت تھا۔ لوط علیہ السلام کو یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر وہ ان کی مہمان نوازی نہیں کریں گے تو بستی کا کوئی اور باشندہ مہمان نوازی کر دے گا۔ لوط علیہ السلام نے ان مہمانوں کو انسان سمجھا۔ آپ نے ان کی طرف نظر اٹھائی تو وہ آپ کو حسن و جمال کے پیکر دکھائی دیے۔ حضرت لوط علیہ السلام کو اس دن بڑی فکر لاحق ہوئی کہ وہ ان کو قوم کی دستبرد سے کیسے بچا سکیں۔ کیونکہ وہ اپنی قوم کے سفلی جذبات اور مجموعی سطح پر بدکرداری بے حیائی' بے غیرتی اور کمینگی کے بارے میں خوب اچھی طرح جانتے تھے۔ لوط علیہ السلام کو اپنے مہمانوں سے شرم محسوس ہوئی اور ان کے آگے آگے چل دیے۔ ان کے ساتھ گفتگو کرنے میں آپ پہلو تہی

اختیار کرنے لگے آپ کا دلی ارادہ یہ تھا کہ وہ اس بستی سے چلے جائیں جس کے باشندے بہت ظالم ہیں اور وہ کسی اور بستی میں جا ٹھہریں۔ غم کے آثار ان کے چہرے پر نمایاں دکھائی دے رہے تھے اس کیفیت کو قرآنِ مجید میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

((وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ))۔ (ھود : ۷۷)

وہ ان سے غمناک اور تنگ دل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بڑا مشکل کا دن ہے۔

پھر آپ ان سے کہنے لگے مہمانانِ گرامی میری بات ذرا غور سے سنیں اس روئے زمین پر اس بستی کے باشندوں سے بڑھ کر کوئی زیادہ خبیث نہ ہوگا۔ پھر آپ چند قدم چلے اور چار مرتبہ پھر ان سے یہی بات کی۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ فرشتوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ قومِ لوط علیہ السلام کو ان کے نبی کی آنکھوں کے سامنے تباہ و برباد کریں۔ لوط علیہ السلام فرشتوں کے ساتھ چلے جا رہے تھے اور ان کا دل خوفزدہ تھا اور وہ کسی آنے والے خطرے کو بھی بھانپ رہے تھے۔ وہ اپنے مہمانوں کے ساتھ چلتے ہوئے ادھر اُدھر جھانک رہے تھے۔ مہمانوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کیا شک پڑ گیا ہے۔ آپ نے جواب دیا میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اس بستی کے رہنے والے سب سے بڑھ کر بدکردار ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بڑے فسادی اور خبیث لوگ ہیں۔ لوط اور ان کے مہمان اس بستی کی طرف چلے جا رہے تھے جہاں خبائث کا ارتکاب ہوتا تھا۔ لوط علیہ السلام کے دل میں یہ بات بار بار آ رہی تھی کہ اگر سدوم بستی والوں نے مہمانوں کو دیکھ لیا تو کیا ہوگا۔ آپ بستی والوں سے مہمانوں کو کس طرح بچائیں گے۔ جبکہ آپ تنہا ہیں۔ لوط علیہ السلام اور مہمان گھر پہنچے یہ مہمان گھر میں داخل ہوئے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حسن و جمال عطا کیا ہوا تھا۔ مہمانوں کی آمد کا لوط علیہ السلام اور اس کی بیوی اور دو بیٹیوں کے علاوہ کسی کو بھی علم نہیں تھا۔ بستی والوں میں سے کوئی بھی مہمانوں کو نہ جان سکا۔ لوط نے اس

پر اپنے رب کا شکر ادا کیا۔ لوط علیہ السلام کی بیوی نے جب ان مہمانوں کو دیکھا تو اس پر دیوانگی طاری ہوگئی۔ اس نے دل میں سوچا کہ اب وہ قوم کو کس طرح اطلاع کرے۔ یہ تو بڑا قیمتی شکار ہاتھ لگا ہے۔ یہ اطلاع دینے پر قوم کے ہاں ان کی اہمیت بہت بڑھ جائے گی۔ واہ رے یہ تو میرے لیے بڑی سعادت کی گھڑی ہے۔ جلد ہی مہمانوں کی آمد کی خبر پوری بستی میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ لوط علیہ السلام کی بیوی نے گھر میں آگ روشن کی تاکہ بستی والے مہمانوں کی موجودگی کو جان لیں۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس ان کی مجلس میں جا پہنچی تاکہ جو لوگ اس کے گھر میں آگ کے شعلے کو نہیں دیکھ پائے ان کو بھی اطلاع دے دی جائے۔ اس نے قوم کے چند لوگوں سے کہا میں نے کچھ ایسے آدمی گھر میں دیکھے ہیں کہ آج تک ان جیسے حسین و جمیل انسان میں نے نہیں دیکھے۔ وہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہیں ان کی بیٹیاں ان کے لیے کھانا تیار کر رہی ہیں۔ تم میرے ساتھ ابھی چلو۔ یہ کہہ کر وہ کچھ دوسرے لوگوں کے پاس دوڑ کر پہنچی اور کہا آج رات لوط علیہ السلام کے پاس کچھ نوجوان مہمان ٹھہرے ہیں۔ ان جیسا حسین و جمیل میں نے آج تک نہیں دیکھا اور بڑی ہی خوشگوار خوشبو ان سے آرہی ہے۔ جلدی جلدی وہاں پہنچیں کہیں وہ وہاں سے چل نہ دیں۔ قوم ٹڈی دل کی طرح دوڑی آئی لوط علیہ السلام کے گھر پہنچی۔ ہر ایک پر فسق و فجور بے حیائی و بے غیرتی اور شیطنت کا بھوت سوار تھا۔ قوم کے افراد لوط علیہ السلام کے گھر کے دروازے پر آ کر باولے کتے کی طرح ہانکنے لگے۔ لوط علیہ السلام ان فاسق و فاجر لوگوں کے رزیل اور خباثت بھرے ارادوں کو جان گئے۔ فاسق قوم کے افراد نے بے حیائی کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے یہ کہا کہ اے لوط علیہ السلام کیا ہم نے آپ کو مہمانوں کا استقبال کرنے سے روکا نہیں تھا۔ کیا تم جانتے نہیں ہو کہ ہمارے ارادے کیا ہیں۔

لوط علیہ السلام نے بڑے نرم لہجے سے اپنی قوم کے افراد کو یہ کہا۔

((وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ))۔ (ھود : ۷۸)

اور میرے مہمانوں میں میری آبرو نہ کھوؤ۔

لوط علیہ السلام نے ان کے احساس کو جگانا چاہا جو مدتوں پہلے سو چکا تھا۔ آپ نے یہ ارادہ کیا کہ انہیں فطرتِ سلیمہ کے مطابق معاشرتی زندگی گزارنے کی نصیحت کریں۔ لوط علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم رشتہ ازواج میں منسلک ہو جاؤ اور بے حیائی کے قریب تک نہ پھٹکو اس طرح انہیں خیر و بھلائی کی طرف دعوت دی اور اس موقع پر قوم کو ھولاء بناتی کہہ کر فطرت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا اشارہ دیا اور انہیں اس طرف توجہ دلائی کہ پاکیزگی اور طہارت کا یہی راستہ ہے۔ اور اس طرح ان خابیدہ احساسات کو بیدار کرنے کے لیے کوشش کی جو عرصہ دراز سے سو چکے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ قوم کو تقویٰ کی زندگی اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

((اے میری قوم فَاتَّقُوا اللّٰهَ اللہ سے ڈر جاؤ)) ۔ (ھود : ۷۸)

ان تمام تر کوششوں کے بعد لوط علیہ السلام نے ان کی خابیدہ غیرت کو بیدار کرنا چاہا تاکہ یہ رات باخیر و عافیت گزر جائے۔ آپ نے قوم سے درد بھرے انداز میں یہ کہا کہ دیکھو تم مجھے میرے مہمانوں کے سامنے شرمندہ نہ کرو۔ کیونکہ مہمان داری کے آداب میں یہ بات شامل ہے کہ مہمان کا پوری طرح خیال رکھا جائے اور اسے کسی قسم کی پریشانی اور تکلیف نہ دے۔ آپ نے جوان سے کہا قرآن حکیم میں کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

((وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ))۔ (ھود : ۷۸)

اور تم مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو۔

آپ کی یہ بات سن کر قوم پر خاموشی چھا گئی کسی نے بھی آپ کی بات کا کوئی جواب نہیں

دیا۔ جب لوط علیہ السلام نے یہ صورت حال دیکھی کہ یہ لوگ تو خیر و بھلائی کے اعتبار سے تہی دامن ہو چکے ہیں اور ان کے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں تو آپ نے ان لوگوں سے کہا۔

((أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ))۔ (ھود : ۷۸)

کہ تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے قوم کو ہر ممکن برائیوں سے بچایا اور تھک ہار کر ان کے بارے میں یہ شہادت دے دی کہ ان میں ایک بھی غیرت مند آدمی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سب فاسد' فاجر اور پرلے درجے کے احمق ہیں اور یہ لوگ گناہوں کے اتھاہ سمندر میں غرق ہو چکے ہیں۔ لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ قوم نے ان کی باتوں کا کیا جواب دیا؟ قوم نے اپنے نبی سے کیا کہا؟ کیا اس نے نبی کی بات کو مان لیا؟ کیا ان کے درد بھرے الفاظ ان کے دلوں پر اثر انداز ہوئے؟ کیا یہ الفاظ ان کے خابیدہ احساسات کو بیدار کرنے کا باعث بن سکے؟ نہیں بالکل نہیں ان کے کانوں اور دلوں پر تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہر ثبت ہو چکی تھی اور ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ قوم کے تمام لوگوں کا ایک ہی جواب تھا کہ ہم اپنی عادات کو چھوڑ نہیں سکتے۔ لوط علیہ السلام کی قوم اپنی ہٹ دھرمی پر اڑی رہی۔ اس نے قطعاً کوئی عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔ بلکہ نہایت ہی بیہودگی سے اپنی سفلی خواہشوں کا اظہار کیا۔ قوم کو اپنی بدتمیزی اور بے حرمتی پر کوئی شرمندگی نہ تھی۔ دراصل یہ قوم شرم و حیاء سے بالکل عاری ہو چکی تھی۔ قوم نے لوط علیہ السلام سے جو کچھ کہا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

((قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ))۔ (ھود : ۷۹)

انہوں نے جواب دیا تجھے تو معلوم ہی ہے کہ تیری بیٹیوں میں ہمارا کوئی

حصہ نہیں ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔

اللہ اکبر انہوں نے اپنے پیغمبر کے روبرو کتنی بیہودہ بات کہہ دی۔ وہ دردناک عذاب دینے والے اور سخت گرفت کرنے والے اللہ جبار و عظیم کے غلبے سے بھی خوفزدہ نہیں ہوئے۔ اور پھر اللہ کی توفیق سے ایک لمحہ ایسا آیا کہ حضرت لوط علیہ السلام ایک مضبوط پناہ کی تلاش میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ کیونکہ اللہ رب العزت کے سوا کوئی بھی ان کی مدد کرنے والا نہیں تھا اور پھر نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ لوط علیہ السلام اپنے گھر کا دروازہ بند کئے ہوئے قوم کے بیہودہ لوگوں کو گھر کے اندر آنے سے روکنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ وہ اندر سے انہیں سمجھا رہے تھے۔ لیکن وہ دروازہ کھولنے یا توڑنے پر آمادہ دکھائی دے رہے تھے۔ جب حضرت لوط علیہ السلام کی بے بسی اور پریشانی اپنی انتہا کو پہنچ گئی تو ان کے وہ اجنبی مہمان اٹھے اور لوط علیہ السلام کو اشارہ کیا کہ آپ یہاں سے پیچھے ہٹ جائیں اور بڑے ہی محبت بھرے انداز میں بتایا کہ ہم انسانی شکل میں اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ پھر قرآن حکیم میں فرشتوں کی اس بات کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

((يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَصِلُوْٓا إِلَيْكَ ......))۔ (ھود : ۸۱)

اے لوط ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ یہ لوگ آپ تک ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے۔

اس نازک مرحلے پر فرشتوں نے انہیں سمجھایا کہ ہم اللہ کے پیغام رساں ہیں ہم عام انسان نہیں بلکہ فرشتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو نافذ کرنے کی مہم پر بھیجے گئے ہیں ان فرشتوں نے بلند آواز میں آپ سے کہا کہ ڈرو نہیں ان فاسد فاجر لوگوں میں سے کوئی ایک بھی آپ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس کے بعد فرشتوں نے اپنے ہاتھ قوم کی طرف بڑھائے اور اللہ کے حکم سے ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن العزیز میں اس منظر کو ان الفاظ میں

بیان کیا ہے۔

((وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ))۔ (القمر : ۳۷)

پھر انہوں نے اسے اپنے مہمانوں کی حفاظت سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ آخر کار ہم نے ان کی آنکھیں موند دیں کہ چکھو اب میرے عذاب اور میرے تنبیہات کا مزا۔

بیوی کو بھی وہی عذاب لاحق ہوگا جو قوم کو ہوگا:

لوط علیہ السلام کا دل مہمانوں کی طرف سے مطمئن ہو گیا۔ اللہ رب العزت کی طرف سے لوط علیہ السلام کے لیے یہ حکم صادر ہوا کہ وہ اپنے ماننے والوں کو رات کے آخری پہر میں اپنے ساتھ لے کر بستی سے نکل جائیں۔ فرشتوں نے آپ کو اور اہل ایمان کو جو تلقین کی اس کے الفاظ قرآن مجید میں اس طرح درج ہیں۔

((وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ))۔ (ھود : ۸۱)

اور تم میں سے کوئی (پیچھے) پھر کر بھی نہ دیکھے۔

جس وقت اس قوم پر عذاب نازل ہو رہا ہو اور بھیانک آوازیں آ رہی ہوں۔ تو اہل ایمان میں سے کوئی ایک فرد بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ بلکہ ناک کی سیدھ سیدھے چلتے جائیں اور پھر انہیں یاد دلایا کہ لوط علیہ السلام کی کافر اور ظالم بیوی کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا جو اس کی قوم کے ساتھ روا رکھا جائے گا۔ لہذا اسے اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ کیونکہ اس نے حد سے تجاوز کیا ہے، اس پر اللہ رب العزت کا حکم نافذ ہو گیا لہذا وہ تمہارے اس اہل میں شامل نہیں ہو سکتی جس کے لئے نجات اور سعادت مقدر کر دی گئی ہے۔ اور اس کے بارے میں یہ حکم الٰہی

نازل ہوا۔

((قَدَّرْنَآ اِنَّهَا لَمِنَ الْغَابِرِيْنَ))۔ (الحجر : ٦٠)
اس کی نسبت ہم نے تجویز کر رکھا ہے کہ وہ اسی مجرم قوم میں رہ جائے گی۔

فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو ظالم ہٹ دھرم، سرکش اور پتھر دل لوگوں کی تباہی و بربادی کی اطلاع دیتے ہوئے بتایا۔

((اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ))۔ (ھود : ٨١)
انکی تباہی کیلئے صبح کا وقت مقرر ہے۔صبح ہوتے اب دیر ہی کتنی ہے۔

قسم ہے میرے رب کی ان فاجر و فاسق لوگوں کی صبح بہت ہی قریب اور سخت ہے۔اور حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی ظالم قوم کی بستی سے کوچ کر جانے کی رات کے آخری پہر میں پوری تیاری کر لی۔کیونکہ انہوں نے یہاں سے فوری طور پر چلے جانا تھا۔لہذا وہ صبح طلوع ہونے سے پہلے ہی بستی سے چل دیے تا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہو اور اللہ تعالیٰ کا کیا ہوا فیصلہ پورا ہو جائے۔رات ختم ہی ہوا چاہتی تھی صبح کا ملگجا ابھی فضا پر چادر تانے ہوئے تھا۔کہ حضرت لوط علیہ السلام اپنی دونوں بیٹیوں کو لے کر وہاں سے چل پڑے آپ ابھی بستی سے تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ زمین پر صبح کا سفیدہ چھانے لگا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم کی تعمیل کیلئے فوجیں روانہ کر دیں۔انہوں نے اس مہم کو پورا کرنا تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں سونپ رکھی تھی اور یہ مہم کئی مراحل پر مشتمل تھی۔

۱۔ بستی کو فاجر و فاسق لوگوں سمیت الٹ دینا۔فرشتوں نے سدوم بستی کو بلندی پر لیجا کر پلٹ دیا۔اس طرح بستی کا اوپر والا حصہ نیچے اور نیچے والا حصہ اوپر ہو گیا۔

۲۔ صبح کے وقت آسمان کی طرف سے خوفناک چیخ آئی جس نے ہر جاندار کے آثار خطا

کر دیئے۔

۳۔ مزید اس قوم پر نوکیلے پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ جس سے بستی والوں کا کچومر نکال دیا گیا۔ اس طرح لوط علیہ السلام کی قوم تباہ و برباد ہوگئی اور لوط علیہ السلام کی بیوی بھی قوم کے ساتھ ہی ہلاک کر دی گئی۔ اور اس کا انجام وہی ہوا جو نوح علیہ السلام کی بیوی کا ہوا تھا۔ دونوں دوزخ کا ایندھن بن گئیں۔

ا۔ لوط علیہ السلام کی بستی مٹ گئی ۲۔ اس بستی کے لوگوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ ۳۔ لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ہلاک ہوگئی اور بستی میں کسی شخص کو بھی زندہ باقی نہ چھوڑا گیا۔ ان لوگوں پر کسی نے افسوس نہ کیا۔ اور نہ ہی ان پر زمین و آسمان روئے اور عذاب اس صورت میں نمودار ہوا کہ پوری بستی انتہائی کڑوے پانی کی جھیل بن گئی جس میں کسی قسم کی بھی زندگی کے آثار باقی نہ چھوڑے گئے اور یہ جھیل آج کل بحرِ مردار کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ لوط علیہ السلام کی قوم کی یہ دردناک داستان عذاب سے ڈرنے والوں کیلئے ایک علامت بن کر رہ گئی اور بستی کے کھنڈرات عبرت کا نشان بن گئے۔ قرآن مجید میں ان الفاظ کو کچھ اس انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

((فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ))۔ (ھود: ۸۲_۸۳)

پھر جب ہمارے فیصلہ کا وقت آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کو تل پٹ کر دیا اور اس پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر تابڑ توڑ برسائے جن میں سے ہر پتھر تیرے رب کے ہاں نشان زدہ تھا اور ظالموں سے یہ سزا کچھ دور نہیں ہے۔

یہ تھی لوط علیہ السلام اور ان کی بیوی کی داستان ہے کوئی ان سے عبرت حاصل کرنے والا۔

زمانۂ جاہلیت کے مشہور و معروف شاعر امیہ بن ابی الصلت نے لوط علیہ السلام کی قوم اور ان کی بیوی کی داستان کو کچھ اسطرح بیان کیا ہے۔

ثم لوطا أخا سدوم أتاها
اذأتاها برشدها وهداها

راو دوه عن ضيفه ثم قالوا
قد نهيناک أن تقيم قراها

عرض الشيخ عند ذاک بنات
کظباء باجرع مرعاها

غضب القوم عند ذالک وقالوا
أيها الشيخ خطبة نأباها

اجمع القوم أمرهم و عجوز
خيب الله سعيها ولحاها

أرسل الله عند ذاک عذاباً
جعل الأرض سفلها أعلاها

۷. ورماها بحاصب ثم طين
ذي حروف مسوم اذ رماها

۱۔ پھر لوط علیہ السلام سدوم بستی میں اس کے باشندوں کی رہنمائی اور ہدایت کیلئے تشریف لائے۔ اور یہ بستی والوں کے بھائی بند تھے۔

۲۔ قوم کے لوگوں نے لوط علیہ السلام کے مہمانوں کو طلب کیا پھر انہوں نے لوط علیہ السلام سے کہا کہ ہم

نے تمہیں انکی مہمان نوازی سے منع کیا تھا۔

۳۔ شیخ نے اس موقع پر بڑے ہی سہمے انداز میں اپنی قوم کو شرم دلاتے ہوئے قوم کی بیٹیوں کی طرف اشارہ دیا۔

۴۔ قوم اس موقع پر ناراض ہوگئی اور انہوں نے کہا اے شیخ ہمیں وعظ ونصیحت اور تقریر سے کوئی نصیحت نہیں۔

۵۔ قوم ساری کی ساری ایک ہی مطالبے پر جمع تھی اور اس کے ساتھ وہ بدبخت بوڑھی خاتون بھی تھی جس کا بہت برا انجام ہوا۔

۶۔ اللہ نے اس موقع پر ایک عذاب بھیجا جس نے زمین کو زیروزبر کردیا۔

۷۔ اوران کے اوپر ایسے نوک دار پتھروں کی بارش برسائی جن پر نشان لگے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو نجات حاصل فرمادی لیکن انکی بیوی کا کام ان لوگوں کے ساتھ تمام کردیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی لپیٹ میں آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جہنم رسید کردیا۔

سیدنا لوط علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مدینۃ الخلیل میں جا ٹھہرے:

تاریخی آثار بتاتے ہیں کہ آپ درج ذیل مقامات پر رہائش پذیر ہوئے۔ شیخ عبدالغنی النابلسی الھروی سے روایت کرتے ہیں کہ لوط علیہ السلام نے یاقین نامی بستی میں رہائش اختیار کی۔ اس سے پہلے آپ زغر میں تشریف فرما ہوئے جب آپ نے عذاب الٰہی کے آثار کو دیکھا تو آپ وہاں سے چل دیے اور اس جگہ پر آپ سجدہ ریز ہوئے اور آپکی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔

((أيقنت أن وعدالله حقٌ))

میں نے یقین کرلیا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے۔

انہی الفاظ کی مناسبت سے اس جگہ کو یا قین کے نام سے پکارا جانے لگا ہے۔ تاریخی واقعات و آثار سے پتہ چلتا ہے کہ لوط علیہ السلام نے الخلیل شہر میں ہی وفات پائی۔ علامہ النابلسی اپنی تاریخ میں نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لوط علیہ السلام کی قبر کفر البریک میں ہے جو مسجد الخلیل سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوط علیہ السلام کی قبر کو دیکھنے کیلئے لوگ زمانۂ قدیم سے دور دراز کا سفر طے کر کے یہاں آتے ہیں۔ شیخ ابراہیم بن رفاعۃ الخلیلی نے اپنے قصیدے میں یہ شعر کہے ہیں۔

وبکفر البریک بورک فیھا
قبر لوط النبی بغیر ارتیاب
في مقام وجامع ورواق
نوره ساطع بتلک الرحاب
ومشھد فیه لوط زرقه فبدت
انواره بیقین عند یاقین

۱۔ بکفر البریک بہت مبارک جگہ ہے اور وہاں نبی لوط علیہ السلام کی قبر ہے جس میں کوئی شک نہیں۔
۲۔ وہ ایک ایسا جامع مقام ہے کہ جسکی روشنی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔
۳۔ اور ایک ایسی جگہ ہے جہاں لوط علیہ السلام کی مرقد ہے۔

میں نے اسے دیکھا تو مجھے یاقین مقام کے پاس یقینی طور پر انوار دکھائی دیئے۔

شیخ عبدالغنی النابلسی نے سیدنا لوط علیہ السلام اور انکی بیٹیوں کی قبر کا تذکرہ اپنے قصیدے میں

اس طرح کیا ہے کہ یہ قبریں الخلیل شہر کے حبرون محلے میں واقع ہیں۔ انکے قصیدے کے اشعار ملاحظہ کیجئے۔

مقام لوط نبيّ الله معمور
في أرض حبرون بالخيرات مغمور
في قريه سميت كفر البريک سمت
بمن بها مع من داناه مقبور
بنات سيدنا لوط هناک وقد
زرنا لهم مشهد امن دونه سور
هم آل ياقين لا زالت فضائلهم
تسمو ومنهم علينا يشرق النور
وبا ليقين تسمي الناس مسجد هم
من زارهم فهو بالأنوار مسرور

۱۔ اللہ کے نبی لوط علیہ السلام کی جگہ بڑی آباد ہے۔ اور وہ حبرون کی زمین میں واقع ہے۔ اور خیر وبھلائی سے اٹی پڑی ہے۔

۲۔ کفر البریک بستی کا بڑا بلند مقام ہے۔ اس میں بڑے بلند مرتبے والے دفن ہیں۔

۳۔ سیدنا لوط علیہ السلام کی بیٹیاں بھی وہاں مدفون ہیں ایک چار دیواری کے اندر ہم نے ان کی قبریں دیکھیں۔

۴۔ وہ یاقین کے باشندے ہیں ان کے فضائل ومراتب بیشمار ہیں اور ان کا نور چمکتا دمکتا ہے۔

۵۔ یاقین میں لوگوں نے وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کی ہے۔ جو بھی وہاں جاتا ہے وہ روشنی سے خوشی پاتا ہے۔

آخر میں ہم قارئین کو لطف اندوز کرنے کیلئے ان کے کانوں اور زبانوں کو ان رسیلے خوشنما اور ترنم بھرے کلمات سنانے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے۔

((رَبَّنَآ اِنَّکَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَیْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ☆رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ أَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ کَفِّرْ عَنَّا سَیِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ)) ۔ (آل عمران: ۱۹۲، ۱۹۳)

اے رب ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے‘ تو نے جسے دوزخ میں ڈالا اسے درحقیقت ذلت ورسوائی میں ڈال دیا‘ اور پھر ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ مالک ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا کہ اپنے رب کو مانو‘ ہم نے اس کی دعوت قبول کرلی‘ پس اے ہمارے آقا‘ جو قصور ہم سے ہوئے ہیں ان سے درگزر فرما‘ جو برائیاں ہم میں ہیں ان کو دور کردے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر.......... (آمین)

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ مفحمات الاقران .... (ص ۱۹۹)

۲۔ غرر التبیان .... (ص ۵۱۴)

۳۔ البدایہ والنہایہ .... (۱/۱۸۸)

۴۔ تفسیر الخازن .... (۷/۱۲۲)

۵۔ التفسیر الکبیر .... (۳۰/۴۵)

۶۔ مروج الذھب .... (۱/۴۶)

زوجہ حضرت اسماعیل علیہ السلام

- یہ ہر اس خاتون کیلئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے جود وکرم کا ایک اعلیٰ نمونہ تھی۔

- یہ اپنے خاوند کی اطاعت گزار' شکر گزار تعریف کرنے والی اور قناعت کرنے والی خاتون تھی۔

- سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس کیلئے برکت کی دعا کی اللہ نے اسکی اولاد میں برکت ڈالی۔اس کے بارہ بیٹے تھے۔

زوجہ اسماعیل علیہ السلام

اللہ اپنے ماننے والوں کو ضائع نہیں کرتا:

جب ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کے پاس اپنے اہل خانہ کو ٹھہرایا تو اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ اللہ رب العزت انکے مطالبات کو قبول فرمالے۔ کیونکہ وہی تو ہے جو لاچار کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے حفظ وامان کی نعمت کا مطالبہ کیا۔ حفظ وامان اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں میں سے بڑی بہتر نعمت خیال کی جاتی ہے۔ دین ودنیا کے کام امن و امان سے ہی پایائے تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ پھر آپ نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ توحید کی نعمت سے سرفراز فرمائے اور شرک سے بچائے۔ امن وامان اور توحید دو ایسی خاص نعمتیں ہیں کہ ان کے میسر آنے سے انسان عبادت کے راستے پر گامزن ہوتا ہے۔ جو اسے سدا بہار جنتوں میں پہنچانے کا باعث بنتا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ وہ لوگوں کے دلوں میں بیت اللہ کی محبت ڈال دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کے پاس دنیا کی سب سے محبوب چیز یعنی اپنے ننھے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑا۔ اور اسی طرح آپ نے اپنی بیوی ہاجرہ ام اسماعیل کو وہاں ٹھہرایا۔ یہ کام آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سرانجام دیا۔ آپ کو وحی کے ذریعے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ یاد رہے کہ اللہ کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی کہ اپنی بیوی ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو لے کر چل پڑو اور اس جگہ کی طرف لے چلو جہاں کی طرف میں تیری رہنمائی کروں۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے رب کی بخشش کی طرف جلدی سے قدم بڑھایا۔ ہاجرہ اور اسماعیل کو ساتھ لیا۔ جبکہ اسماعیل علیہ السلام دودھ پینے کی عمر میں تھے وہ ان دونوں کو لے کر اس سرزمین کی طرف چلے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ وہ روئے زمین پر سب سے پاکیزہ ٹکڑا کہلائے اور لوگوں کے ٹھہرنے اور امن کی جگہ کہلائے۔

بے آب وگیاہ وادی میں اللہ کے حکم کے مطابق پڑاؤ کیا۔ وہاں ابراہیم علیہ السلام ان کی بیوی اور بیٹا فروکش ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ مالک کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی بیوی اور بیٹے کو وہاں چھوڑ کر چل دیئے اور ان کے لیے ایک تھیلی کھجور اور پانی کا ایک مٹکا چھوڑا۔ اس موقع پر آپ نے یہ دعا کی۔

((رَبَّنَآ إِنِّیٓ أَسْکَنتُ مِن ذُرِّیَّتِی بِوَادٍ غَیْرِ ذِی زَرْعٍ عِندَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیٓ إِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَشْکُرُونَ))۔ (ابراہیم : ۳۷)

اے پروردگار میں نے اپنی اولاد میدان (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت و ادب والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔ اے پروردگار تاکہ یہ نماز پڑھیں تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ ان کی طرف جھکے رہیں اور ان کو میووں سے روزی دے تاکہ تیرا شکر کریں۔

وہ سبحان اللہ یہ دعا کتنی خوبصورت کتنی جامع اور نفع بخش ہے جس میں دنیا اور آخرت کی بھلائی پائی جاتی ہے۔ اس میں نماز قائم کرنے کا تذکرہ ہے جو بندے کو اپنے خالق سے ملاتی ہے۔ بیت اللہ کی محبت کا تذکرہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے منتخب کیا تاکہ وہ اس میں حج کے ارکان ادا کرسکیں۔ اور اس دعا میں رزق کا مطالبہ بھی ہے حالانکہ آپ یہ بات

جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسا چٹیل میدان ہے کہ جس میں رزق کے وسائل موجود نہیں ہیں بھلا پھل کہاں سے آئیں گے۔

علامہ الزمخشری رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "وارزقھم من الثمرات" کی تعریف بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ ایسی وادی میں جہاں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔ رہنے والوں کے لیے دوسرے شہروں سے ہر طرح کے پھل کھینچے چلے آتے ہیں۔ "لعلھم یشکرون" کی تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں بلاشبہ ایک ایسی وادی جہاں نہ پانی نہ کوئی پودا نہ درخت پایا جاتا ہو وہاں ہر قسم کے تازہ بہ تازہ پھلوں کا وافر مقدار میں ہر وقت موجود ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کو شرفِ قبول بخشا۔ کہ اس نے اس جگہ کو محترم اور امن والا بنا دیا جہاں ہر طرح کے پھل ہر طرف سے وافر مقدار میں ہر وقت پہنچ رہے ہیں۔ یہ واقعی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک بہت بڑا کرشمہ ہے کہ مشرق و مغرب کے ممالک کے پھل اور میوہ جات ہر وقت یہاں دستیاب ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک ایسی وادی ہے جو کھیتی باڑی کے لیے غیر موزوں ہے۔ نہ یہاں سبزہ ہے اور نہ پانی۔ ایسے مقام پر کثرت سے ہر طرح کے موسم کے پھلوں کا موجود ہونا بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب نشانی ہے۔ موسم سرما' گرما اور بہار کے پھل ایک ہی وقت میں وہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی ہاجرہ کو چھوڑ کر وہاں سے چلے گئے تو ہاجرہ نے اپنے اردگرد نظر دوڑائی تو کیا دیکھتی ہے کہ ہر طرف ریت کا ایک سمندر دکھائی دیتا ہے۔ دور دور تک وہاں نہ کوئی انسان ہے اور نہ جن۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی بیوی اور بیٹے کو چھوڑ کر جانے لگے تو بیوی نے پوچھا کہ آپ ہمیں یہاں کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں آپ نے فرمایا اللہ کے یہ بات سن کر اماں ہاجرہ نے وجد کی کیفیت میں بلند آواز سے یہ کہا:

لا یضیعنا اللّٰہ ...... لا یضیعنا اللّٰہ

اللّٰہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

یہ دل پذیر نعرہ بے آب و گیا وادی کی فضا میں بار بار گونجا۔ مکہ معظمہ اور اس کے کرب و جوار میں مکمل خاموشی طاری تھی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے اردگرد ہر چیز خاموش تھی۔ البتہ ان کے لخت جگر اسماعیل کی حرکات و سکنات کو دیکھ کر ان کی طبیعت میں خوشگوار تاثر پیدا ہوتا اور دل میں عجیب وغریب ارمان مچلنے لگتے۔ ذہن میں بیتے ہوئے دنوں کی یاد آتی اور خیال ہی خیال میں بیت المقدس پہنچ جاتی جہاں ان کا گھر تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نہایت ہی خوشگوار زندگی کے دن گزارے تھے۔ اچانک حضرت اسماعیل علیہ السلام رونے لگے تو اس کے رونے کی آواز سن کر خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا اسے گود میں اٹھایا اور دودھ پلانے لگیں۔ دودھ پلانے کے بعد چند کھجوریں اور مشکیزے سے چند گھونٹ پانی پیا۔ چند دنوں بعد کھجوریں اور پانی ختم ہوگیا۔ ہاجرہ علیہا السلام کو پیاس ستانے لگی اور آپ کی گود میں ننھے اسماعیل علیہ السلام سخت پیاس کی وجہ سے بلک بلک کر رونے لگے۔ اور زمین پر اپنی ایڑیاں رگڑنے لگے۔ یہ دلخراش منظر دیکھ کر حضرت ہاجرہ علیہا السلام تڑپ اٹھی اور بے خود ہو کر صفا پہاڑی پر دوڑنے لگی صفا پہاڑ پر پہنچ کر نظر دوڑائی کہ شاید کوئی انہیں پیاس سے نجات دلا دے۔ مگر وہاں کون تھا۔ پھر جلدی سے صفا سے اتری اور پھر جلدی سے دوڑ کر دوسری پہاڑی مروہ پر چڑھ گئی۔ وہاں چاروں طرف دیکھا مگر وہاں بھی آپ کو کوئی نظر نہیں آیا اور اس طرح ہاجرہ علیہا السلام نے صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر لگائے انہیں یہ امید تھی کہ شاید کوئی اسے نظر آجائے اور پیاس سے بلکتے ہوئے دودھ پینے والے بچے کو پانی مہیا کر سکے لیکن وہاں اسے کوئی بندہ بشر نظر نہ آیا۔ جب تکلیف برداشت سے باہر ہوگئی اور سخت پیاس کی وجہ سے حلق میں کانٹے پڑ گئے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوئی اس نے اپنے بیٹے کے پاس ایک سرسراہٹ سنی جب منہ پھیر کر

دیکھا تو بیٹے کے قدموں کے پاس پانی کا ایک چشمہ ابل رہا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وارفتگی کی حالت میں پانی کی طرف لپکی بچے کو پانی پلایا اور خود بھی جی بھر کر وہ پانی پیا۔ اور جلدی سے اپنا مشکیزہ بھرنے لگی۔ پھر چشمے کے ارد گرد مٹی سے ایک آڑ سی بنانے لگی تا کہ پانی وہاں جمع رہے اور پھیل کر ضائع نہ ہو جائے۔ پانی کو دیکھ کر ہاجرہ علیہا السلام کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور وہ اپنے رب کا شکر ادا کرنے لگی۔ ان کی زبان حمد و ثناء کا ترانہ الاپنے لگی۔ اپنے لختِ جگر اسماعیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو اس کے چہرہ پر رونق دکھائی دی۔ چہرہ تر و تازہ تھا۔ کیونکہ آب زم زم سے اسے سیراب کیا گیا تھا۔ اس پاکیزہ پانی کے قریب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ متعین تھا جس نے ہاجرہ علیہا السلام کو یہ بشارت دی کہ یہاں اللہ کا گھر تعمیر ہو گا۔ جسے آپ کا یہ لختِ جگر اور اس کے والد گرامی مل کر تعمیر کریں گے اور یہاں پر بسنے والوں کو اللہ ضائع نہیں ہونے دے گا۔ ہاجرہ علیہا السلام نے اپنے دل میں یہ جملہ بار بار دھرایا کہ مجھے میرے رب کی قسم کہ اللہ اپنے ماننے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔ پھر انہوں نے فرشتے سے یہ کہا:

اللہ آپ کو خیر و برکت کی بشارت دے۔

کیا آپ ہمیں یہاں اپنے پاس پڑاؤ کرنے کی اجازت دے سکتی ہیں:

حضرت ہاجرہ اور اسماعیل علیہما السلام کچھ عرصہ آبِ زم زم سے سیراب ہوتے رہے اور زندگی کے آثار قدم بقدم آگے بڑھنے لگے۔ پرندے پانی کے گرد فضا میں چکر لگاتے‘ پھر چشمے پر اترتے اور اپنی پیاس بجھاتے۔ پھر خوشی خوشی آسمان کی بلندیوں میں محوِ پرواز ہو جاتے۔ ایک روز قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ ہاجرہ علیہا السلام کے قریب سے گزرے یہ قبیلہ مکے کے قریب ایک وادی میں آباد تھا انہوں نے پرندوں کو پانی کے اوپر چکر لگاتے دیکھا۔ یہ جگہ اس وادی سے زیادہ دور نہ تھی۔ وہ حیرانگی سے کہنے لگے کہ جو کچھ ہم بچشم خود دیکھ رہے ہیں یہ بڑی عجیب چیز ہے۔ اس طرح تو پرندے پانی کے گرد چکر لگاتے ہیں اور ہمارے علم کے مطابق اس

وادی میں تو پانی کا نام ونشان ہی نہیں ہے۔

انہوں نے صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے اپنا ایک نمائندہ بھیجا کہ وہاں جا کر یقینی خبر لے کر آئے۔ نمائندہ وہاں پہنچا اس نے وہاں جا کر دیکھا کہ پانی کے پاس ایک عورت ہے جس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔ وہ ان کے پاس گیا۔ خاتون سے کہا کہ کیا آپ ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دے سکتی ہیں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے اس پیش کش کو مبارک قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہاں ہاں آپ یہاں ایک شرط پر رہ سکتے ہیں۔ اس نے پوچھا کہ وہ کون سی شرط ہے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے فرمایا تمہارا اس پانی پر کوئی حق نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے اور میرے بیٹے کے لیے پانی کا یہ چشمہ پیدا کیا ہے۔ یہ آدمی وہاں سے چلا جو کچھ دیکھ کر آیا تھا اپنی قوم کو بتایا اور خاتون نے اسے جو کچھ کہا اور خاص طور آبِ زم زم کی جو شرط لگائی اس سے اپنی قوم کو آگاہ کیا۔ قبیلہ جرھم تمام تر مردوں، عورتوں، بچوں اور اپنے مویشیوں سمیت وہاں چلے آئے اور وہاں آکر ڈیرے ڈال دیئے۔ پھر ان کے ساتھ عملاق قبیلہ مردوں، عورتوں اور بچوں سمیت آکر زم زم کے گرد نواح میں آباد ہو گیا۔ اگلے دن کا سورج طلوع ہونے سے پہلے چٹیل میدان میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور اس جگہ انسانوں کی نقل وحرکت یوں اچانک نمودار ہوئی جس طرح کہ اچانک آبِ زم زم کا چشمہ پھوٹا۔ زمین نقل وحرکت سے فیضیاب ہونے لگی اور زندگی کے آثار وہاں نمایاں دکھائی دینے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا۔ لوگوں کے دل اس مبارک جگہ بیت اللہ کی طرف مائل ہو گئے۔

بردبار لڑکا:

سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے جرہم قبیلے میں پرورش پائی۔ ان کی طبیعت میں نیکی اور بردباری

خاص طور پر پائی جاتی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلے سے مانگی ہوئی دعا کو شرفِ قبول عطا ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا مانگی تھی۔

((رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ))۔ (الصافات : ۱۰۰)

میری رب مجھے نیک اولاد عطا کر دے۔

ابومسعود رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حدیث میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین بشارتیں جمع کر دیں۔ پہلی بشارت کہ وہ لڑکا ہوگا، دوسری بشارت کہ وہ سن بلوغت کو پہنچا ہوا ہوگا، تیسری بشارت کہ وہ بردبار ہوگا۔ جب باپ نے بیٹے سے اسے ذبح کرنے کے بارے میں رائے پوچھی تو اس نے کہا:

((يَآ أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ))۔

(الصافات : ۱۰۲)

اس نے کہا اے ابا جان جو آپ کو حکم دیا گیا ہے وہی کیجئے۔ خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو شرفِ قبولیت عطا کیا اور انہیں ایک حلیم بیٹا عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

((فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ))۔ (الصافات : ۱۰۱)

تو ہم نے ان کو ایک نرم دل لڑکے کی خوشخبری دی۔

اسماعیل علیہ السلام کو بردباری اور نیکی اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ورثے میں ملی تھی۔ اور نبوت کے آداب سے بچپن سے ہی آشنا ہو گئے تھے اور اس کی پرورش بیت اللہ

کے پاس اللہ کی نگرانی میں ہوئی۔ بچپن ہی سے برکتیں ان کو گھیرے میں لیے ہوئے تھیں اور بعد میں تمام امتحانات میں وہ کامیاب ہوئے۔

پہلی بات تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قدموں کے نیچے سے پانی کا چشمہ پیدا کیا جس سے وہ خود بھی سیراب ہوئے اور ان کی والدہ نے بھی وہ پانی پیا اور جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے ابھی عنفوانِ شباب میں تھے کہ ایک اور برکت کا ظہور رہوا۔ اللہ کی طرف سے ایک بڑا ہی سخت امتحان لیا گیا۔ جس میں وہ اپنے باپ کے ساتھ اللہ رب العزت کی دی ہوئی توفیق اور ہدایت سے کامیاب ہوئے۔ کیونکہ وہ ایک انوکھی تربیت سے آراستہ ہوئے تھے۔ یہ امتحان اس دن ہوا جب ان سے ان کے والد ابراہیم نے کہا:

((یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی))۔
(الصافات : ۱۰۲)

اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں تم دیکھو کہ تمہارا کیا خیال ہے۔

تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اہل تقویٰ جیسے یقین کا بغیر کسی تردد کے مظاہرہ کرتے ہوئے کہا:

((یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ))۔
(الصافات : ۱۰۲)

انہوں نے کہا کہ اے ابا جان جو آپکو حکم ہوا ہے وہی کیجئے۔ خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔

ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام نے صبر کے میدان میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مظاہرہ

کیا۔ دونوں کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنا تھا۔ یاد رہے کہ صبر کا میدان فضائل کے میدانوں میں سب سے زیادہ وسیع اور بڑا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے صبر کا کمال درجے سے مظاہرہ کیا۔ اور اللہ حکیم وخبیر کی جانب سے صدق وصفا کے مقام پر فائز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا))۔ (مریم : ۵۴)

اور کتاب میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر بھی کر وہ وعدے کے سچے اور ہمارے بھیجے ہوئے نبی تھے۔

اپنے دروازے کی دہلیز کو بدل دیجیے:

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی والدہ ماجدہ ہاجرہ علیہا السلام کی نگرانی میں پرورش پائی جس نے اس کی تربیت نبوت کے آداب بلند اخلاق اور فضائل کی بنیاد پر کی تھی۔ یہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بڑے ہی اچھوتے انداز میں پرورش پائی۔ اور وہ بلند ہمت، بلند حوصلہ نوجوان کی شکل میں سامنے آئے۔ قبیلہ جرہم کی نگاہیں ان پر مرتکز ہو گئیں اور وہ اسے محبت کی نگاہ سے دیکھنے لگے حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان ہو چکے تھے۔ عربی زبان بنو جرہم میں رہتے ہوئے بولنے لگے لیکن حقیقت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے الہام کے ذریعے فصیح و بلیغ عربی ان کی زبان پر جاری کر دی اور وہ بڑی ہی مہارت سے عربی بولنے لگے اور اس طرح تاریخ انسانی میں اسماعیل علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جن کی زبان مبارک پر فصیح عربی رواں دواں ہوئی۔ جرہم قبیلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی خوبصورتی، طبعی نفاست اور نیکی سے بہت متاثر تھا۔ اور وہ یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح انہیں اپنا داماد بنا لیا جائے۔ ایک روز اسماعیل علیہ السلام نے اس صورت حال کو پیش نظر رکھتے

ہوئے صدی بنت سعد نامی لڑکی کے باپ کو شادی کا پیغام بھجوایا اور اس نے بلا تاخیر اپنی بیٹی کا نکاح اسماعیل علیہ السلام سے کر دیا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی یہ بیوی ان کے معیار کی نہیں تھی اور نہ ہی ان کے مرتبہ ومقام سے واقف تھی۔ اس کا خیال یہ تھا کہ اتنے کٹھن اور مشکل حالات میں وہ کس طرح آسودہ زندگی گزار سکے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معمول یہ تھا کہ وہ ہر مہینے ملاقات کے لیے ہاجرہ علیہا السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے پاس تشریف لایا کرتے تھے اس دفعہ جب ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے تو ہاجرہ علیہا السلام کا انتقال ہو چکا تھا اور آپ کی آمد سے پہلے اسماعیل علیہ السلام کی شادی بھی ہو چکی تھی۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ اسماعیل علیہ السلام کی شادی کے بعد پہلی بار تشریف لائے تھے۔ جب اپنے بیٹے کے گھر پہنچے تو بیٹا کسی کام کے سلسلے میں گھر سے باہر کہیں گیا ہوا تھا اور اس کی بیوی گھر میں موجود تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گھر کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا "**السلام علیکم یا اھل البیت**" اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو تو اندر سے اسماعیل علیہ السلام کی بیوی صدا نے بڑے ہی روکھے پھیکے انداز میں سلام کا جواب دیا اور بڑے ہی ناگوار انداز میں دروازے پر آ کر سلام کہنے والے کو دیکھتے ہی بولی کہ کس سے ملنا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اسماعیل علیہ السلام کہاں ہیں۔ اس نے کہا ہمارے لیے روزی کمانے گئے ہیں۔ ان دنوں حضرت اسماعیل علیہ السلام بکریاں چرایا کرتے تھے اور کبھی شکار کے لیے بھی اپنا تیر کمان لے کر نکل جاتے ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار کے ذریعے ہی روزی کماتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام چند لمحے خاموش رہے پھر پوچھا کہ کوئی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں پھر آپ نے دریافت کیا کہ کوئی آپ کے ہاں مہمان نوازی ہوتی ہے تو اس نے بڑی بے رخی سے یہ جواب دیا کہ مہمان نوازی کہاں سے ہوگی کھانے کو کچھ نہیں۔ بکری اتنا کم دودھ دیتی ہے کہ گزارا ہی نہیں ہوتا اور پانی حاصل کرنا اتنا مشکل ہے کہ کچھ نہ پوچھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ صورت حال دیکھ کر اندازہ

لگا یا کہ یہ خاتون بڑی بدتمیز اور سخت دل ہے یہ اس قابل ہی نہیں کہ یہ میرے بیٹے کے بچوں کی ماں بنے کیونکہ آپ کی دلی تمنا یہ تھی کہ میرے پوتے اللہ کی دعوت کو مشرق سے مغرب تک پوری دنیا میں پھیلانے کا ذریعہ بنیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس موقع پر اس خاتون سے کہا کہ جب میرا بیٹا گھر آئے تو اسے یہ پیغام دے دینا کہ اپنے گھر کے دروازے کی دہلیز کو بدل دے۔ اور یہ پیغام دے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے روانہ ہو گئے۔ جب اسماعیل علیہ السلام گھر پہنچے تو اسے یہ احساس ہوا کہ کوئی اس کے گھر آیا تھا۔ اپنی بیوی سے پوچھا کہ آج کوئی یہاں آیا تھا۔ وہ مذاق کے انداز میں بولی ہاں یہاں ایک بوڑھے آدمی آئے تھے وہ آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے میں نے اسے بتا دیا تھا۔ اسماعیل علیہ السلام نے بیوی سے کہا کہ اس نے تم سے کیا پوچھا تھا اس نے کہا کہ اس نے ہماری زندگی اور روزگار کے بارے میں پوچھا تھا۔ اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا پھر تم نے کیا جواب دیا۔ وہ بولی میں نے بتا دیا تھا کہ میں بہت تکلیف اور تنگی میں ہوں گزارہ مشکل سے ہوتا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی بیوی کے اس رویے سے بہت افسردہ ہوئے کیونکہ وہ اپنے والد کی طرح بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کہ انہوں نے تجھے کوئی پیغام دیا۔ وہ بولی ہاں ایک تو اس نے آپ کو سلام کہا تھا اور دوسرا یہ کہ اپنے گھر کی دہلیز کو بدل دو۔ یہ سن کر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ سنو وہ میرے والد محترم تھے وہ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں چھوڑ دوں۔ لہذا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

رعلۃ ایک مومن بیوی:

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی پہلی بیوی دختر سعد کو طلاق دینے کے بعد کچھ وقت ایسے ہی

گزارا۔ پھر اس کے بعد ایک نیک، تقویٰ شعار، پرہیز گار اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھنے والی بیوی کی تلاش شروع کر دی۔ جو صبر وشکر کے ساتھ خندہ وفرحاں ہر مشکل گھڑی کو آسانی سے جیت سکے۔ انہیں ایک ایسی خاتون کی تلاش تھی جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے دنیاوی آسانیوں سے روگردانی اختیار کرتے ہوئے آخرت کی نعمتوں اور آسانیوں پر نظر رکھے۔ اور آخر کار وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ انہیں یہ ساری صفات اور خوبیاں جرھم قبیلے کی ایک خاتون میں نظر آئیں۔ جس کا نام رعلا بنت مضاض بن عمرو تھا لہذا انہوں نے اس خاتون کے والد کو شادی کا پیغام بھجوا دیا اور اس نے یہ پیغام خوشی سے قبول کر لیا اور اپنی بیٹی کا نکاح حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کر دیا۔ اس طرح دختر مضاض رعلۃ نامی خاتون حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر منتقل ہو گئی اور اس نے اپنے رب کا شکر ادا کیا جس نے اس پر اپنا فضل و کرم کیا اور اتنی مبارک شادی اس کا مقدر بنی۔ دخترِ مضاض رعلہ اللہ تعالیٰ کے ان پاکیزہ صحیفوں پر صدق دل سے ایمان لے آئی تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے میاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عادات کو اچھی طرح اپنا لیا۔ جس کی وجہ سے وہ آخرت کی ان عورتوں کے لیے مشعل راہ بن گئی جو آخرت کی طلب گار تھیں۔ جود وسخا کی عادت سے یہ آراستہ و پیراستہ تھیں۔ اسے اللہ سبحان وتعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہوئے دلی خوشی محسوس ہوتی اور دلی سکون میسر ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے نور بصیرت سے آراستہ کرتے ہوئے شکر صبر کی نعمت سے مالا مال کر دیا تھا۔ یہ ہر وقت اپنے رب کا شکر ادا کرتی رہتی۔ جس نے اسے اتنی بابرکت زندگی عطا کر دی تھی۔

عرصہ دراز تک حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام اور اپنی بہو رعلہ سے ملنے نہ آ سکے کیونکہ وہ ان دنوں مکہ سے کسی دور مقام پر تھے۔ اپنی مصروفیات سے وقت نکال کر حضرت

ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملنے آ گئے۔ اس دفعہ بھی وہ گھر پر موجود نہیں تھے۔ البتہ اس کی بیوی گھر میں تھی اسے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اہل بیت کہا۔ اسماعیل علیہ السلام کی بیوی رعلا نے جواب دیا۔ وعلیکم السلام اور انہیں خوش آمدید کہا اور گھر کے اندر آنے کی درخواست کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اندر تشریف لائے اور کہا اسماعیل علیہ السلام کہاں ہے؟

تو وہ بڑے ادب واحترام کے ساتھ بولی۔ ''وہ اللہ کی زمین سے ہمارے لیے رزق تلاش کرنے گئے ہیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا ''تمہارے گھریلو حالات کیسے ہیں''؟

اس نے جواب دیا۔ ''اللہ کا شکر ہے بہت اچھے ہیں آیئے تشریف رکھیئے میں آپ کیلئے پانی کا انتظام کرتی ہوں۔ اللہ کا دیا بہت کچھ ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تم اکثر وبیشتر کیا کھاتے ہو؟

اس نے جواب دیا۔ الحمدللہ ہم اکثر وبیشتر گوشت کھاتے ہیں۔

آپ نے پوچھا۔ پیتے کیا ہو؟

اس نے کہا۔ اللہ کا شکر ہے ہم لوگ پانی اور دودھ پیتے ہیں۔

آپ نے دریافت کیا کہ تمہارے پاس یہاں اناج ہے؟

اس نے کہا۔ آپ تشریف رکھیئے ہمارے پاس بہت نعمتیں ہیں۔ انشاءاللہ اناج بھی آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوئے۔ انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ میرے بیٹے کے گھر میں صابر وشاکر اور اپنے شوہر کی قدر جاننے والی بیوی ہے۔ اور اس موقع پر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ:

''اے میرے اللہ ان کے کھانے اور پینے میں برکت عطا فرما''۔

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بہو سے فرمایا کہ جب تمہارے میاں آ جائیں تو اسے میرا سلام کہنا اور اسے یہ پیغام دینا کہ اپنے گھر کی دہلیز کو برقرار رکھے اسی میں اس گھر کیلئے خیر و برکت ہے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ملے بغیر بیت المقدس تشریف لے گئے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام شکار سے واپس آئے تو گھر میں داخل ہوتے ہی انہیں اپنے والد کی خوشبو محسوس ہوئی اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں آج اپنے اس گھر میں بڑی اچھی بھینی بھینی خوشبو محسوس کر رہا ہوں۔ کیا یہاں کوئی آیا تھا؟

بیوی نے جواب دیا۔ جی ہاں! آج ہمارے یہاں ایک بزرگ تشریف لائے تھے جو نہایت خوش شکل، خوش لباس، خوشبودار خوش گفتار اور رعب دبدبہ والے شخص تھے جس کی گفتگو بڑی دلچسپ اور اخلاق بڑے اعلیٰ تھے اور اس کے انداز میں بڑا وقار پایا جاتا تھا۔ اس قابلِ احترام شخص نے آپ کے بارے میں پوچھا۔ تو میں نے بتا دیا۔ پھر انہوں نے ہمارے گھریلو حالات کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتایا کہ ہم اللہ کے فضل و کرم سے بڑی خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں تو انہوں نے ہمارے لیے برکت کی دعا کی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا کیا انہوں نے تمہیں کوئی وصیت بھی کی تھی؟ تو بیوی نے جواب دیا۔ جی ہاں! آپ کو سلام فرمایا اور کہا کہ اپنے گھر کی دہلیز کو برقرار رکھنا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولے کہ وہ میرے والد محترم تھے۔ تم ہی گھر کی دہلیز ہو وہ مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں ہمیشہ اپنے پاس رکھوں۔

اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نبوی داستانوں کی روشنی میں:

اسماعیل علیہ السلام کی شادی کی داستان قرآن مجید میں بیان نہیں ہوئی۔ البتہ اس کا تذکرہ سنت مطہرہ میں پایا جاتا ہے۔ حدیث کی کتابوں میں کئی جگہ پر یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ صحیح

بخاری میں یہ داستان قدرے تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے طویل داستان بیان کی۔ جس میں ہاجرہ علیہا السلام اور مکہ میں اس کی رہائش کا اشارہ ملتا ہے۔ پھر اسماعیل علیہ السلام کی دونوں بیویوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ حدیث میں مذکور ہے کہ جرہم قبیلہ نے آب زم زم کے پاس پڑاؤ کیا اور انہوں نے ہاجرہ علیہا السلام سے گزارش کی کہ انہیں یہاں رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ اب ہم تفصیل کے ساتھ بخاری کی حدیث بحوالہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ بنو جرہم نے وہاں پڑاؤ کیا۔ اور انہوں نے اپنے بال بچوں کو بھی بلا لیا۔ اور وہ بھی وہاں رہنے لگے۔ جب مکہ میں کئی گھر بن گئے اور اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے انہوں نے عربی زبان جرہم قبیلہ کے لوگوں سے سیکھی۔ وہ جوان ہو کر جرہم قبیلہ کے منظور نظر بنے اور قبیلے کے افراد ان سے پیار کرنے لگے۔ اور اپنے قبیلے کی ایک خاتون کی اس سے شادی کر دی۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام وفات پا چکی تھیں۔ جب اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہو گئی تو عرصہ دراز کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بہو اور اپنے بیٹے کو دیکھنے آئے حضرت اسماعیل علیہ السلام اس وقت گھر میں موجود نہ تھے۔ ان کی بیوی سے پوچھا کہ اسماعیل علیہ السلام کہاں ہے؟

اس نے جواب دیا۔ ''وہ روزی کی تلاش میں گئے ہیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا۔ ''تمہارے گھر کے حالات کیسے ہیں۔''

اس نے کہا۔ ''کہ زندگی بہت بری اور تنگی کے ساتھ گزرتی ہے۔''

یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ ''جب تیرا خاوند آئے تو یہ پیغام دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو بدل دے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ جواب دے کر وہاں سے چلے گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب گھر آئے تو انہیں اپنے والد کی خوشبو محسوس ہوئی۔ بیوی سے پوچھا کہ کیا گھر میں کوئی آیا تھا؟

اس نے کہا کہ ہاں ایک بوڑھا آدمی آیا تھا اور اس کا یہ حلیہ تھا۔

اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اس نے تم سے کیا پوچھا تھا۔

اس نے کہا کہ اس نے آپ کے بارے میں پوچھا اور میں نے کہہ دیا کہ روزی کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا تمہارا گزارہ کیسے ہوتا ہے؟ میں نے کہا۔ بڑی تکلیف سے دن پورے ہو رہے ہیں۔

اسماعیل علیہ السلام نے پوچھا۔ پھر انہوں نے کیا فرمایا۔

اس نے کہا کہ وہ آپ کو سلام کہتے تھے اور یہ پیغام دیا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو بدل دو۔"

اسماعیل علیہ السلام نے بیوی سے کہا۔" ذرا کان کھول کر سنو۔ وہ میرے والد محترم تھے انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں چھوڑ دوں۔ اب تو اپنے گھر چلی جا۔"

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اسے طلاق دے دی۔ اور جرہم قبیلے کی ایک دوسری عورت سے شادی کر لی۔ پھر اللہ کو جتنا منظور تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے ملک میں ٹھہرے رہے۔ عرصہ دراز کے بعد پھر اسماعیل علیہ السلام کو ملنے کیلئے تشریف لائے۔ آپ گھر میں داخل ہوئے پتہ چلا کہ اسماعیل علیہ السلام گھر میں موجود نہیں ہیں۔ دوسری بیوی سے پوچھا کہ اسماعیل کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ روزی کمانے گئے ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ" تمہارا کیا حال ہے۔ گھریلو حالات کیسے ہیں؟

اس نے کہا کہ" اللہ کا شکر ہے ہم بڑے اچھے طریقے سے گزارہ کر رہے ہیں۔"

ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ" تم اکثر و بیشتر کیا کھاتے ہو۔"

اس نے کہا کہ" ہم گوشت کھاتے ہیں۔"

آپ نے پوچھا کہ" پیتے کیا ہو؟"

اس نے کہا کہ ''ہم پانی پیتے ہیں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سن کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دعا کی کہ ''الٰہی ان کے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دنوں مکہ میں اناج نہیں پایا جاتا تھا ورنہ ابراہیم علیہ السلام اناج کیلئے بھی برکت کی دعا کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خاصیت صرف مکہ والوں کیلئے ہے۔ اگر دوسرے کسی ملک والے گوشت اور پانی پر گزارہ کریں تو بیمار پڑ جائیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بہو سے فرمایا۔ ''جب تیرا خاوند آئے تو اسے میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ دروازے کی یہ چوکھٹ بہت اچھی ہے۔ اس کا خیال رکھنا اور سلام کہہ کر تشریف لے گئے۔

جب اسماعیل علیہ السلام گھر تشریف لائے تو انہیں اپنے باپ کی خوشبو محسوس ہوئی۔ بیوی سے پوچھا کہ کیا کوئی آج یہاں آیا تھا۔ اس نے کہا ہاں ایک نورانی شکل والا بزرگ گھر آیا آپ کے بارے میں پوچھا میں نے کہا کہ وہ باہر گئے ہیں گھر میں موجود نہیں ہیں۔ اس نے پوچھا۔ کہ تمہارا گزارہ کیسے ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ ہم بہت آسودگی سے رہتے ہیں۔ پھر اس نے تمہیں سلام کہا اور یہ پیغام دیا کہ دروازے کی چوکھٹ بہت اچھی ہے اس کا خیال رکھنا۔ یہ سن کر اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ وہ میرے والد محترم تھے انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تم بہت اچھی ہو اور تجھے میں اپنی زوجیت میں رہنے دوں اور تیرا ہر طرح سے خیال رکھوں۔

بچوں کو جنم دینے اور محبت کرنے والی:

جرہم قبیلے کی رعلہ بنت مضاض سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی بیوی دینی اور پاکدامنی کے اعتبار سے جرہم قبیلے کی تمام خواتین میں افضل تھیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لیے برکت کی

دعا کی: اللہ نے ان کی اولاد میں برکت عطا فرمائی۔

یہ بڑی محبت کرنے والی اور کثیر بچوں کو جنم دینے والی خاتون تھی۔ یہ نیک اولاد کی نیک ماں ثابت ہوئی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا۔ مورخین کہتے ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے بارہ بیٹوں کو جنم دیا جن کے ترتیب وار نام یہ ہیں۔

سب سے بڑے بیٹے کا نام:

(۱) نابت	(۲) قیدار	(۳) اربل
(۴) منشا	(۵) مسمع	(۶) ماشی
(۷) دوما	(۸) اُذر	(۹) طیما
(۱۰) یطورا	(۱۱) نبشا	(۱۲) قیدما

ان سب کی ماں رعلہ بنت مضاض بن عمرو تھیں۔ تاریخ میں یہ بھی ذکر ہے کہ ان بارہ بیٹوں کے علاوہ ایک بیٹی بھی تھی جس کا نام نسمہ بنت اسماعیل تھا۔ اس کا نکاح چچازاد عیصو بن اسحاق بن ابراہیم سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں برکت عطا فرمائی اور وہ مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور وہ عرب قبائل میں شامل ہو گئے۔ اور اسماعیل علیہ السلام کی عربی بولنے والی نسل کو ان کے بیٹے قیدار بن اسماعیل کے ذریعے فروغ ملا اور وہ ابوالعرب کہلائے۔ اور یوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں برکت فرمائی۔

امام الفاسی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بنو اسماعیل مکہ میں پھیل گئے۔ جب مکہ شہر بھی ان کے لیے تنگ محسوس ہونے لگا۔ تو وہ مختلف علاقوں میں نکل گئے۔ روزی کی تلاش انہیں مختلف مقامات پر اور مختلف قوموں تک لے گئی۔ جہاں بھی جاتے اس علاقے میں ان کو دینی اور مذہبی لحاظ سے غلبہ حاصل ہو جاتا۔ اسماعیل علیہ السلام کی بیوی رعلہ یہیں مکہ میں آب زم زم کے قریب

ہی رہائش پذیر رہی اور اپنی آنکھوں سے مکے کی وادی کو پھلتے پھولتے دیکھا۔ یہ وادی معرفت الٰہی کے نور اور مومنوں کے وجود سے روشن تھی۔ رعلہ بنت مضاض نے اپنی زندگی میں ہی اپنی اولاد کو مکہ کے سرداروں کے روپ میں دیکھ لیا تھا۔ وہ سب کے سب بڑے طاقت ور اور رعب ودبدبا والے لوگ تھے جن کے دل بیت اللہ کی محبت سے سرشار تھے۔ وہ گھر جو اس کے شوہر اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد کے ساتھ مل کر بنایا تھا۔ اس کے کانوں میں ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کی یہ دعا ہر وقت رس گھولتی رہتی تھی جو دونوں باپ بیٹے نے تعمیر کعبہ کے وقت کی تھی۔

((رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ☆ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ))۔

(البقرہ:۱۲۸۔۱۲۹)

”اے پروردگار ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھیو۔ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بناتے رہیو۔ اور (پروردگار) ہمیں ہمارے طریق عبادت بتا اور ہمارے حال پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما۔ بیشک تو توجہ فرمانے والا مہربان ہے۔ اے پروردگار ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجیو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے۔ اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔ بیشک تو غالب (اور) صاحب حکمت ہے۔“

اس دعا کو شرف قبول حاصل ہوا۔ عرب قوم اسماعیل علیہ السلام اور اس کی بیوی رعلہ بنت مضاض ہی کی نسل تھی۔ انہی میں سے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے رسول بھیجا۔ خالد بن معدان بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ

آپ اپنے بارے میں کچھ فرمائیں تو آپ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا۔ کہ میں اپنے باپ ابرہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ اسماعیل علیہ السلام کی بیوی رعلہ نے پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاری۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ ایک پیغمبر کی بیوی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے بھیجا ہے۔، اس نے بیت اللہ کے پاس ہی وفات پائی۔ وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے خوش اور مطمئن تھی اور وہ راضی خوشی اطمینان دل کے ساتھ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے ملک عدم کو سدھار گئیں۔ اور جنت میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ اس طرح اسماعیل علیہ السلام کی بیوی رعلہ نے پوری دنیا کی خواتین کیلئے ایسے عمدہ نقوش چھوڑے جن کو قیامت تک مٹایا نہیں جا سکتا۔ وہ تمام خواتین کیلئے بہترین عملی نمونہ تھیں۔ جن کے نقش قدم پر چل کر دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام کی بیوی کو اپنی رضا اور خوشنودی سے نوازے اور اسے اپنی جوار رحمت میں اعلیٰ مقام پر فائز کرے۔ آمین!

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ دلائل النبوۃ البیہقی .... (۱۴۵۰/۲)

۲۔ تہذیب الاسماء واللغات .... (۱۲۰،۱۱۹/۱)

۳۔ شفاء الغرام .... (۸،۶/۲)

۴۔ اخبار مکۃ .... (۵۸،۵۷/۱)

۵۔ البدایہ والنہایہ .... (۱۵۶،۱۵۵/۱)

۶۔ تفسیر الطبری .... (۲۳۰،۲۲۹/۱۳)

۷۔ فتح الباری .... (۴۵۷،۴۵۶/۶)

زوجہ حضرت یعقوب علیہ السلام

- یہ یوسف علیہ السلام کی والدہ اور ابراہیم علیہ السلام کے پوتے کی بیوی تھیں۔
- یہ مومن، صالح، صابر اور عبادت گزار بیوی تھیں۔
- یہ وفادار، نرم دل، صبر کرنے والی اور اللہ کی قضا وقدر پر راضی خوشی رہنے والی بیوی کیلئے ایک مثال تھیں۔

زوجہ یعقوب علیہ السلام

یعقوب علیہ السلام کی بیوی:

انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کی زندگی میں ہم ایک ایسی خاتون سے ملتے ہیں جس میں ہر نوعیت کا شرف پایا جاتا تھااور وہ صبر، ایمان اور تسلیم ورضا کے حوالے سے دیگر خواتین کے لیے ایک عمدہ نمونہ تھیں۔ یہ عظیم خاتون حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے کی بیوی تھیں۔ اور اس کا خاوند وہ معزز نبی ہے جس کی حضرت ابراہیم خلیل الرحمان علیہ السلام کو فرشتوں نے بشارت دی۔ اور اسکی دادی عبادت گزار اور صداقت شعار حضرت سارا علیہا السلام تھیں جس نبی کی بیوی کا اب ہم تذکرہ کرنے لگے ہیں وہ نبی ابن نبی ابن نبی ابو الانبیاء صلوات اللہ علیہ وسلامہ تھے یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل الرحمٰن۔ قرآن حکیم میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا تذکرہ کئی بار آیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ....)) ۔ (البقرہ : ۱۳۲)

''اور ابرہیم نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی......''۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا ......))۔ (انعام:۸۴)

''اور ہم نے ان کو اسحٰق اور یعقوب بخشے (اور) سب کو ہدایت دی۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہدایت کے حوالے سے یعقوب علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے

یہ ارشاد فرمایا:

((وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ☆ وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا))۔ (الانبیاء:۷۲)

"اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق عطا کئے اور مستزاد برآں یعقوب اور سب کو نیک کیا۔ اور ان کو پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ ☆ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ☆ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ))۔ (ص:۴۵:۴۶:۴۷)

"اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کرد جو قوت والے اور صاحب نظر تھے۔ ہم نے ان کو ایک (صفت) خاص (آخرت کے) گھر کی یاد سے ممتاز کیا تھا۔ اور وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے سورہ یوسف میں یعقوب علیہ السلام کا تذکرہ بڑی مشہور و معروف آیات کے ساتھ کیا ہے۔ جن میں آپ کی اللہ رب العزت نے تعریف کی۔ سنت مطہرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یعقوب علیہ السلام کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

((الكريم ابن الكريم ابن الكريم))۔

یہ پاکیزہ اولاد ایسی بلند مرتبہ تھی کہ جس کی شاخیں شرافت کے آسمان کو چھوتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ نبی کریم سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس خاندان کے بارے میں یہ ارشاد

فرماتے ہیں۔

((ان الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم))۔

رہیں یعقوب علیہ السلام کی بیوی تو اب ہم اس کی سیرت کے تذکرے سے کانوں میں رس گھولتے ہیں۔ اس کا نام راحیل بنت لابان تھا۔ یہ یعقوب علیہ السلام کے ماموں کی بیٹی تھیں۔ اور معزز نبی یوسف علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ یعقوب علیہ السلام کی بیوی راحیل کی سیرت میں ایسے دلچسپ واقعات پائے جاتے ہیں۔ جن میں کانوں کی دلچسپی، دلوں کی بالیدگی مومن خواتین کے لیے نمونہ عبادت گزار خواتین کے لیے دلچسپی کا سامان اور صابر خواتین کے لیے انس کا پیغام پایا جاتا ہے۔

راحیل کا مہر:

جب سیدنا یعقوب علیہ السلام شادی کی عمر کو پہنچے تو آپ کے والدین نے اشارہ کیا کہ اپنے ماموں لابان کے پاس جائیں۔ جو سرزمین عراق میں حران نامی شہر میں سکونت پذیر ہے۔ اور اس کی دو بیٹیوں میں سے ایک بیٹی سے نکاح کر لیں کیونکہ وہ دونوں دین ابراہیمی علیہ السلام پر ایمان لا چکی ہیں۔ یعقوب علیہ السلام اپنی جنم بومی مقدس ملک سے چلے اور عراق کی طرف رخ کیا۔ ماں باپ کی دعائیں ساتھ تھیں۔ باپ کا نام اسحاق بن ابراہیم اور ماں کا نام رفقہ بنت بتوئیل تھا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی طرف جو بھی وحی کی اور اسے جہان والوں کیلئے فضیلت عطا کی اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت بخشی اور اپنے مومن بندوں میں اسے نبی کے منصب پر فائز کیا۔ وہ اپنے بندوں کے بارے میں باخبر اور صاحب بصیرت ہے۔ جب یعقوب علیہ السلام سرزمین حران میں اپنے ماموں کے پاس آئے وہاں جا کر دیکھا کہ اس کی دو بیٹیاں ہیں بڑی

کا نام لیا اور چھوٹی کا نام راحیل ہے۔ راحیل بڑی ذہین، سگھڑ اور صاف ستھری تھی اور اپنی بہن لیا سے زیادہ حسین تھی۔ اور اس سے زیادہ صحت مند اور صاحب جمال تھی۔ رہے یعقوب علیہ السلام وہ اپنے ماموں کی طرف آگے بڑھے اور ان سے ان کی بیٹی راحیل کا رشتہ مانگ لیا۔ ان دنوں یعقوب علیہ السلام کے پاس کوئی مال نہ تھا جو اپنے ماموں کی بیٹی راحیل کیلئے بطور مہر پیش کر سکے۔ ماموں نے ان سے پوچھا کیا تمھارے پاس کوئی مال ہے کہ میں اپنی بیٹی راحیل کا تیرے ساتھ نکاح کر دوں۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا نہیں ماموں جان میں یہاں جیسا کہ آپ جانتے ہیں ایک اجنبی انسان ہوں۔ لیکن جو آپ کا مطالبہ ہوگا وہ پورا کرنے کی میں پوری کوشش کروں گا یہ کہہ کر یعقوب علیہ السلام تھوڑی دیر کیلئے چپ ہوئے۔ اور پھر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ماموں جان اگر آپ چاہیں تو میں اجرت پر آپ کی خدمت سرانجام دینے کیلئے تیار ہوں۔ تاکہ آپ کی بیٹی راحیل کا حق مہر پورا ہو جائے اور میں اس کے لیے پوری طرح تیار ہوں۔ اس موقع پر ماموں نے ان سے کہا جبکہ انکے چہرے پر رضا اور رغبت کی علامات ظاہر تھیں۔ کہ مجھے تیری یہ پیشکش قبول ہے۔ میری بیٹی راحیل کا حق مہر یہ ہوگا کہ سات سال تک تمہیں کام کرنا ہوگا۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ مجھے یہ قبول ہے۔ اور راحیل کی میرے ساتھ شادی کر دیں۔ مجھے پورے سات سال آپ کی خدمت بجا لانے کی شرط منظور ہے۔ ان کے ماموں لابان نے یعقوب علیہ السلام کی پیشکش کو قبول کر لیا۔ یعقوب علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا کہ یہ میرے اور آپ کے درمیان معاہدہ رہا۔ یعقوب علیہ السلام نے اپنے طور پر سوچا کہ پورے سات سال اپنے ماموں کی بکریاں چراؤں گا۔ جب اس کے اور ماموں کے درمیان معاہدہ طے پا گیا تو ماموں لابان نے ولیمے کا اہتمام کیا اور لوگ کھانا کھانے کے لیے جمع ہوئے۔

جب رات ہوئی تو یعقوب علیہ السلام اپنے خیمے میں داخل ہوئے۔ رات بسر کی صبح روشن ہوئی۔ تو پتہ چلا کہ رات راحیل کی بجائے بڑی بہن لیا تھی تو بڑے غصے سے اپنے ماموں لوبان

کے پاس آئے اور غضبناک انداز میں کہنے لگے۔ ماموں جان یہ آپ نے کیا کیا میرا معاہدہ تو آپ سے راحیل کے بارے میں تھا لیکن آپ نے اس کی بجائے بڑی بہن لیا کا نکاح مجھ سے کر دیا۔ ماموں لوبان نے کہا۔ میرے عزیز بھانجے! ناراض نہ ہوں۔ اس ملک کا رواج یہ ہے کہ بڑی بہن کو چھوڑ کر چھوٹی کی شادی نہیں کی جاتی۔

اگر آپ راحیل کے بارے میں اتنی ہی دلچسپی رکھتے ہیں تو اس کے لیے مزید سات سال آپ کو میرا کام کرنا ہوگا۔ اگر آپ کو یہ شرط منظور ہے تو میں راحیل کی شادی برضا و رغبت آپ کے ساتھ کرنے کیلئے تیار ہوں۔ یاد رہے کہ اس دور میں سگی بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا جائز تھا۔

پہلے سات سال جب مکمل ہوئے۔ اس دوران یعقوب علیہ السلام کے لیا کے بطن سے بہت سے بچے ہوئے۔ وہ دن بھی آ پہنچا جس کا یعقوب علیہ السلام کو انتظار تھا۔ جس کے لیے انہوں نے بڑی طویل مسافت طے کی تھی۔ کہ اس خاتون سے شادی ہو جسے ایک معزز نبی کی ماں بننے کا شرف حاصل ہو۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اس دور میں دو سگی بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں میں رکھا جا سکتا تھا بعد ازاں تورات میں اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔ تاریخی واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ماموں لوبان اس پر بہت خوش تھے۔ کہ اس کی دونوں بیٹیوں کی شادی بہن کے بیٹے کے ساتھ طے پائی ہے۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ دونوں کے لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ بڑی بیٹی لیا کو اللہ تعالیٰ نے بیٹی عطا کی۔ اس کا نام ''زلفی'' رکھا گیا اور چھوٹی بیٹی راحیل کے ہاں بھی لڑکی پیدا ہوئی اس کا نام ''بلھی'' رکھا گیا۔

تاریخی حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ راحیل کے ہاں عرصہ دراز تک کوئی اولاد نہ ہوئی۔ جبکہ بڑی لیا کے بطن سے چار بیٹے پیدا ہو چکے تھے۔ راحیل کے دل میں یہ ارمان مچلتے رہتے تھے کہ کاش اس کے ہاں بیٹی پیدا ہو۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ اسکی امید بر آئی۔ اس کے ہاں ایک بیٹی نے جنم لیا۔ جس کا نام بلھی رکھا۔ بیٹی کی خواہش لیا کے دل میں بھی انگڑائیاں لینے لگی۔ اللہ تعالیٰ

نے اسے بھی بیٹی سے نوازدیا۔ دونوں کے آنگن میں ایک ایک بیٹی چہکنے لگی۔ یہ دونوں بیٹیاں حضرت یعقوب علیہ السلام کی لاڈلی تھیں۔

چھوٹی بیٹی راحیل نے جب دیکھا کہ بڑی کے ہاں نرینہ اولاد بھی ہے اور بیٹی بھی آنگن میں چہچہا رہی ہے۔ تو اس کے دل میں بھی بیٹے کی خواہش پیدا ہوئی تو اس نے رب کریم کی بارگاہ میں بیٹے کے لیے گڑگڑا کر دعا کی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی دعا کو شرف قبول بخشا اور اس کے ہاں نہایت حسین وجمیل بیٹا پیدا ہوا جس کا نام یوسف رکھا گیا۔ یوسف علیہ السلام بڑے ہو کر نبوت کے منصب پر فائز کئے گئے ان کا حسن و جمال بے مثال تھا ان کی شکل اپنی دادی حضرت سارہ سے ملتی جلتی تھی۔ یہ اپنے باپ یعقوب علیہ السلام کو اپنی ساری اولاد میں سب سے زیادہ پیارے تھے۔

یہاں پر اس بات کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیویوں سے بارہ بیٹے تھے۔ جن کے نام ترتیب وار درج ذیل ہیں۔ بڑی بیوی لیا کے بطن سے یہ چھ بیٹے پیدا ہوئے۔ روبیل، شمعون، لاوی، یہودا، ایساخر اور زابلون۔

دوسری بیوی راحیل کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ یوسف اور بنیامین۔ تیسری بیوی کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے۔ دان اور نفتالی۔ چوتھی بیوی کے ہاں دو بیٹے پیدا ہوئے جن کے جاد اور اشیر نام تھے۔ یہاں پر اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں میں سے نبوت کا اعزاز صرف حضرت یوسف علیہ السلام کو حاصل ہوا۔ یہاں پہ ہم اس کی والدہ ماجدہ راحیل کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ اور ان کی سیرت ہی ہماری آج کی داستان کا اصل موضوع ہے۔

راحیل کا قصہ بتوں کے ساتھ:

راحیل حضرت یعقوب علیہ السلام کی زوجیت میں سرزمین عراق میں بیس سال تک رہیں۔

راحیل اللہ پر ایمان رکھتی تھی اور اپنے خاوند سے مل کر اسی کی عبادت کرتی تھی بتوں سے اسے دلی نفرت تھی جو اس کے باپ لوبان کے ملک عراق میں جگہ جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ اس کی دلی خواہش یہ تھی کہ ان تمام بتوں کو توڑ پھوڑ دیں۔ جن کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے تھے، اور وہ لوگ راہ راست سے ہٹ چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ وہ عراق کو خیر باد کہہ کر اپنے باپ دادا کے مقدس ملک میں جا بسیں۔

یعقوب علیہ السلام نے اپنی بیگمات اور اولاد کو اس وحی سے آگاہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف کی تھی۔ تمام افراد خانہ نے آپ کے حکم کو تسلیم کر لیا۔ اور بہت جلد اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ سب سے آگے آگے یعقوب علیہ السلام کی بیوی راحیل تھی۔

یعقوب علیہ السلام نے اپنے اہل و عیال کو سفر کے لیے تیار کیا اور اپنے باپ کے وطن کی طرف چل پڑے۔ راحیل نے موقع پا کر اپنے باپ لوبان کے بتوں کو اپنے ساتھ لے لیا تاکہ کسی دور دراز جگہ پر انہیں کسی نہر میں پھینک دے۔ راحیل کے اس کارنامے کی کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔

اور یعقوب علیہ السلام کی قیادت میں یہ قافلہ بیت المقدس کی طرف چل پڑا۔ جب وہ لوگ عراق سے کافی دور پہنچ گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے ماموں لوبان اپنی قوم کے ہمراہ ان کے پیچھے آ رہے ہیں۔ (کیونکہ لوبان اپنے بتوں سے ہاتھ دھو چکا تھا) جب وہ یعقوب علیہ السلام سے ملا تو شکایت کرنے لگا کہ تم مجھے بتائے بغیر وہاں سے آ گئے، اگر بتا دیتے تو کم از کم میں اپنی بیٹیوں اور ان کے بچوں سے مل تو لیتا۔ پھر پوچھا کہ کیا تم لوگ میرے بت بھی ساتھ لائے ہو۔

یعقوب علیہ السلام کو اپنے ماموں کے بتوں کے بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں تھا اس لیے انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ بھلا ہم کیوں آپ کے بت ساتھ لانے لگے؟ لوبان نے اپنی بیٹیوں اور ان کے ساز و سامان اور باندیوں کی تلاشی لی۔ مگر اسے ناکامی ہوئی دراصل راحیل نے وہ بت اپنے اونٹ کی (زین) میں چھپائے ہوئے تھے اور خود اس پر سوار تھیں۔ اور جب

ان کے والد لوبان ان کے پاس آئے تو وہ نیچے نہیں اتریں اور معذرت کر لی کہ میری طبیعت صحیح نہیں اس لیے میں نیچے نہیں اتر سکتی۔ اور یوں ان کا والد لوبان ناکام واپس لوٹ گیا۔ کہ ان بتوں کا انجام ہی بربادی تھا۔

اور اس طرح راحیل نے اپنے باپ کا گھر ان بتوں سے پاک وصاف کر دیا اور اس کے کریہہ منظر سے نجات دلا دی۔

یعقوب علیہ السلام اپنے والد اسحاق علیہ السلام کے پاس آئے اور وہیں (حبرون) میں قیام کیا جو کہ (کنعان) کی سرزمین پر واقع تھا۔ جہاں ابراہیم علیہ السلام رہا کرتے تھے۔ اور حبرون میں ہی راحیل کے یہاں دوسرے بیٹے (بنیامین) کی ولادت ہوئی۔ جو کہ یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی ہیں۔

یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین یعقوب علیہ السلام کو اپنے سب بچوں سے زیادہ پیارے تھے۔ اور ان کا قصہ تفصیل کے ساتھ سورہ یوسف میں مذکور ہے۔

راحیل اور حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب:

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف لپکے اور ان کی گود میں بیٹھ کر معصومانہ انداز میں یہ خواب سنانے لگے۔ جسے قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

((يَآ اَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سَاجِدِيْنَ))۔ (یوسف:۴)

''ابا جان میں نے دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔''

حضرت یوسف علیہ السلام کے طرز بیان میں ایسی کشش تھی کہ سنتے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام

نے معصوم لخت جگر کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اسے اپنی گود میں یوں چھپا لیا کہ جیسے کسی آنے والے خطرے سے ان کی حفاظت کر رہے ہوں۔ کیونکہ انہوں نے یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائیوں کے طرز کلام سے محسوس کر لیا تھا کہ ان کے دلوں میں اپنے بھائی یوسف کے بارے میں نفرت پائی جاتی ہے۔ کیونکہ ان کی باتوں سے کینہ اور حسد جھلکتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس صورتحال سے بے خبر تھے۔ اس نے اپنا خواب والد محترم کو اس لیے سنایا تھا کہ اسے اس بات کا اپنے والد محترم کے ذریعے علم ہو چکا تھا کہ خواب کی کوئی نہ کوئی تعبیر ہوا کرتی ہے انہیں اپنے خواب سے یہ محسوس ہوا کہ سورج، چاند، ستارے کسی عظیم الشان علم کی طرف نشاندہی کرتے ہیں۔ اور ان عظیم مخلوقات کا ان کے آگے سجدہ ریز ہونا ان کی عظمت اور بلند مرتبہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

مفسرین نے اس خواب کی بہت سی تعبیریں کی ہیں۔ ان میں سے یہ تعبیر زیادہ دل پسند پائی جاتی ہے۔ کہ گیارہ ستاروں سے مراد اس کے بھائی ہیں۔ اور سورج سے مراد اس کی والدہ راحیل ہے اور چاند سے مراد اس کے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں۔

علامہ صاوی رحمہ اللہ اس مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے بڑی خوبصورت بات کہتے ہیں کہ ان کی والدہ کو سورج سے تعبیر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ سورج سے ہی چاند روشن ہوتے ہیں اور وہ ہیں انبیاء کرام، اور ان کے والد کو چاند سے تعبیر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ چاند کی روشنی سے اندھیرے میں رہنمائی حاصل کی جاتی ہے جیسے کہ پیغمبران شرک و جہالت کے اندھیروں سے نکال کر لاتے ہیں۔ اور بھائیوں کو ستاروں سے تعبیر کیا کیونکہ ان کا نور ان کے والد کے نور کے برابر نہیں یا پھر اس لیے کہ وہ صرف اولیاء اللہ تھے انبیاء نہیں تھے۔

امام بغوی رحمہ اللہ ماں، باپ اور بھائیوں کے بارے میں اپنی تفسیر میں کہتے ہیں، خواب کی تعبیر میں ستارے ان کے بھائی تھے جو کہ تعداد میں گیارہ تھے اور ان سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ اور سورج ان کے والد تھے اور چاند ان کی والدہ تھیں۔

اور ابن جریج کا کہنا ہے کہ چاند ان کے والد تھے اور سورج ان کی والدہ کیونکہ سورج مؤنث ہے اور چاند مذکر۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے کا خواب سن کر فکر مند ہو گئے۔ اور انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں حضرت یوسف علیہ السلام یہ خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کر دیں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل و کرم دیکھ کر حسد کرنے لگیں گے اور نقصان پہنچائیں گے۔

ابو حیان اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے کا خواب سن کر یہ سمجھ گئے تھے کہ اللہ تعالیٰ اسے بلند مرتبہ عنایت کریں گے۔ اور اسے نبی بنا کر دونوں جہان کی عظمتوں سے سرفراز کریں گے۔ انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کے بھائی اس سے حسد نہ کرنے لگیں۔ اس لیے انہوں نے اپنے بیٹے کو زور دے کر یہ کہا کہ اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو ہرگز نہ بتانا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کو اپنے بیٹے سے بہت محبت تھی۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے انہیں اس خواب کی تعبیر سنائی تو وہ پریشان ہوگئی اور اپنے خاوند سے اصرار کیا کہ اس پریشانی کا کوئی حل نکالیں۔ اس موقع پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کو ارشاد فرمایا:

((يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ)) ۔ (یوسف:۵)

”بیٹے اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا وہ تیرے ساتھ مکاری کریں گے۔ شیطان تو کھلا انسان کا دشمن ہے۔“

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو یہ تلقین اسے خبردار کرنے کے لیے تھی تاکہ وہ اپنے بھائیوں سے محتاط رہیں۔ انہیں اس بات کا پورا یقین تھا کہ اس تلقین سے یوسف علیہ السلام کے دل میں اپنے بھائیوں کے لیے کوئی نفرت پیدا نہیں ہوگی۔ کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے

یوسف علیہ السلام کی خوش اخلاقی، صاف دلی اور بلند ظرفی سے اچھی طرح واقف تھے۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے خواب کی عظمت سے آگاہ کر چکے اور بھائیوں کے سامنے اس کا تذکرہ نہ کرنے کی تلقین کر چکے تو اس خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے سمجھانے لگے کہ اے میرے پیارے بیٹے جس طرح تمہارے خواب میں اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج، اور ستاروں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا اور تمہارے سامنے جھکا دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ تجھے نبوت کیلئے منتخب فرمائیں گے اور تمہیں خوابوں کی تعبیر کا علم سکھائیں گے اور تمہیں وحی اور رسالت کی نعمت سے سرفراز کریں گے قرآن حکیم نے اس بات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

((كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْحَاقَ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ)) ۔ (یوسف:٦)

”جیسا کہ اس نے اس سے پہلے تیرے دو دادوں یعنی ابراہیم اور اسحاق علیہم السلام کو بھی اپنی بھرپور نعمت دی یقیناً تیرا رب بہت بڑے علم والا اور زبردست حکمت والا ہے۔“

اور وہ زیادہ جانتا ہے کہ کس کو یہ عظیم ذمہ داری سونپے اور وہ اسی کو سونپتا ہے جو اس کا حقدار ہوتا ہے۔

مگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہر چیز پر غالب رہتا ہے۔ اور یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا واقعہ جس طرح پیش آنا تھا آیا اور جو ہونا تھا وہ ہوا اور اس قصہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سب سے بہترین قصہ کے نام سے موسوم کیا اور پوری سورت ان کے نام کی! اللہ اکبر!

جس میں بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح اس مبارک خواب کی وجہ سے جس میں اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو بے انتہا اعزاز و اکرام کی بشارت دی تھی، ان کے بھائی ان سے حسد

کرنے لگے۔ اور اندھیرے کنویں میں انہیں ڈال آئے۔ اور پھر کس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں پانی کے لیے ڈول ڈالنے والے کے ذریعے انہیں اس کنویں سے نجات دلائی اور پھر وہ غلام بنا لئے گئے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے عزیز مصر کے دل میں ان کی محبت ڈالی اور اس نے انہیں اپنا بیٹا بنا لیا اور گھر لے آیا اور پھر کس طرح عزیز مصر کی بیوی نے انہیں بہکانے اور گمراہ کرنے کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا اور پھر کس طرح ایک طویل عرصہ قید میں گزارنے کے بعد وہ بادشاہ تک پہنچے۔ اور پھر کس طرح وہ نوازے گئے اور یعقوب علیہ السلام کا ان کی جدائی میں روتے روتے کیا حال ہوا۔

اور پھر کس طرح ان کے بھائی مصر گئے اور سب سے بڑے بھائی نے ان کے ساتھ واپس جانے سے انکار کر دیا کہ میں جب تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک یا تو والد صاحب مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت نہ دے دیں یا پھر اللہ تعالیٰ ہی کوئی بہتر صورت پیدا فرما دیں۔ اور پھر کس طرح یوسف علیہ السلام نے اپنا کرتا اپنے والد کے پاس بھیجا اور ان کی بینائی واپس لوٹ آئی اور پھر سب کو اللہ نے ملا دیا۔ اور ایک جگہ جمع کر دیا۔ کہ ہر کوئی خوش اور مگن تھا۔ خاص کر یعقوب علیہ السلام اور ان کی بیوی راحیل اور ان کے بیٹے یوسف علیہ السلام۔

اپنے والدین کو شاہی تخت پر براجمان کیا:

ہم ان مراحل اور واقعات کا یہاں ذکر نہیں کریں گے جو یوسف علیہ السلام کی زندگی میں پیش آئے۔ کیونکہ وہ بڑی تفصیل کے ساتھ سورۂ یوسف کی تفسیر میں موجود ہیں۔ بلکہ ہم اس خواب کی تعبیر کا ذکر رہے ہیں جو ان سب کے مصر آنے کے بعد سچ ثابت ہوئی اور یوسف علیہ السلام جو کہ اس وقت عزیز مصر کے عہدہ پر فائز تھے ان کے سامنے آپ علیہ السلام کے ماں باپ اور بھائی سجدہ ریز ہوئے۔ اور یہ واقعہ تیس سے چالیس سال کے بعد پیش آیا اور یہ لمبا عرصہ یعقوب علیہ السلام نے

اپنے لخت جگر کی یاد اور جدائی کے غم میں رو کر اور تڑپ کر گزارا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ اتنے عرصے کے بعد انہیں ایک اور صدمہ پہنچا اور انہیں خبر ملی کہ انہوں نے اپنے بیٹے بنیامین کو بھی کھو دیا بلکہ انہیں قید کر لیا گیا اور یعقوب علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ زیادہ آہ و بکا کرنے سے ان کی آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں۔ مگر اس حال میں بھی انہوں نے صبر کیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے۔

جب یعقوب علیہ السلام کا شدت غم سے یہ حال تھا تو ذرا سوچئے کہ ان کی والدہ راحیل کا کیا حال ہوگا۔ جنہوں نے پہلے اپنے بڑے بیٹے یوسف علیہ السلام کی جدائی برداشت کی پھر انہیں اپنے چھوٹے بیٹے بنیامین سے بھی جدا ہونا پڑا!!!

اللہ بہتر جانتا ہے کہ راحیل کا غم اگر یعقوب علیہ السلام کے غم سے بڑھ کر نہیں تو کم بھی ہرگز نہیں تھا کیونکہ قدرتی بات ہے کہ ایک ماں کے دل میں اپنے جگر پاروں کے لئے ان کے باپ سے زیادہ محبت اور تڑپ ہوتی ہے اور ویسے بھی یعقوب علیہ السلام کے دوسری بیویوں سے اور بھی بچے تھے۔

اور ہو سکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ قرآن کریم نے سورہ یوسف میں ان کی والدہ کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ماں کا حال بیان کرنا اس قرآنی حصے کی تکمیل کے لیے شرط یا لازمی نہیں تھا کیونکہ جس مقصد کیلیے یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے وہ مقصد پورا ہو رہا ہے کیونکہ یہ معاملہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے بیٹوں کے ساتھ تھا۔ جنہوں نے یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کے لیے اپنے باپ کے دل میں زیادہ محبت اور تعلق محسوس کیا اور حسد کا شکار ہو گئے اور یہ سب واقعات پیش آئے یہ یوسف علیہ السلام کی والدہ کا معاملہ نہیں تھا کیونکہ یوسف علیہ السلام اور بنیامین کے علاوہ جو لڑکے تھے وہ ان کے بیٹے تو تھے نہیں لہٰذا فطری طور پر ان کا جھکاؤ ان

دونوں کی طرف زیادہ تھا اس کے لیے ان پر ملامت نہیں کی جاسکتی کہ یہ فطرت کا تقاضا تھا۔

اور جہاں تک اشاروں میں راحیل کا ذکر آیا ہے تو سورہ یوسف میں متعدد مقامات پر ایسے اشارے ملتے ہیں جن سے صاف طور پر سمجھا جاسکتا ہے کہ ان سے مراد یوسف علیہ السلام کی والدہ راحیل ہیں۔

کیونکہ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ وہ ان کے سب گھر والوں کو بیت المقدس سے مصر لیکر آ جائیں تو یوسف علیہ السلام بذات خود شہر سے باہر تشریف لے آئے تھے تا کہ اپنے ان والدین سے ملاقات کا شرف حاصل کر سکیں جنہیں دیکھے ہوئے تقریباً چالیس سال کا عرصہ بیت چکا تھا اور جن کی حالت زار سے وہ اچھی طرح واقف تھے۔

اور پھر جب وہ لوگ شاہی محل پہنچ گئے تھے تو کس طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تعظیماً انہیں اپنے تختِ شاہی پر اپنے پاس بٹھایا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

((وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ))۔ (یوسف:١٠٠)

''اور اپنے تخت پر اپنے والدین کو اونچا بٹھایا کریں کہ دنیا میں والدین سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں اور اللہ رب العزت کے بعد ان کے حق سے بڑھ کر کسی کا حق نہیں۔''

یہاں یہ ذکر بھی کر دینا چاہیے کہ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یوسف علیہ السلام کی والدہ راحیل بنیامین کی پیدائش کے بعد وفات پا گئی تھیں اور سورۂ یوسف میں جن ماں باپ کا ذکر ہے ان سے مراد ان کے والد اور ان کی خالہ (لیا) ہیں، جبکہ محمد بن اسحاق اور محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ یوسف علیہ السلام کی والدہ خود زندہ موجود تھیں ان کی موت پر کوئی صحیح دلیل نہیں اور قرآن کریم کے ظاہر الفاظ بھی اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ راحیل زندہ موجود تھیں۔ اور میرا بھی یہی خیال ہے (واللہ اعلم) کہ قول راجح یہی ہے کہ یوسف علیہ السلام کی والدہ مصر میں داخل ہونے اور ان کی خواب کی تعبیر سچ ہونے تک خود زندہ موجود تھیں

کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں جیسا کہ صحیح احادیث میں آیا ہے۔

اور جہاں تک یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ میں گر جانیکا معاملہ ہے تو ان کی شرع میں یہ چیز جائز تھی اور یہ ان لوگوں کے سلام کرنے کا طریقہ تھا۔ مفسرین نے اس سجدے کی کیفیت کو مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے اس میں بہت سے اقوال ہیں۔ جیسے کہ جھکنا، یا رکوع کرنا، یا سر کے اشارے سے سجدہ کرنا اور اسی سے ملتی جلتی چیزیں ہیں۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ سجدہ جس کیفیت میں بھی تھا بہر حال سلام کی نیت سے تھا عبادت کی غرض سے نہیں۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان کے یہاں بادشاہوں کو سلام کرنے کا یہی طریقہ تھا جبکہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا سلام عطا کیا ہے۔ ابو بکر رازی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان کے یہاں سجدہ اعزاز و اکرام میں کیا جاتا تھا جیسے کہ ہم لوگ کسی کے اکرام میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ وہ لوگ ایک جگہ مل جانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے لیے سجدے میں گر پڑے تھے۔

صبر و شکر کی اعلیٰ مثال:

راحیل انبیاء کرام کی خواتین میں وہ خاتون ہیں۔ جن کے واقعات زندگی جا بجا مختلف تاریخوں کی کتابوں میں مہک رہے ہیں۔ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی مثال آپ تھیں جہاں ایک وفادار بیوی ہیں تو وہیں ایک شفیق ماں، ایک طرف عبادت گزار اور شکر گزار بندی ہیں تو دوسری طرف صبر و ہمت کا پیکر ہیں۔ اور لگتا ہے کہ راحیل کی شہرت کا یوسف علیہ السلام کی شہرت اور ان کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات سے گہرا تعلق ہے کیونکہ ان کو پیش آنے والے حادثات اور واقعات کے دوران انہوں نے مشیت ایزدی کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور آزمائش

کے وقت اپنے شوہر یعقوب علیہ السلام کا پورا پورا ساتھ دیا۔

شیخ عبدالرحمان سعدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام اور ان کے والدین اور بھائیوں کا یہ قصہ بہترین اور واضح ترین قصوں میں سے ہے کہ جس میں مختلف حالات اور واقعات میں ہر فرد کے جذبات اور احساسات بڑے بھرپور انداز میں سامنے آئے ہیں کس طرح یہ لوگ ایک مشکل سے نکل کر دوسری مشکل اور ایک آزمائش کے بعد دوسری آزمائش میں مبتلا ہوئے اور پھر کس طرح مشکل سے راحت، کمزوری سے طاقت اور غلامی سے بادشاہت تک کا سفر طے کیا اور کس طرح سے شیرازہ بکھرنے اور جدا ہونے کے بعد سب لوگ ایک ہوئے اور کس طرح سے حالات غم سے خوشی اور قحط سالی سے آسودگی، اور تنگی سے فراخی اور انکار سے اقرار میں تبدیل ہوئے۔ بڑا عالی شان ہے وہ جس نے یہ قصہ ہم تک پہنچایا اور ہمیں سنایا اور بڑی وضاحت کے ساتھ اسے بیان کیا۔

((فَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ))۔

اور کتنی عظیم تھیں وہ خاتون راحیل جو روئے زمین پر بسنے والے سارے شہنشاہوں سے زیادہ عظیم الشان شہنشاہ کی والدہ ہو کر بھی یہ نہ بھولیں کہ وہ ایک نبی کی بیوی اور ایک نبی کی ماں ہیں اور زندگی بھر اپنے رب کی شکر گزار رہیں اور اللہ رب العزت کی عبادت میں مشغول رہیں کہ اس نے ان پر ان کے شوہر پر اور ان کے بیٹے پر نعمتوں کی بارش عطا کر دی تھی کہ بڑی مدتوں کے بعد جب کہ ملنے کی امید بھی باقی نہ رہی تھی اللہ نے بچھڑے ہوؤں کو ملا دیا اور ایک جگہ جمع کیا۔ اور انہوں نے اپنے صبر کا انعام دنیا میں ہی پا لیا تھا، اپنے اس بیٹے کے ذریعے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے دونوں جہاں کی نعمتوں سے نوازا اور منصب نبوت عطا کیا۔

اور لگتا ہے کہ دیہات سے آنے کے بعد راحیل نے بقیہ زندگی اپنے بیٹے کے ساتھ نہایت آرام وسکون اور ناز ونعم میں گزاری۔ اور ابن کثیر کا قول ہماری اس بات کی تائید کرتا

ہے کہ انہوں نے فرمایا:

یعقوب علیہ السلام اور ان کے گھر والے چونکہ جانوروں کے پالنے والے تھے اس لیے عموماً بادیہ میں ہی قیام رہنا تھا، فلسطین بھی شام کے جنگلوں میں ہے جہاں اکثر اوقات پڑاؤ رہا کرتا تھا۔ اور امام رازی رحمہ اللہ نے راحیل اور ان کے شوہر اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو اپنی آغوش میں لینے والی رحمت خداوندی کے بارے میں بڑی پیاری بات کہی اور اپنی تفسیر میں اس آیت کریمہ:

((اِنَّ رَبِّی لَطِیفٌ لِّمَا یَشَاءُ))۔ (یوسف:۱۰۰)

''میرا رب جو چاہے اس کے لیے بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔''

کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کا اپنے والدین اور بھائیوں سے طویل عرصہ کی جدائی کے بعد ملنا اور پھر سب لوگوں کا محبت اور اتفاق کے ساتھ فراخی و آسودگی کے ساتھ پرآسائش اور آرام دہ زندگی بسر کرنا عقل میں نہ آنے والی بات تھی مگر اللہ عزوجل بہترین تدبیر کرنے والے ہیں۔ جب ان کا حکم ہوتا ہے اور وہ کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اس کیلیے جا بجا آسانیاں اور اسباب پیدا فرما دیتے ہیں۔ چاہے وہ ناممکن الحصول ہی کیوں نہ ہو۔

اور اسی طرح راحیل اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے ساتھ زندگی گزارتی رہیں یہاں تک کہ وہ ہنسی خوشی اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملیں۔

اللہ تعالیٰ یوسف علیہ السلام کی والدہ راحیل پر رحمتیں نازل فرمائیں اور ان کو اپنی رضا اور خوشنودی عطا فرمائیں۔ آمین!

اور اس سے پہلے کہ ہم انہیں الوداع کہیں آیئے سب مل جل کر خشوع و خضوع کے ساتھ ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی مانگی ہوئی دعا دہراتے ہیں جو انہوں نے کامیابی و ترقی

کے بلند ترین مقام پر فائز ہونے کے بعد مانگی تھی۔

((فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ))۔(یوسف:۱۰)

''اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا وآخرت میں میرا والی اور کارساز ہے،تو مجھے مسلمانوں اور نیکوں میں ملادے۔آمین!

صدق اللّٰہ العظیم!

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔الدرالمنثور للسیوطی .... (۴/۴۹۸)
۲۔تہذیب الاسماء واللغات .... (۲/۱۶۵)
۳۔غررالتبیان .... (ص ۲۸۴)
۴۔المعارف لابن قتیبه .... (ص ۲۰)
۵۔البدایه والنهایه .... (۱/۱۹۴)
۶۔مفحمات الاقران .... (ص ۱۲۶)
۷۔الکامل فی التاریخ .... (۱/۱۲۶)

زوجہ حضرت ایوب علیہ السلام

- اخلاص، شوہر کی اطاعت اور مصائب پر صبر کرنے کے حوالے سے پوری دنیا کی عورتوں کے لیے ایک مثالی نمونہ تھیں۔
- عبادت گزار اللہ کی حمد وثناء کرنے والی اور شکر گزار تھیں۔
- تنگی کے دنوں میں اس نے اپنے خاوند کو نہیں چھوڑا بلکہ کمال صبر سے کام لیا اللہ تعالیٰ نے اسے توفیق عطا کر دی تھی۔ کہ اسے اپنے خاوند کی اطاعت کر کے حلاوت اور روحانی لذت محسوس ہوتی تھی۔

زوجہ ایوب علیہ السلام

نیک لوگوں کا موسمِ بہار:

صبر وہ سواری ہے جو کبھی منہ کے بل نہیں مڑتی اور یہ تنگی کے دنوں میں انسان کیلئے بہترین ہتھیار ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایک عمدہ وسیلہ ہے۔ اور اللہ کی رضا کے ساتھ جڑی ہوئی عمدہ امیدوں کے حصول کا ذریعہ ہے۔ صبر بھلا کتنی خوبصورت چیز ہے یہ نیک لوگوں کا موسمِ بہار ہے۔ اور اخیار کا پسندیدہ وصف ہے۔ جبکہ صبر پوری زندگی کو سہارا دینے کا باعث بنتا ہے۔ مصائب کی گھڑیوں میں جن میں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو آزماتا ہے صبر کو ملحوظ خاطر رکھنا لازمی ہونا چاہیے۔ بلکہ ایسے اوقات میں صبر اختیار کرنا گویا کہ فرض ہو جاتا ہے۔ تاکہ آزمائش اس کے حق میں تحفہ بن جائے اور مصیبت عطیہ الٰہی میں بدل جائے۔ جیسا کہ حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی نہایت عمدہ کتاب (الوابل الصیب) میں لکھا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندے کو مصیبت میں اس لیے مبتلا نہیں کرتے کہ اسے تباہ و برباد کر دیں بلکہ اسے مصیبت میں اس لیے مبتلا کرتے ہیں کہ اس کے صبر اور برتری کا حساب لیں۔ اب ہم ان صفات میں ایک نبی کریم کی اس بیوی کا تذکرہ کریں گے جس کی وفاداری، صبر، نیکی اور اخلاص کی تاریخ شاہد ہے وہ خاتون اخلاص خاوند کی اطاعت اور اس کے حکم کی بجا آوری کے میدان میں تمام عورتوں کیلئے ایک نمونہ تھیں۔ اسے یہ ساری دل پذیر خوبیاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے صلے میں نصیب ہوئیں پہلے اس سے کہ ہم اس خاتون کی سیرت کے بارے میں کچھ جانیں ضروری ہے کہ ہم اس نبی کریم کے بارے میں کچھ جان لیں جس کی وجہ سے اس

خاتون کو یہ عظیم شرف حاصل ہوا۔ وہ ایوب علیہ السلام تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام ان انبیاء اکرام میں سے ہیں جن کی نبوت کا تذکرہ قرآن کریم میں کیا گیا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں چار جگہوں پر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا تذکرہ ان رسولوں کی جماعت میں کیا جن پر ایمان لانا واجب ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمَانَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هَارُوْنَ))۔(انعام:۸۴)

''اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون علیہم السلام تھے۔''

یہاں ضمیر ابراہیم علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام ان انبیاء اکرام سے ہیں جن پر وحی اترتی رہی۔ جیسا کہ سورۃ نسآء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

((اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ......))۔ (سورۃ النسآء : ۱۶۳)

''بلاشبہ نوح اور اس کے بعد آنے والے نبیوں پر وحی کی ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد عیسیٰ اور ایوب علیہم السلام پر جیسے وحی کی ھم نے۔''

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی جس کا دل پذیر تذکرہ ان صفحات میں کیا جا رہا ہے۔ اس کا نام لیا بنت یعقوب تھا۔ اس کے بارے میں ایک روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام لیا بنت

منشاء بن یعقوب تھا۔ اس بارے میں یہ روایت بھی ملتی ہے کہ اس کا نام رحمت بنت افراثیم تھا۔ اور اس نام کا بعض لوگ استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے کرتے ہیں۔

((وَاٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِیْنَ))۔ (سورۃ الانبیاء:۸۴)

''ہم نے اسے اس کے اہل وعیال دے دیئے اور ان کے ساتھ ان جیسے اور بھی۔ یہ رحمت تھی ہماری طرف سے اور نصیحت ہے عبادت گزاروں کیلئے۔''

ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے کہ جس نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کا نام رحمت قرار دیا اس نے دور کی کوڑی لائی۔ بہرحال حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ اس کا نام کیا تھا۔ ہمارے پیش نظر تو ان کا وہ عمدہ اور معطر کردار ہے جس نے اس خاتون کو انبیاء کرام کی بیویوں میں زندۂ جاوید کر دیا۔

لیا اور خوشحال زندگی:

حضرت ایوب علیہ السلام مالدار انبیاء میں سے ایک تھے۔ جیسا کہ تاریخی حوالے سے ثابت ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی لیا باغات، چشموں میں خوشحال زندگی بسر کرتی تھی ان کی رہائش سرزمین شام میں تھی۔ لیا نے حضرت ایوب علیہ السلام کی دعوت کو تسلیم کر لیا تھا۔ یاد رہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی دعوت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی نبوت پر تین افراد ایمان لائے۔ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام شام میں رہائش پذیر تھے۔ اور ان کا گھر دمشق کے قرب وجوار میں واقع البثنہ محلے میں تھا۔ وہاں ان کی مسجد نہانے کی جگہ اور زرعی پیداوار کے مقامات اس بستی میں مشہور ومعروف تھے۔ مفسرین اور مورخین

نے متفقہ طور پر ان کے بارے میں یہ کہا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بڑے مالدار شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی نعمت سے انہیں سرفراز کیا تھا۔ وہ بڑے وسیع پیمانے پر سرسبز زرعی اراضی کے مالک تھے۔ بلکہ وہ پوری بثنیہ بستی کے نشیب وفراز کے مالک تھے۔ ان کے پاس اعلیٰ نسل کے گھوڑے تھے۔ جنہیں آنکھیں دیکھتی رہ جائیں۔ اس کے علاوہ وافر مقدار میں اونٹ، گائیں، بکریاں اور دیگر مویشی ان کی ملکیت تھے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس ایک ہزار بکریاں چرواہوں سمیت ان کی ملکیت تھیں۔ زمین کی دیکھ بھال اور چوپاؤں کی خدمت کیلئے بہت سے نوکر چاکر انہیں دستیاب تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام بڑے رحم دل، متقی اور نیک تھے۔ وہ غرباء اور مساکین کے ساتھ حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آتے۔ یتیموں اور بیواؤں کی کفالت کرتے۔ مہمانوں کے ساتھ عزت سے پیش آتے، مسافروں کی خدمت بجا لاتے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے والے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے کثیر اہل وعیال تھے۔ اور ان کی بیوی اس آرام دہ زندگی سے بڑی خوش اور مگن تھی۔ مگر وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی سے ہرگز غافل نہیں تھیں اور ہر دم اس کی بیشمار نعمتوں کا شکر ادا کرتی تھیں۔ وہ بہت عبادت کرنے والی اور اللہ کی شکر گزار بندی تھیں وہ اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اپنے بیٹے بیٹیوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی تھیں اور اپنے پروردگار کی مشکور و ممنون تھیں کہ جس نے ان پر اور ان کے شوہر پر بے تحاشہ رزق، مال و دولت اور اولاد جیسی نعمتوں سے نوازا تھا اور ان کو اپنے بے شمار بندوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ وہ اس راز کو اچھی طرح جانتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کو مسلسل یاد کرنے سے اللہ تعالیٰ کی نعمت سدا نصیب میں رہتی ہے۔ اس لیے وہ کثرت سے ذکر وشکر میں مشغول رہا کرتی تھیں اور ہر حق دار کو اس کا حق دیا کرتی تھیں اور اپنے شوہر ایوب علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر ضرورت مند اور محتاج کی مدد کرتی تھیں۔ اور ان کے ساتھ احسان کا معاملہ فرماتی تھیں۔

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ لیّا کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے امتحان سے دوچار ہونا پڑا اور ان کے شوہر کو سخت آزمائش سے گزرنا پڑا۔ مگر وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور فضل وکرم کے سہارے اس امتحان اور آزمائش سے نہایت کامیابی وکامرانی کے ساتھ گزر گئیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین اور اپنے صابر شوہر کے ساتھ اخلاص اور وفاداری کے انمٹ نقوش چھوڑ گئیں۔ اور وفاداری بھی اس شوہر کی کہ جن کے صبر وہمت کی اللہ تعالیٰ نے بڑے خوبصورت انداز میں تعریف کی صبر اور ایوب علیہ السلام کا نام لازم وملزوم بن کر رہ گیا۔ وہ صبر کہ جس کو اپنانے والے بغیر کسی حساب کتاب کے اللہ کے وعدے کے مطابق سیدھے جنت میں داخل ہوں گے۔

سچائی کی خوگر نیک دل خاتون:

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی لیّا سچائی کی خوگر اور نیکی کے بلند مقام پر فائز تھی۔ وہ اپنے خاوند کے ساتھ مصیبت اور آزمائش کے دور میں جو کہ اٹھارہ سال پر محیط تھا۔ اس نے ایک مخلص وفادار، صابر اور اللہ کے حکم پر راضی رہنے والی عورت کے روپ میں دنیا جہان کی عورتوں کے لیے ایک بہترین مثال قائم کی۔

لیّا نے صاف دلی، حسن عبادت اور تعلق مع اللہ کی یہ ادا اپنے شوہر ایوب علیہ السلام سے سیکھی تھی کیونکہ کہا جاتا ہے کہ ایوب علیہ السلام اپنے دور کے سب سے زیادہ عبادت گزار اور مال ودولت والے تھے وہ کسی بھوکے کو کھانا دینے سے پہلے اپنا پیٹ نہیں بھرتے تھے۔ وہ بڑے نیک اور صابر بندے تھے۔ اور جہاں تک ان کی شریعت کا تعلق ہے تو ان کی شریعت اللہ عزوجل کی وحدانیت کی دعوت اور اصلاح نفس اور اعمال پر مشتمل تھی اور جب اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنا ہوتا تھا تو سجدہ میں گر جاتے تھے اور اپنی حاجت کیلئے دعا مانگتے تھے۔

اوران کی بیوی لیا ان کی یہ ساری خوبیاں دیکھ کرانہیں اپناتی جاتی تھیں۔تا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرسکیں۔مگر ایوب علیہ السلام کی زندگی میں ایک وقت ایسا آیا کہ یہ سب کچھ بدل گیا اوران کی مال ودولت، زمین وجائیداد،سب فنا ہوگیا ختم ہوگیا۔

الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ایوب علیہ السلام پر آزمائش درآزمائش نازل ہوئی اوران کی اولاد اور مال ودولت سب کچھ ختم ہوگیا۔کوئی بھی چیز پاس نہ رہی۔مگر ایوب علیہ السلام اوران کی بیوی (لیا) نے بہترین صبر کیا کہ انہوں نے یہی سیکھا تھا کہ اپنا ہر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردو۔

مگر حضرت ایوب علیہ السلام ایک اور آزمائش میں مبتلا ہوئے اوراس آزمائش کی تان ان کے بدن پر آکرٹوٹی ان کے جسم میں جذام پھوٹ پڑا اورزبان کے سوا جسم کا کوئی حصہ اس مرض سے محفوظ نہ رہا اور یہ بیماری کوئی ایک دودن کی نہیں تھی بلکہ برسوں پرمحیط تھی۔مگران سب چیزوں کے باوجود ایوب علیہ السلام کے پایۂ استقلال وصبر میں ذرہ بھرلغزش نہیں آئی اور وہ اس حالت میں بھی دن رات،صبح وشام،ہردم ہرلحہ اپنے رب العزت کا ذکر کرتے تھے اسے ہردم یادرکھتے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کا مرض لمبا ہی ہوتا گیا اور بیماری شدت اختیار کرتی چلی گئی اور یہ حال ہوگیا کہ آس پاس والے بھی ان سے گھن کرنے لگے اورسب نے ان سے تعلق ختم کرلیا صرف ان کی بیوی لیا کے علاوہ جن کے دل میں اس حال میں بھی اپنے شوہر کے لیے محبت اور ہمدردی تھی۔وہ ہروقت ان کی خدمت کیا کرتی تھیں اور ہرطرح سے ان کا خیال رکھتی تھیں۔ کیونکہ وہ پچھلا وقت نہیں بھولی تھیں۔جب ان کے پاس ہرطرح کی آسائش تھی صحت وعافیت تھی تو حضرت ایوب علیہ السلام ان کا کتنا خیال رکھتے تھے ان کے ساتھ محبت اورالفت کا معاملہ کرتے تھے۔کبھی کبھی ان کے ذہن میں گزرے ہوئے لمحات آجاتے تھے اوران کی یادیں تازہ ہوجاتی تھیں وہ سوچتی تھیں کہ وہ دن بھی تھے جب پوری (بثنیہ) بستی کا خراج ان کی

خدمت میں پیش کیا جاتا تھا۔ اور دور دور تک ان کے شوہر کے لہلہاتے سرسبز و شاداب کھیت کھلیان نظر آتے تھے۔ مگر جب ان کی نظر اپنے شوہر حضرت ایوب علیہ السلام پر پڑتی تھی اور وہ انہیں بڑی صبر و ہمت اور جواں مردی سے اپنی بیماری اور تکلیف کا مقابلہ کرتے اور بہترین صبر کرتے نظر آتے تو یہ ارادہ اور مضبوطی سے ان کے دل میں جڑ پکڑ لیتا کہ وہ اپنے شوہر کا ساتھ دیں گی اور اللہ تعالیٰ کے اس نیک بندے کی ہر تکلیف اور آزمائش میں قدم بقدم ان کے ساتھ چلیں گی اور دل سے ان کی خدمت کا شرف حاصل کریں گی۔

وہ دن رات، صبح و شام اپنے شوہر کی خدمت میں لگی رہتی تھیں جبکہ سب لوگوں نے ان سے کنارہ کر لیا تھا اور ان کو شہر کے ایک اوجڑ کونے میں سکونت اختیار کرنی پڑی مگر حضرت ایوب علیہ السلام اپنے خدا کے ذکر میں اور بڑھ گئے تھے اور لیا یہ سب کچھ دیکھ دیکھ کر اور زیادہ دلجمعی اور تندہی سے ان کی خدمت میں جت جاتیں۔ ان کا ہر طرح سے خیال رکھتیں اور ہاتھ تھام کر انہیں قضاء حاجت کے لیے لے جاتیں اور ہر ممکن ان کی دلجوئی کرتیں۔

اسی طرح وقت کا پہیہ گھومتا رہا اور لیا اپنے کام سے لگی رہیں وہ صرف ان کی خدمت ہی نہیں کرتی تھیں بلکہ محنت مزدوری کر کے ان کا اور اپنا پیٹ بھی پالتی تھیں۔ کیونکہ دولت تو ان کے پاس بالکل ختم ہو چکی تھی اور لوگوں نے بھی ان سے رشتہ ناطہ توڑ لیا تھا۔

مگر آفرین ہے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی پر جنہیں لوگوں کے گھروں میں کام کرنا پڑا خوشیوں کے بعد غم اور عیش و راحت کے بعد تنگی سے واسطہ پڑا۔ مال و دولت اور بال بچے ختم ہو گئے مگر ان کی پیشانی پر بل نہیں پڑا، منہ سے اف نہیں نکلا اور وہ اپنے صابر شوہر کے ساتھ مشکلیں جھیلتی، صبر و شکر کے مراحل طے کرتی رہیں۔ اسی لیے ان کے وصف میں ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

''وہ ایک صابر، شاکر، محنتی، سچی، مخلص، وفادار، اجر وثواب پر نظر رکھنے والی، ہدایت یافتہ خاتون تھیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رضا سے نوازیں۔''

اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ آپ کو شفا عطا کرے:

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی یہ جانتی تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو ناگوار معاملات میں آزماتا ہے۔ تاکہ وہ صبر وشکر کا پیکر بن کر لوگوں کے لیے ایک نمونہ بن جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَشَدُّ النَّاسِ بُلاَءً ثُمَّ الصَّالِحُوْنَ، ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالأمثَلُ))۔

''لوگوں میں سب سے سخت آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے۔ پھر درجہ بہ درجہ نیک لوگوں کی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

((يُبْتَلىٰ الرَّجُلُ عَلىٰ حَسبِ دينِهٖ فَاِنْ كَانَ فِيْ دِينِهٖ صَلاَبَةٌ زِيدَ فِي بَلاَئِهٖ))۔

''ہر شخص کو اس کے دین کے اندازے کے مطابق آزمایا جاتا ہے اگر وہ اپنے دین میں مضبوط ہو تو اس کی آزمائش میں سختی کر دی جاتی ہے۔''

اور حضرت ایوب علیہ السلام نے بہترین صبر کیا، ان کی تکلیفوں اور اذیتوں نے ان کے صبر وشکر اور ذکرِ خدا میں اور اضافہ کیا۔ یہاں تک کہ صبر ایوب علیہ السلام زبانِ زدِ عام ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام سب سے زیادہ صابر اور حکمِ خدا کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے والوں میں سے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے رب کے حقوق اچھی طرح پہچانتے تھے۔ شاعر نے اپنے ان اشعار میں تصویر کشی کی ہے۔

أرح قَلْبَکَ العَانِي وسلِّم له القضا
تَفر بالرّضا فالأصل لا يتحول
علامة اهل اللّٰه فينا ثلاثة
امانٌ وتسليمٌ وَ صبر مجمل

''اپنے سخت دل کو آرام بہم پہنچاؤ اور اسے تقدیر کے حوالے کر دو۔ اللہ کی رضا کے ساتھ کامیابی حاصل کرو یاد کر کے اصل نہیں بدلا کرتا۔ ہم میں اللہ والوں کی تین نشانیاں ہوتی ہیں۔ امن وامان، تسلیم ورضا اور صبر جمیل۔''

مگر ان کی بیوی لیا اپنے شوہر کو اس حال میں دیکھ کر بہت دکھی ہوتی تھیں۔ ایک دن جب ایوب علیہ السلام کو یہ تکلیف جھیلتے زمانہ گزر گیا اور ان کے صبر وشکر میں کوئی کمی نہیں آئی تو لیّا ان کے قریب آئیں اور عرض کیا: ''اے اللہ کے نبی! آپ تو مستجاب الدعوات لوگوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو صحت یاب کر دیں۔''

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا کہ میری بات ذرا غور سے سنو!'' اللہ تعالیٰ نے ستر سال تک مجھے صحت وعافیت میں رکھا۔ اگر ستر سال تک میں اس مصیبت میں مبتلا رہوں اور صبر کروں تو یہ بھی بہت کم ہے۔ علامہ سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی نے ایک دن ان سے کہا: ''اے اللہ کے نبی! اگر آپ اپنے رب سے دعا کریں تو مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کی مصیبت کو دور کر دیں گے۔'' تو حضرت ایوب علیہ السلام نے بیوی سے کہا کہ میں نے ستر سال صحت وعافیت کے ساتھ گزارے تو کیا اب میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے اتنا بھی نہیں کر سکتا کہ اس حال میں ستر برس شکر وصبر کے ساتھ گزار دوں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی ایمان، رضا وتسلیم سے بھرپور یہ بات سن کر ان کی بیوی لیّا کانپ اٹھیں اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ان کے شوہر جیسا صابر اور اللہ تعالیٰ کی مشیت

کے آگے سر تسلیم خم کر دینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں وہ جان چکی تھیں کہ وہ صبر میں ان کے مقام تک نہیں پہنچ سکتیں مگر وہ ان کا ساتھ دیتی رہیں اور ان سے محبت اور تعلق نبھاتی رہیں کیونکہ وہ اللہ اور اس کے پیغمبر ایوب علیہ السلام پر دل سے ایمان رکھتی تھیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکلیف دور فرما دی اور وہ بفضل خدا صحت یاب وتندرست ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کی اور فرمایا:

((اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ)) ۔(ص:۴۴)

''بے شک ہم نے ان کو صابر پایا اور اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع کرتے تھے۔''

کیا تو نے اللہ کے نبی کو دیکھا ہے:

اس میں کوئی شک نہیں کہ صبر کا انجام خوبصورت، حسین اور بابرکت ہوتا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام صبر کرنے والوں کے امام تھے اور جو لوگ طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا کیے گئے ان کے لیے بہترین نمونہ بن گئے۔ حضرت ایوب علیہ السلام دنیا میں سخت آزمائش سے دوچار کیے گئے۔ ایک شریف الطبع اور صبر کرنے والی بیوی کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہ بچا۔ اگرچہ وہ کسی جسمانی مرض میں مبتلا نہیں ہوئیں۔ آزمائش کا یہ وقت دونوں نے انتہائی صبر سے گزارا اور ہر دم اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہے۔ عبادت اور ذکر الٰہی کے ذریعے پورے اٹھارہ برس تک بیماری کا سامنا کرتے رہے۔ پھر حضرت ایوب علیہ السلام نے ایک دن اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے پروردگار مجھے تکلیف لاحق ہوگئی ہے۔ اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو قبول کیا اور چشم زدن میں بیماری جاتی رہی۔ جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

((وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

☆ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَّآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ)) ۔(الانبیاء:۸۳۔۸۴)

''ایوب علیہ السلام کو یاد کرو جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے بیماری لاحق ہوگئی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے اور ہم نے ان کی دعا کو قبول کیا اور جو دکھ ان کو تھا اس کو دور کیا اور اس کے اہل و عیال عطا کئے اور ان کے ساتھ ویسے ہی اور اپنی خاص رحمت سے عبادت کرنے والوں کے لیے یہ نصیحت ہے۔''

یہ داستان حدیث شریف میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان ہوئی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ایوب علیہ السلام کی شفا اور اس کے ساتھ اس کی صابر و شاکر بیوی کی داستان بیان فرمائی۔ اب ہم حضرت ایوب علیہ السلام کی شفا کی داستان کا مطالعہ کرتے ہیں ان کی داستان میں دلوں کیلئے شفا دعا اور اہل ایمان کے لیے محبت پائی جاتی ہے۔ ابن حبان نے ابن شہاب اور اس نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام اللہ کے نبی تھے وہ اٹھارہ سال تک مصیبت میں گرفتار رہے۔ ہر ایک نے ان کو چھوڑ دیا مگر ان کے رشتہ داروں میں سے جو صبح و شام ان کے پاس آتے جاتے رہتے تھے ایک دن ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا تم جانتے ہو اللہ کی قسم! ایوب علیہ السلام نے کوئی ایسا گناہ کیا ہے جو آج تک جہان میں کسی نہ کیا ہو۔ اس کے ساتھی نے اس سے کہا کہ وہ کیا اس نے کہا کہ اٹھارہ سال ہوگئے اللہ نے اس پر رحم نہیں کھایا اور نہ ہی ان کی تکلیف کو دور کیا۔ جب وہ شخص حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس گیا تو وہ صبر نہ کر سکا اور اس نے یہ بات آپ کو بتا دی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے یہ سن کر کہا بھائی جو تم کہتے ہو میں نہیں جانتا۔ اللہ جانتا ہے کہ میں نے اپنی ساری زندگی اپنا یہ معمول بنائے رکھا کہ جب بھی میں دو جھگڑنے والوں کے پاس سے

گزرا تو وہ اپنے جھگڑے کے درمیان اللہ کا نام لے رہے ہیں تو میں اپنے گھر لوٹا اور ان دونوں کی طرف سے کفارا ادا کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام حاجت کیلئے گھر سے نکلتے تھے جب فارغ ہو جاتے تو بیوی اس کا ہاتھ پکڑتی۔ ایک دن ایسے ہوا کہ انہیں فارغ ہونے میں تاخیر ہوگئی اللہ نے حضرت ایوب علیہ السلام کی طرف اسی جگہ وحی کی:

((اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ))۔

''اپنے پاؤں کی ایڑی ماریں یہ نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے۔''

بیوی قدرے تاخیر کے بعد آپ کے پاس پہنچی۔ اللہ تعالیٰ نے ساری مصیبت اور بیماری دور کردی اور آپ پہلے کی طرح حسین وجمیل دکھائی دیتے تھے۔ جب بیوی نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگی اللہ آپ کو برکت دے آپ نے اللہ کے نبی کو دیکھا جو مصیبت میں مبتلا ہیں۔ اللہ کی قسم جب وہ صحیح تھے تو بالکل آپ جیسے دکھائی دیتے تھے۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں ہی تو وہ ہوں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے دو کھلیان تھے ایک گندم کا اور دوسرا جو کا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر دو بادل کے ٹکڑے بھیجے ایک بادل کے ٹکڑے نے گندم کے کھیت پر آ کر سونا برسایا۔ یہاں تک کہ وہ کھیت لبالب بھر گیا اور دوسرے ٹکڑے نے جو کے کھیت پر آ کر چاندی برسائی یہاں تک کہ وہ کھیت چاندی سے لبالب بھر گیا۔

قرآن وسنت میں ایوب علیہ السلام اور ان کی بیوی کے بارے میں یہی کچھ وارد ہوا ہے اس کے علاوہ جو کچھ وارد ہوا ہے یعنی قرآن وسنت کے علاوہ تو ہمیں اس کی کوئی حاجت نہیں۔ قاضی ابوبکر ابن العربی کا قول ہے۔ ایوب علیہ السلام کے بارے میں وہی صحیح ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان دو قرآنی آیتوں میں بتایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ)) ۔ (الانبیاء:۸۳)

"ایوب کی اس حالت کو یاد کرو جبکہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لاحق ہوگئی ہے۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ))۔ (ص:۴۱)

"کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((بینما ایوبُ یغسل عُریَاناً علیه رِجلٌ جُرَادٌ مِنْ ذَهَب فَجُعَلَ یُحثي فی ثوبهٖ فنادیٰ رَبُّهٗ یا ایوبُ الم اکُن اغنیتک عمّا تَری؟ فَقَال: بَلیٰ یَا رَبِّ وَلٰکِنْ لَا غِنیٰ لِی عَنْ بَرَکتِکَ))۔

"ایسا ہوا ایک بار ایوب علیہ السلام نہار ہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیوں کا ایک جھنڈ گر پڑا وہ اپنے کپڑے میں بٹورنے لگے۔ اس وقت پروردگار نے ان کو آواز دی کیا میں نے تجھ کو ٹڈیوں سے بے پرواہ نہیں کیا؟ (یعنی تجھ کو مالدار نہیں بنایا؟) انہوں نے عرض کیا بے شک میرے مالک مگر میں تیری برکت اور عنایت سے کہیں بے پرواہ ہوسکتا ہوں۔"

ایوب علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا کیا وہ صحیح ہے:

معزز قارئین! میں یہاں چند ایسی نا قابل قبول باتوں کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں جو

بعض مصادر و کتب میں وارد ہوئی ہیں اور جنہیں عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی اور نہ ہی وہ قبول کر سکتا ہے جو ذرہ بھر بھی انبیاء کرام کے مقام اور مرتبے سے آشنا ہے، کیونکہ بعض کتابوں میں ایوب علیہ السلام اور ان کی بیوی لیا کے بارے میں بہت سی باتوں کو وہم اور خرافات پر مبنی اسرائیلی روایات کے ساتھ غلط کر دیا گیا ہے۔

قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں ابن العربی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں ایوب علیہ السلام کے بارے میں وہی باتیں صحیح ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں اور اسرائیلی روایات علماء کے یہاں ناقابل قبول ہیں، اس لیے اپنی آنکھیں اور کان ان کے لیے بند ہی رکھنا۔ کیونکہ یہ تمہارے ذہن کو بھٹکا دیں گے اور دل کو گمراہ کر دیں گے۔

بعض مصادر کتب نے ایوب علیہ السلام اور انکی بیوی لیا کے واقعات کو ایسا مسخ کر کے پیش کیا ہے کہ جس سے دل و دماغ پر بڑا غلط تاثر قائم ہوتا ہے اور جس کی اسلام میں نہ کوئی صحیح سند ہے نہ گنجائش بلکہ یہ باتیں منصب نبوت کے منافی ہیں۔

اور علماء توحید کا یہ موقف ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر اس چیز سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں جس سے نفرت یا کراہت محسوس ہوتی ہو جیسے کہ جذام، چیچک یا سارے نفرت آمیز امراض و بیماریاں۔ کیونکہ ایسی بیماریاں تو انہیں لوگوں سے دور رکھیں گی اور جب وہ لوگوں سے قریب ہی نہیں ہو پائیں گے تو ان کی بعثت اور رسالت سے مطلوبہ نفع اور فائدہ کیسے حاصل ہوگا اور وہ کیسے دین کی تبلیغ کریں گے۔

اس موقع پر احمد مصطفیٰ المراغی رحمہ اللہ نے لیا اور ایوب علیہ السلام کی بیماری کے بارے میں اپنی تفسیر میں بڑی پیاری بات کہی ہے ان کا کہنا ہے کہ جو کچھ ایوب علیہ السلام کی بیماری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ لوگ ان سے نفرت کرنے لگے تھے اور انہیں شہر سے نکال کر کوڑے دان کے پاس ڈال دیا تھا اور ان کی بیوی لیا کے علاوہ جو ان کے لیے کھانا

پانی لیکر آتی تھیں اور کوئی ان کے پاس نہیں آتا تھا، یہ سب اسرائیلی روایات ہیں جن میں کوئی سچائی نہیں کیونکہ اس کی تائید میں کوئی صحیح سند یا روایت نہیں ملتی اور کیونکہ شرائط نبوت میں سے ہے کہ نبی کو کوئی ایسی بیماری یا مرض نہ ہو جو لوگ اس سے نفرت کریں اور دور بھاگیں کیونکہ اگر ایسا ہوگا تو وہ کس طرح ان تک شریعت اور اللہ عزوجل کے احکامات پہنچائیں گے۔

قرآن کریم سے یہ ثابت ہے کہ ایوب علیہ السلام آزمائش میں مبتلا ہوئے اور انہوں نے صبر کیا یہاں تک کہ ان کا صبر، ضرب المثل بن کر رہ گیا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

((اِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ))۔ (ص:۴۴)

''بے شک ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع کرتے تھے۔''

پس جس مصیبت اور بیماری کا یہاں ذکر ہے اور جس میں ایوب علیہ السلام مبتلا ہوئے ہمارا اعتقاد یہ ہونا چاہیے کہ وہ اس حد تک نہیں پہنچی تھی کہ ان کا جسم ناسور بن جائے اور لوگ انہیں بنی اسرائیل کے کوڑے دان کے پاس ڈال دیں۔

کیونکہ ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ عزیز اور محبوب تھے کہ انہیں کوڑے دان کے پاس ڈال دیا جائے اور ان کے جسم میں کیڑے رینگنے لگیں اور لوگ ان سے کراہت محسوس کرنے لگیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی قوم کے اعلیٰ حسب ونسب والے طبقے سے بھیجے جاتے ہیں تو کہاں تھا ان کا خاندان جو ان کا خیال رکھتا، کہاں تھے ان کے مخلص پیروکار؟

ایسا کچھ نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت خاصہ ان کی ان سب ناقابل قبول باتوں سے حفاظت فرماتی ہے۔ صاحب منار نے اس موقع پر کہا ہے کہ مسلمان اور اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو متنفر کر دینے والے روگ اور بیماریوں سے

محفوظ رکھا ہے، کیونکہ یہ حکمت تبلیغ کے منافی ہے۔

ان کا کہنا ہے کہ یہ ایمان کا وہ اصول ہے جس پر اعتقاد کرنا لازم ہے اور اس کے منافی جو بھی چیز ہے اس کو جھٹلانا ضروری ہے۔

علامہ رشید رضا اپنی کتاب تفسیر المنار میں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی تفصیل بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری بظاہر ایسی تھی کہ جس میں انتہائی درد اور تکلیف ہوتی ہے مگر اس کا اثر یا کوئی نشان جسم کی جلد پر دکھائی نہیں دیتا۔ جیسا کہ پٹھوں کی بیماری یا ہڈیوں اور جوڑوں کے درد وغیرہ انتہا درجے کا ہوتا ہے مگر اس کے نشانات مریض کے جسم پر دکھائی نہیں دیتے ہیں۔

لیا اور ایوب علیہ السلام کی شفا:

ہم نے گزشتہ واقعات سے یہ بات تو جان لی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اللہ کے ان بندوں میں سے تھے جو خالص نیت سے اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور ہم نے یہ بات بھی جان لی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اہل وعیال، مال ودولت اور جسمانی لحاظ سے ان کا امتحان لینا چاہا لیکن انہوں نے ان سب مراحل میں صبر سے کام لیا اور آزمائش کی گھڑیوں میں اپنے رب کا شکر بجالاتے رہے۔

ان کی بیماری لمبی ہوتی گئی اور تکلیف میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس وقت شیطان نے انہیں بہکانا چاہا مگر ناکام ہوا اور اپنے منہ کی کھائی۔ اس نے دیکھا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا دل تو اپنے رب سے لگا ہوا ہے۔ وہ بڑا مطمئن اور پرسکون ہے اسے ہرگز اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ملی اور ذلیل ورسوا ہوا، خاص کر جب حضرت ایوب علیہ السلام ذکر وشکر میں اور بڑھ گئے، اور اپنے ذہن سے شیطانی وسوسہ کو نکال کر اپنے پروردگار کو مدد کے لیے پکارا اور دعا کی۔

((اَنِّی مَسَّنِیَ الشَّیْطَانُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ))۔ (ص:۴۱)
کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے۔"

اس وقت اللہ عزوجل کی رحمت عالیہ حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کی اہلیہ لیا پر نازل ہوئی جنہوں نے ان کی بیماری اور آزمائش میں برسہا برس ان کا ساتھ دیا، اور اس لمحے ان دونوں سے بہتر کوئی بندہ نہیں تھا، اور اس روز روئے زمین پر ان دونوں سے زیادہ عبادت گزار و شکر گزار کوئی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا کرم کیا اور حضرت ایوب علیہ السلام پر ربانی نسخہ نازل فرمایا۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا:

((اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هٰذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ))۔ (ص:۴۲)
"اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا۔"

جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے دوا بہت آسان تھی، اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنا پاؤں زمین پر مارو، ایوب علیہ السلام نے حکم خدا پر عمل کیا اور زمین پر اپنا پاؤں مارا اور یکا یک اس جگہ صاف شفاف، ٹھنڈے، میٹھے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا، ایوب علیہ السلام نے وہ پانی پیا تو ان کی جتنی بھی باطنی یعنی اندرونی تکلیف اور درد تھی سب دور ہوگئی اور پھر اس سے غسل فرمایا تو ظاہر طور پر بھی مکمل صحت یابی عطا ہوئی کہ ان کے جسم کے جس جس حصے کو پانی نے چھوا، وہ پہلے سے بھی زیادہ اچھی حالت میں ہوگیا۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ اللہ عزوجل نے ان پر آسمان سے دو سفید کلے نازل کیے ایک انہوں نے نیچے باندھا اور دوسرا اوپر اوڑھ لیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام مکمل طور پر صحت مند وتندرست ہو گئے۔ ان کی بیماری دور ہوگئی اور ان کے جسم کا ہر حصہ ہر جوڑ صحت و عافیت کی نعمت سے مالا مال ہوگیا اور اب ان کو نہ ہی کوئی ظاہری طور پر تکلیف تھی اور نہ باطنی طور پر۔

آج کل ...... تقریباً سارے جلدی امراض کے ماہر اطباء حضرات اپنے مریضوں کو گندھک کے چشموں میں نہانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ (قاموسِ اطباء) میں بے تحاشا نسخے قرآن کریم اور طب نبوی سے ماخوذ ہیں۔ ان قدیم مسلمان اطباء نے بھی زمین کے بعض مخصوص مقامات پر موجود قدرتی چشموں کے بے بہا فائدوں کا ذکر کیا ہے۔ اور بعض ممالک نے تو تجارتی طور پر ان چشموں سے استفادہ حاصل کیا اور گندھک کے پانی یا معدنی پانی کو بوتلوں میں بھر کر فروخت کرنے کے لیے مارکیٹ میں لے آئے جیسے کہ ہم آج کل مارکیٹوں میں دیکھتے ہیں۔

احمد مصطفیٰ المراغی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں گندھک کے پانی سے شفا حاصل کرنے اور ایوب علیہ السلام کا قصہ ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی نوعیت کی طرف کہ وہ غیر متعدی جلدی مرض تھا جیسے کہ خارش اگزیما وغیرہ۔ جو جسم کے لیے سخت اذیت کا باعث تو ہوتے ہیں مگر مہلک نہیں ہوتے۔

اور اس میں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ وہ پانی گندھک کا پانی تھا جو جلدی امراض میں اکسیر کا کام کرتا ہے جو ظاہری استعمال میں بھی فائدہ مند ہے اور پینے کے لیے بھی۔ جیسا کہ بعض ممالک میں جلدی اور باطنی امراض کے لیے حمام کھل گئے ہیں۔

ادھر حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی حضرت ایوب علیہ السلام کو دیکھتے جا رہی تھیں۔ جب وہ وہاں پہنچیں اور ان پر نظر پڑی تو وہ انہیں پہچان نہ پائی مگر جب حضرت ایوب علیہ السلام نے انہیں سب باتیں بتائیں اور اللہ کے فضل و کرم کا ذکر کیا تو وہ بے اختیار سجدۂ شکر بجا لائیں اور بولیں

"بے شک میرا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے، وہی ہے جو بوسیدہ ہڈی میں جان ڈالتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا لیا بیگم کیلئے اکرام:

اللہ عزوجل نے ایوب علیہ السلام اور ان کی بیوی لیا پر اپنے انعامات کی بارش کر دی اور ان کے

مال و دولت، اہل و عیال انہیں دو گنے چو گنے کر کے لوٹا دیئے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کی بیوی لیا کو ان چیزوں اور اہل وعیال کے بدلے جو ان سے دنیا میں چھن گئے تھے بے پناہ اجر و ثواب سے نوازا، اور دنیا میں ان کو ان سب چیزوں کا بہترین نعم البدل عطا فرما دیا۔

علماء تفسیر کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو لیا سے متعلق ایک (رخصت) یعنی تخفیف اور آسانی عطا فرمائی کیونکہ وارد ہوا ہے کہ ایک مرتبہ لیا کسی کام کی غرض سے تشریف لے گئیں اور ان کو آنے میں دیر ہو گئی تو حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ وہ ان کو سو کوڑے ماریں گے۔ جب وہ تندرست ہو گئے تو اللہ نے ان کو قسم پوری کرنے کا طریقہ بتایا کہ وہ ریحان (جو ایک خوشبودار پودا ہوتا ہے) کا ایک گچھ لیں جس میں سو ڈالیاں ہوں اور اس سے لیا کو صرف ایک بار ہلکا سا ماریں تو یہ عمل سو کوڑے مارنے جتنا ہوگا اور ان کی قسم بھی پوری ہو جائے گی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا بے پناہ فضل و کرم تھا لیا پر، جو ہر اس شخص کا نصیب بنتا ہے جو اللہ کا تقویٰ اور اس کی اطاعت کی راہ اختیار کرتا ہے، کیونکہ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی لیا ایک صابر نیک، اللہ تعالیٰ اور پھر اپنے شوہر کی فرماں بردار بیوی تھیں۔ اسی لیے اللہ عزوجل نے ان کے خلوص کے بدلے ان کیلئے یہ آسانی پیدا فرمائی۔ اور اسی تخفیف اور آسانی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

((إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ)) ۔ (ص:۴۴)

"بے شک ہم نے ان کو صابر پایا، اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع کرتے تھے۔"

اور بہت سے فقہاء نے قسم اور نذر کے باب میں اس رخصت کا استعمال کیا اور بہت سے دوسروں نے اس میں اس قدر وسعت اختیار کی کہ قسم کے کفاروں سے چھٹکارہ پانے کیلئے

حیلوں اور بہانوں کی پوری کی پوری کتاب مرتب کر ڈالی۔

میری معلومات کے مطابق یہ رفعت صرف حضرت ایوب علیہ السلام اور ان کی پرہیز گار، عبادت گزار اور فرمانبردار بیوی کے لیے بطور انعام تھی۔ اللہ نے ان پر خاص اکرام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنا فضل وکرم کیا اس نے اپنے خاوند کے ساتھ صبر کے تمام مراحل اللہ تعالیٰ کی توفیق سے طے کیے۔

پہلے اس سے کہ ہم صبر وشکر کرنے والی عورتوں کی سردار خاتون حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کو الوداع کہیں آیئے اللہ تعالیٰ کا یہ زندگی بخش فرمان دھرا کر اپنے ایمان کو تازہ کریں۔

((وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ☆ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ☆ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ))۔

(البقرہ:۱۵۵۔۱۵۷)

''اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ ''ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے'' انہیں خوشخبری دے دو۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔''

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے

درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ مختصر تاریخ دمشق .... (۱۰۵/۵)

۲۔ تاریخ الطبری .... (۱۹۴/۱)

۳۔ البدایہ والنہایہ .... (۲۲۰/۱)

۴۔ الکامل لابن الاثیر .... (۱۲۸/۱)

۵۔ قصص الانبیاء لابن کثیر .... (ص ۲۸۰)

۶۔ حلیۃ الاولیاء .... (۳۷۵،۳۷۴/۳)

۷۔ الدرالمنثور للسیوطی .... (۶۵۹/۵)

زوجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

- ایک ایسی خاتون جس کی خوبی اللہ تعالیٰ نے حیا اور ادب کے حوالے سے بیان کی۔
- وہ بڑی دیانتدار تربیت یافتہ خاتون تھی جو اپنے والد کا پیغام حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پوری طرح پہنچاتی۔
- وہ پاکدامنی، شرم و حیا اور ایسا عمل سرانجام دینے میں تمام عورتوں کے لیے ایک مثالی نمونہ تھی جو عمل اللہ کی خوشنودی کا باعث بنے۔

زوجہ موسیٰ علیہ السلام

قرآن کے صحن میں:

اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی بیوی صفوراں کے ساتھ داستان میں بڑے خوشگوار نورانی لمحات آتے ہیں۔ اور ایسے تروتازہ ربانی احساسات پیدا ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ جو انسانی وجدان سے اٹھکیلیاں کرتے ہیں اور جو ہر انسان کو چمکاتے ہیں اور اسے آسمان کی بلندی کی طرف اٹھاتے ہیں۔ جہاں ایمان کے ساتھ انسان کا جوہر چمکتا دمکتا دکھائی دیتا ہے۔ اور وہ انسان کے رابطے کو اس کے خالق کے ساتھ مضبوط بنانے کا باعث بنتے ہیں اور وہ انسان کو صدا بہار جنتوں میں پہنچانے کا باعث بنتے ہیں۔ اب ہم چند گھڑیاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نشوونما کے ساتھ گزاریں گے اور پھر ان کے ساتھ مصر میں مدین کا رخ کریں گے اور وہاں مدین میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کو جاننے کی کوشش کریں گے جیسا کہ قرآن کریم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

فرعون کے محل میں جس میں بلند و بالا پلنگ، صف آراستہ گول تکیے، جس سے فرعونی تہذیب کے آثار چھلک رہے تھے اور محل کی دیواروں پر ان دیوتاؤں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں جن سے مصر بھرا پڑا تھا۔ پھر ایک بڑے محل میں مصر کے بادشاہ فرعون کی تصویر آویزاں ہے جس نے اپنی قوم کو بڑا حقیر سمجھ رکھا تھا اور اس نے یہ دعویٰ کر رکھا تھا:

((اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی))۔ (النازعات:۲۴)

''میں تمہارا بڑا رب ہوں۔''

اس معاشرے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش ہوئی لیکن فرعونی تہذیب کے آثار نے ان پر کوئی اثر نہیں کیا اور نہ ہی آپ نے ان دنیاوی چیزوں کو نظر بھر کر دیکھا بلکہ آپ کی پرورش تو اللہ کی نگرانی میں ہوئی۔ اپنے خاندان سے توحید کا عقیدہ بچپن میں حاصل کیا۔ جس خاندان سے اللہ کی وحی کے مطابق آپ کو غذا میسر آئی۔ اللہ رب العزت نے آپ کی کمال انداز میں حفاظت فرمائی۔ باوجود اس کے کہ فرعونی محل میں آپ کی تعلیم وتربیت کیلئے بہت سے نجومی جمع کیے گئے تھے۔ جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی کو خریدا۔ صرف مصر کے بادشاہ فرعون سے چند درہم ملنے کے لالچ میں وہ وہاں جمع ہو چکے تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جوان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت اور علم عطا کیا اور انہیں نبوت اور رسالت کے مقام پر فائز کیا اور یہ اللہ رب العزت کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے۔ یہ اسے ہی ملتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے خاص کر لیتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دینی سمجھ بوجھ کے وارث بنے اور یہ خوبی انہیں اپنے آباء واجداد سے ورثے میں ملی۔ جن آباؤ اجداد کی نسبت ابوالانبیاء حضرت ابرہیم خلیل علیہ السلام کے ساتھ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت سی خوبیوں سے نواز رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو رعب ودبدبا عطا فرمایا اور ان پر خاص یہ کرم کیا کہ انہوں نے محل کے دیوتاؤں میں سے کسی کے آگے سجدہ نہ کیا اور اللہ نے ان پر یہ بھی کرم کیا کہ انہیں جسمانی طاقت وافر مقدار میں عطا فرمائی۔ وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اور لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دی تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے بہت بڑا احسان تھا۔

اور جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام مصر چھوڑ کر مدین جائیں اور وہاں رہیں تو ان کے مصر سے نکلنے کا ایک ذریعہ پیدا فرمایا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے دو پہر کا وقت تھا سورج بیچ آسمان میں پوری تمازت کے ساتھ چمک رہا تھا۔ گرمی زوروں پر تھی، بازار اور دکانیں بند پڑی ہوئی تھیں۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے کہ انہوں نے دو آدمیوں کو جھگڑتے اور مار پیٹ کرتے دیکھا ان میں سے ایک تو بنی اسرائیل کا آدمی تھا اور دوسرا فرعون مصر کے قصرِ سلطانی کا ایک فرد قبطی تھا۔

جیسے ہی اسرائیلی شخص کی نظر موسیٰ علیہ السلام پر پڑی اس نے چیخ کر انہیں اپنی مدد کیلئے پکارا تو موسیٰ علیہ السلام اس کی مدد کی غرض سے وہاں پہنچے اور قبطی کو باز رکھنے کی غرض سے ایک مکا رسید کیا جس کو وہ قبطی برداشت نہ کر سکا اور وہیں دم توڑ گیا۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی نیت اسے یوں ختم کرنے کی نہیں تھی وہ تو جھگڑا ختم کرنے کی نیت سے وہاں آئے تھے۔

مگر اس حادثہ پر موسیٰ علیہ السلام کو بڑا صدمہ پہنچا اور انہیں بہت افسوس ہوا لیکن قسمت کا لکھا کون مٹا سکتا ہے۔ جو ہونا تھا وہ ہو چکا اب کیا کیا جا سکتا تھا؟ لیکن وہ فوراً اپنے رب العزت کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی رحمت طلب کرتے ہوئے دعا کی:

((رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ))۔ (القصص:۱۶)

''اے میرے رب مجھ سے قصور ہو گیا ہے، آپ معاف کر دیجئے۔''

اور اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا۔

((فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ))۔ (القصص:۱۶)

''سو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا بلاشبہ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔''

اور اسی لمحے موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے عہد کیا۔

((رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ))۔

(القصص:۱۷)

''اے میرے پروردگار چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعامات فرمائے ہیں سو کبھی میں مجرموں کی مدد نہ کروں گا۔''

پھر جب اگلے دن کا آغاز ہوا اور صبح کی چہل پہل شروع ہوگئی تو موسیٰ علیہ السلام کو ڈر اور خوف کا احساس ہونے لگا۔ انہیں یہ ڈر تھا کہ کہیں فرعون اور اس کے سپاہیوں کو اس بات کا پتہ نہ چل جائے کہ آج کل میں جو قبطی قتل ہوا اسے موسیٰ علیہ السلام نے ایک اسرائیلی کی مدد کرتے ہوئے مار ڈالا کیونکہ اس طرح سے تو ان کے اس شک کو تقویت ملتی کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ہی ایک فرد اور ان کے حامی ہیں۔

اور موسیٰ علیہ السلام کے لیے قصرِ فرعونی میں رہ کر بنی اسرائیل کے فائدے کے لیے کچھ کرنا دشوار ہو جاتا اور اس پر جو سنگین نتائج مرتب ہوتے ان کی کوئی حد نہ ہوتی۔ موسیٰ علیہ السلام اسی خدشات واندیشوں میں گھرے جا رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ وہی اسرائیلی جس نے گزشتہ دن ان کو مدد کیلیے پکارا تھا آج پھر کسی دوسرے قبطی کے خلاف ان کو مدد کیلیے پکار رہا ہے کہ اے موسیٰ! میری مدد کرو۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس اسرائیلی پر بہت غصہ آیا اور انہوں نے اسے ہر وقت لڑائی جھگڑا کرنے پر ڈانٹا اور کہا:

((اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ))۔ (القصص:١٨)

''بے شک تو صریح بدراہ (آدمی) ہے۔''

اور پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس ظالم قبطی کو روکنے کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو اسرائیلی شخص اپنی کم عقلی اور بزدلی سے سمجھ بیٹھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے برا کہا ہے تو وہ اسی کو پکڑنا چاہتے ہیں۔ سو اس نے اپنی جان بچانے کے لیے شور مچانا شروع کر دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کیا تم آج میری جان لینا چاہتے ہو؟ جس طرح کہ کل تم نے اس شخص کو قتل کیا

تھا۔ اور اسی طرح یہ خبر فرعون تک بھی پہنچ گئی کہ کل جس قبطی کا قتل ہوا تھا وہ موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا۔ اس نے فوراً اپنے سپاہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں دوڑا دیے اور حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو لا کر پیش کریں۔

مگر ان سپاہیوں سے پہلے ہی ایک شخص جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہمدرد و مہربان تھا وہ فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور انہیں اطلاع دی کہ یہاں کے امیر امراء آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں لہٰذا آپ شہر چھوڑ دیجئے، میں آپ کا ہمدرد ہوں میری بات مان لیجئے۔

مدین کی طرف راستہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام ڈرے اور سہمے ہوئے شہر سے نکل کھڑے ہوئے اب وہ پریشان تھے کہ کہاں جاؤں کیونکہ اس سے پہلے وہ کبھی بھی مصر سے نہیں نکلے تھے۔ اسے یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں فرعون کا کوئی سپاہی اس تک نہ پہنچ جائے لیکن جب مصر پر رات کی چادر تن گئی، اندھیرا چھا گیا تو وہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کا نام لے کر نکل پڑے اور مدین کی طرف چل پڑے اور اپنے رب سے یہ دعا کی کہ اسے صحیح راستہ اختیار کرنے کی توفیق دینا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کرتے ہوئے انہیں صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا کر دی۔ اب ہم وہ داستان غور سے سنتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۂ قصص میں بیان کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

((وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ☆ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى

فَقَضٰی عَلَیْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ☆ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَلَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ☆ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ☆ فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ قَالَ لَهٗ مُوْسٰی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ☆ فَلَمَّا اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ یٰمُوْسٰٓی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَمَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ☆ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی قَالَ یٰمُوْسٰٓی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ☆ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ☆ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْیَنَ قَالَ عَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ☆))۔

(القصص: ۱۴۔۲۲)

''اور جب موسیٰ علیہ السلام بلوغت کو پہنچے اور پورے توانا ہو گئے تو ہم نے انہیں قوت فیصلہ اور علم عطا کیا اور ہم نیک لوگوں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں۔ اور موسیٰ شہر میں اس وقت داخل ہوئے جب اہل شہر غفلت میں تھے۔ وہاں موسیٰ نے دو آدمیوں کو، آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا ان میں ایک تو موسیٰ کی اپنی قوم سے تھے اور دوسرا دشمن قوم سے، جو موسیٰ کی اپنی قوم سے تھا اس نے موسیٰ سے اس کے خلاف فریاد کی جو دشمن قوم سے تھا۔ موسیٰ نے اسے مکا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا۔ موسیٰ نے کہا یہ ایک شیطانی حرکت ہے بلاشبہ شیطان صریح بہکانے والا دشمن ہے۔ پھر دعا کی''

اے رب! بلاشبہ میں نے اپنے پر ظلم کیا لہٰذا مجھے معاف فرما دے چنانچہ اللہ نے اسے معاف کر دیا بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا رحیم ہے۔ پھر کہا: ''رب! تو نے مجھ پر انعام کیا ہے لہٰذا میں کبھی مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا۔ پھر اگلی صبح احتیاط سے بھانپتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی (پھر) ان سے فریاد طلب کر رہا ہے موسیٰ نے اسے جواب دیا: تُو تو صریح گمراہ شخص ہے۔ پھر جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ دشمن قوم کے آدمی پر حملہ کرے تو وہ پکار اٹھا۔ موسیٰ کیا تم مجھے بھی مار ڈالنا چاہتے ہو جیسے کل تم نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا۔ تم تو ملک میں جبار بن کر رہنا چاہتے ہو اصلاح نہیں کرنا چاہتے۔ اور (اس واقعہ کے بعد) ایک شخص شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا: موسیٰ! اہل دربار تیرے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ تمہیں قتل کر ڈالیں لہٰذا نکل جاؤ میں یقیناً تمہارا خیر خواہ ہوں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام ڈرتے اور خطرہ کو بھانپتے ہوئے نکلے اور دعا کی: رب! مجھے ان ظالم لوگوں سے بچالے۔'' پھر جب انہوں نے مدین کی طرف رخ کیا تو کہنے لگے، امید ہے میرا رب مجھے ٹھیک راستے پر ڈال دے گا۔''

تم دونوں کا کیا حال ہے؟:

حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے خوفزدہ ہو کر بڑے محتاط انداز میں نکل پڑے وہ اکیلے ہی جنگل اور صحرا کو عبور کرتے ہوئے چلتے رہے۔ اللہ کے سوا کوئی ان کا ساتھی اور غم زاد نہ تھا وہ اپنے اللہ پر توکل کرتے چلتے رہے اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور انہیں منزلِ مقصود پر پہنچانے والے راستے پر ڈال دیا۔ آخر کار وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جو فرعون اور اس کے سپاہیوں کے اختیارات

سے بہت دور تھی۔ آپ خیر و عافیت سے مدین پہنچ گئے۔ علامہ ابو سعود رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ مدین اور مصر کے درمیان آٹھ دن کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ مدین پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام بستی کے بڑے کنویں کے پاس جا کر بیٹھ گئے جہاں لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلانے آتے جاتے رہتے تھے۔ اس وقت یہ رواج تھا کہ جب کوئی اجنبی آدمی کسی ایسے گاؤں میں پہنچ جاتا جہاں اسے کوئی نہ جانتا ہو تو وہ اس جگہ جا کر بیٹھ جاتا تھا جہاں گاؤں کے لوگ پانی حاصل کرنے آتے تھے۔ یہیں سے گاؤں کا کوئی نہ کوئی فرد اسے اپنا مہمان بنا کر لے جاتا تھا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنویں کے پاس پہنچے تو انہوں نے یہ منظر دیکھا کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں لیکن دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو ایک فاصلے پر روکے کھڑی ہیں جب سب لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا چکے، اس کے بعد سب سے آخر میں وہ آگے بڑھیں اور اپنی بکریوں کو پانی پلایا۔ انہوں نے ایسا اپنی کمزوری کی بناء پر کیا کیونکہ کنویں پر موجود لوگ ان سے زیادہ طاقتور تھے۔ اور دوسرے اس لیے بھی کیونکہ وہ مردوں کے ساتھ اختلاط سے بچنا چاہ رہی تھیں۔ مفسرین اور مورخین کا خیال ہے کہ بڑی کا نام لیا اور چھوٹی کا نام صفورا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے مدین کے لوگوں کی زندگی کا یہ رخ دیکھا تو وہ اپنی بھوک، پیاس اور تھکن سب بھول گئے اور انہیں محسوس ہوا جیسے کہ انہیں الہام ہوا ہو کہ ان لڑکیوں کو اپنی بکریوں کو پانی پلانے کے لیے کسی مددگار کی ضرورت ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں کمزوروں کی مدد کا جذبہ ابھر آیا کہ لوگوں پر شفقت کرنا اور کسی جانے یا انجانے شخص کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا انبیاء، صالحین اور صادقین کا طرہ امتیاز ہے۔

اب یہی دیکھ لیجئے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جو اس شہر میں بالکل اجنبی ہیں اپنے وطن مصر سے بہت دور ہیں مگر ان کا ہمدردی سے بھرا دل اپنے خالق کے ساتھ مضبوط بندھن میں بندھا ہوا

ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں پردیسی ہونے کے باوجود ان بے بس و مجبور لڑکیوں کی مدد کرنے اور ان کی بکریوں کو پانی پلانے کیلئے اکسایا کیا یہ اخلاقِ کریمہ کا بلند ترین مقام نہیں؟

((قَالَ مَا خَطْبُكُمَا)) ۔ (القصص:۲۳)

''کہ تمہارا کیا حال ہے؟''

اور تم دونوں کو کیا پریشانی ہے؟ تم دونوں اپنی بکریوں کو پانی پینے سے کیوں روک رہی ہو؟ تو ان دونوں نے جواب دیا: ''کیونکہ ہم آدمیوں اور چرواہوں کی اس بھیڑ کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لیے ہم سب سے آخر میں اپنی بکریوں کو پانی پلاتی ہیں۔''

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: مگر تم دونوں بکریاں کیوں چراتی ہو؟ تو وہ دونوں بولیں: ''ہمارے والد بوڑھے اور ضعیف ہیں، اور اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے وہ نہ بکریاں چرا سکتے ہیں اور نہ انہیں پانی پلانے کے لیے یہاں کنویں پر لا سکتے ہیں۔''

جیسے ہی موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں لڑکیوں کی یہ بات سنی ان کی مدد کرنے میں ذرہ برابر تاخیر نہ کی اور کہا: ''اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری بکریوں کو پانی پلا دوں؟''

اور پھر موسیٰ علیہ السلام نے کنویں کی طرف دیکھا تو انہیں نظر آیا کہ چرواہوں نے کنویں کے منہ پر ایک بہت بھاری پتھر رکھ چھوڑا ہے۔ جسے دس آدمی ہی مل کر اٹھا سکتے تھے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام نے تنہا ہی وہ پتھر وہاں سے اٹھایا اور ان کی بکریوں کو پانی پلا کر دوبارہ اس پتھر کو اس کی جگہ واپس رکھ دیا اور پھر تھکن اور بھوک سے نڈھال ہو کر کنویں کے قریب واقع ایک سایہ دار درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے اور اپنے رب سے مناجات شروع کر دیں۔ اور کہنے لگے: ''میرے پروردگار! میں اس ملک میں اجنبی ہوں کمزور و بے بس ہوں اور تیرے فضل و کرم کا محتاج ہوں۔ قرآن کریم نے یہ منظر اس طرح بیان کیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ)) ۔(القصص:۲۳۔۲۴)

مدین کے پانی پر جب آپ پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی ایک جماعت وہاں پانی پلا رہی ہے اور دو عورتیں الگ کھڑی اپنے (جانوروں کو) روکتی ہوئی دیکھیں، پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ وہ بولیں کہ جب تک یہ چرواہے واپس نہ لوٹ جائیں ہم پانی نہیں پلاتی اور ہمارے والد بہت بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔ پس آپ نے خود ان جانوروں کو پانی پلایا پھر سائے کی طرف ہٹ آئے اور کہنے لگے اے پروردگار تو جو کچھ بھلائی میری طرف اتارے میں اس کا محتاج ہوں۔

موسیٰ علیہ السلام اپنے اللہ کو یاد کر رہے تھے اسی کی عطا کی ہوئی نعمتوں کو یاد کر رہے تھے۔ ان سابقہ نعمتوں پر اسکا شکر ادا کر رہے تھے اور آنے والے وقت کیلئے دعا کر رہے تھے وہ اس وقت مشکل سے دوچار تھے۔ ایک طرح سے انہوں نے ان لڑکیوں کو یہ بتانا چاہا تھا کہ بھوک سے ان کی حالت نازک ہے تاکہ وہ لڑکیاں ان کیلئے کچھ کھانے کا انتظام کر دیں یعنی انہوں نے ان سے کھانے کا خود سے نہیں کہا.......... بلکہ اشارۃً اپنی حالت سمجھا دی۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کھانا کھائے پورے سات دن گزر چکے تھے۔

میرے ابا جان آپ کو بلاتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام درخت کے سائے میں بیٹھے رہے اور وہ دونوں لڑکیاں اپنی بکریوں کو لے کر اپنے گھر کی طرف چل پڑیں۔ آج گھر جلدی پہنچ گئیں جبکہ اس سے پہلے گھر جانے میں

کافی دیر ہو جایا کرتی تھی۔ ان کے والد نے حیران ہو کر پوچھا کہ آج تم اتنی جلدی گھر کیسے لوٹ آئیں۔ دونوں نے اپنے باپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بتا دیا کہ انہوں نے کس طرح بکریوں کو پانی پلایا یہ بات سن کر والد نے کہا: ''اللہ رب العالمین کا شکر ہے۔'' ان کی بیٹی صفورا نے کہا: ''ابا جان میرا خیال ہے کہ یہ آدمی کسی دور جگہ سے آیا ہے۔ حلیہ اور کپڑوں سے دور دراز کا مسافر معلوم ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھوک سے بھی نڈھال دکھائی دیتا ہے۔ والد نے کہا: ''بیٹی جلدی سے اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو۔

((اِنَّ اَبِی یَدْعُوکَ لِیَجْزِیَکَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا))۔ (القصص:۲۵)
''کہ میرے باپ آپ کو بلا رہے ہیں، تا کہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت دیں۔''

اور پھر وہ لڑکی دوڑتی ہوئی موسیٰ علیہ السلام کو بلانے چل دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((فَجَاءَتْهُ اِحْدَاهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَاءٍ))۔ (القصص:۲۵)
''اتنے میں ان دونوں عورتوں میں سے ایک ان کی طرف شرم و حیاء سے چلتی ہوئی آئی۔''

اللہ تعالیٰ کے فرمان (فَجَآءَتْهُ) سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام پر دوہری نوازش فرمائی۔ پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فوراً موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا۔ اور ان کی مدد کرنے والوں کا ذریعہ پیدا فرمایا اور ان کو مہمان بنانے کا بندوبست کیا۔
دوسری یہ کہ ان لڑکیوں کے نیک بزرگ والد نے ان کو بلا بھیجنے میں دیر نہیں لگائی اور فوراً اپنی ایک بیٹی کو ان کے پاس بھیج دیا اور جب وہ ان کے پاس پہنچی تو وہ اسی درخت کے سائے تلے آرام فرما رہے تھے۔

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ چھوٹی بیٹی صفورا ہی موسیٰ علیہ السلام کو بلانے آئی تھی لیکن قرآن پاک میں اس چیز کی کوئی وضاحت نہیں ملتی۔

حیا کا لباس:

صفورا وہ خاتون ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے حیا سے موصوف کیا اور ان کی شرم وحیا کی تعریف فرمائی۔ تو کیا شرم وحیا کے لباس سے بڑھ کر اس سے خوبصورت لباس ہوسکتا ہے جو عورت کے جسم کی زینت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ)) ۔ (القصص:۲۵)
”اتنے میں دو عورتوں میں سے ایک ان کی طرف شرم وحیا سے چلتی ہوئی آئی۔“

استحیاء کا مطلب ہے کہ بے پناہ شرم وحیا۔ اللہ تعالیٰ نے صفورا کو شرم وحیا سے موصوف کیا اور اس کی اس صفت کی تعریف کی۔ کیا اللہ تعالیٰ کی اس تعریف وثناء سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز ہوسکتی ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے اس پاکیزہ صفت متقی خاتون کو خصوصیت عطا فرمائی۔ تو صفورا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہایت عقیدت سے چلتی ہوئی آئیں۔ ابو السعود رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں ان کی چال کا ذکر کرتے ہیں کہ ان کی چال میں اٹھلاہٹ نہیں تھی بلکہ نہایت وقارانہ انداز میں چل کر آئی تھی۔

ابن کثیر نے صحیح سند سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ شرم وحیا کی وجہ سے صفورا اپنا آدھا منہ چھپائے ہوئے تھی جبکہ اس زمانے میں چہرے کا پردہ ضروری نہیں تھا۔ صفورا موسیٰ علیہ السلام کے سامنے آکر کھڑی ہوگئیں اور نہایت حیا آلود لہجہ میں ادب کے ساتھ ان تک اپنے والد محترم کا پیغام پہنچا دیا کہ:

((اِنَّ اَبِی یَدْعُوکَ لِیَجْزِیَکَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا))۔

(القصص:۲۵)

"میرے ابا جی آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ آپ نے ہمارے جانوروں کو جو پانی پلایا ہے اس کی اجرت دیں۔"

ذرا غور کیجئے!! کہ صفورا کی گفتگو میں ادب، عفت اور پاکیزگی نمایاں تھی صرف یہ ہی نہ کہا کہ آپ کو میرے ابا بلا رہے ہیں بلکہ صاف بات کہہ دی کہ میرے والد آپ کو مزدوری دینے اور احسان کا بدلہ چکانے کیلئے بلا رہے ہیں۔ جو آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلا کر ہمارے ساتھ کیا ہے۔ صفورا علیھا السلام نے نہایت دیانتداری اور بڑے ہی سلجھے ہوئے انداز میں اپنے والد کا پیغام حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا دیا۔ جو ان کی بہتر تربیت کا اعلیٰ ثبوت تھا۔ وہ نہایت مضبوط کردار کی مالکہ تھی اور بہت دیانت دار تھیں۔ اس لیے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جانے سے ذرا نہ گھبرائیں کیونکہ اسے اپنی پاکیزگی اور عفت مآبی پر پورا پورا اعتماد تھا انہوں نے کسی بھی کمی بیشی کے بغیر اتنی ہی گفتگو کی جتنی کی ضرورت تھی۔

ان کی بات سن کر موسیٰ علیہ السلام کے ذہن میں چند لمحہ پہلے کا منظر آ گیا انہوں نے ان لڑکیوں کی بکریوں کو پانی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور انسانی ہمدردی کے تحت پلایا تھا نہ کہ اس لیے کہ اس کے بدلے میں انہیں اجرت دی جائے یا ان کے احسان کا بدلہ چکایا جائے۔

جبکہ صفورا علیھا السلام کی مختصر سی گفتگو ان کی فطری حیا اور کمال تربیت کا مظہر تھی کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کوئی گزارش نہیں کی بلکہ بڑے ادب و احترام کے ساتھ اپنے والد کی طرف منسوب کر کے ان کو گھر چلنے کی دعوت دی اور اس کی وجہ بھی بیان کر دی کہ مزدوری دینے کے لیے بلایا ہے تاکہ ان کی گفتگو میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو۔

اور یہی ہیں وہ خوبیاں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے اس خاتون کو نوازا۔ جو عنقریب اولوالعزم پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ محترمہ اور روئے زمین پر ان کی نمائندگی کرنے والی اولاد اور نسل کی ماں کا خطاب پانے والی تھیں اور ساری خواتین عالم کے لیے عفت، حیا اور عمل صالح کا بہترین قابل عمل نمونہ بننے والی تھیں۔

مفسرین کا کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ساتھی کے طور پر دونوں لڑکیوں میں سے اس لڑکی کا انتخاب کیا جو ان کو بلانے آئی تھی کیونکہ وہ ان کی گفتگو اور ان کی چال ڈھال سے ان کے اخلاق اور کردار کا اندازہ لگا چکے تھے۔ اور انہیں خوبیوں کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں فوقیت دی۔ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ وہ صفورا تھی اور اپنی بہن سے چھوٹی تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے نیک اور صالح آدمی کی دعوت کو قبول کر لیا اور صفورا کے ساتھ ان کے والد کے گھر کی طرف چل دیئے اور ان سے کہا کہ اے اللہ کی بندی! تم میرے پیچھے رہو اور دائیں بائیں جدھر مڑنا ہو مجھے بتاتی رہنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے والد کے پاس پہنچ گئے۔ سلام کیا اور ان کے سوال کرنے پر اپنا سارا واقعہ بلا کم و کاست کہہ سنایا جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فَلَمَّا جَآءَهُۥ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ))۔ (القصص:۲۵)

''جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا سارا حال بیان کیا تو وہ کہنے لگے اب نہ ڈر تو نے ظالم قوم سے نجات پالی۔''

ان نیک و صالح بزرگ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دلجوئی کی اور ان کو تسلی دیتے ہوئے بتایا کہ اب وہ بالکل محفوظ ہیں اور فرعون اور اس کے سپاہی ان تک کبھی نہیں پہنچ سکتے کیونکہ یہاں مدین میں ان کی حکومت نہیں ہے۔ بلکہ یہاں کنعانیین کی حکومت ہے جو بہت طاقتور

لوگ ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شادی:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے شادی بھی ایک انوکھا واقعہ ہے جس کا تذکرہ قرآن حکیم میں بھی کیا گیا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی نے اپنے والد کو یہ تجویز دی تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بکریاں چرانے کیلئے مزدوری پر رکھ لیں کیونکہ کام کاج کرنے کے لیے یہاں کوئی مرد نہیں تھا دونوں بہنوں کو کام کرنے میں بڑی مشکل پیش آتی تھی کیونکہ مرد چرواہوں کے ساتھ عورتوں کا بکریاں چرانا اور پھر انہیں پانی پلانے کیلئے دیر تک انتظار کرنا، تھکا دینے والا کام تھا۔ ان پردہ نشین عفت مآب لڑکیوں کو یہ قطعاً پسند نہ تھا کہ وہ اپنی بکریوں کو پانی پلانے کیلئے اجنبی آدمیوں کے ساتھ خلط ملط ہوں یہ صورت حال ان کیلئے ناقابل برداشت تھی۔ اس لیے حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی صفورا نے اپنے ابا جان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اجرت پر رکھنے کے لیے آمادہ کیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام بھی بوڑھے ہو چکے تھے اور کمزوری کی وجہ سے خود یہ کام سرانجام نہیں دے سکتے تھے اور نہ ہی ان کے ہاں کوئی نرینہ اولاد تھی اور انہوں نے اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جسمانی طاقت اور دیانتداری کا اندازہ لگا لیا تھا۔ یہ طاقت اور دیانتداری نوجوان کی زینت اور ترقی کا باعث بنتی ہے۔ اس بات کو قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

((قَالَتْ اِحْدٰهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ))۔ (القصص:۲۶)

”ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ ابا جی آپ انہیں مزدوری پر رکھ لیجئے کیونکہ جنہیں آپ اجرت پر رکھیں ان میں سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانتدار ہو۔“

حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی صفورا کی گفتگو حکمت و دانائی پر مبنی تھی واقعی جس مرد میں طاقت اور دیانتداری جیسی خوبیاں ہو جائیں بلاشبہ اسے کام پر رکھنے کیلئے اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ان کے خیال میں یہ آیا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اجرت پر رکھ لیا جائے تو وہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر بکریوں کی صحیح دیکھ بھال کریں گے اور اپنے فرائض کو دیانتداری سے سرانجام دیں گے۔حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی صفورا نے اپنے والد محترم کو بروقت ایک اچھی تجویز پیش کی۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ معاملہ فہم تین لوگ دیکھے گئے۔ایک عزیز مصر جبکہ اس نے اپنی ملکہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں کہا تھا کہ اس کا خیال رکھنا، دوسرے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی صفورا جبکہ اس نے اپنے والد سے یہ کہا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اجرت پر رکھ لیں یہ ہمارے لیے بہتر ثابت ہوں گے کیونکہ یہ دیانت دار بھی ہیں اور طاقتور بھی اور تیسرے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جنہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

غرضیکہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی صفورا کا مشورہ مانتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے ہاں کام کیلئے رکھ لیا۔انہوں نے یہ سمجھا کہ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احسان کا بدلہ بھی چکایا جاسکے گا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ))۔
''احسان کا بدلہ احسان کی صورت میں ہی ہوسکتا ہے۔''

یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دانشمندی تھی کہ جب انہیں اپنی بیٹیوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد کا علم ہوا تو فوری طور پر ان کو اپنے پاس بلا لیا تا کہ ان کے احسان کا بدلہ چکا سکیں۔حضرت شعیب علیہ السلام اپنی بصیرت کی بناء پر یہ سمجھ چکے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوئی معمولی آدمی نہیں

ہیں بلکہ وہ اپنے رب کے مخلص بندوں میں سے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ رسالت کیلئے منتخب کرتا ہے۔ اس لیے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ میں اپنی ان دونوں بچیوں میں سے کسی ایک کا نکاح آپ کے ساتھ اس شرط پر کرنے کے لیے تیار ہوں کہ آپ میرے پاس آٹھ یا دس سال مزدوری کریں گے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں یہ ارشاد فرمایا:

((قَالَ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ ھٰتَیْنِ عَلٰٓی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِکَ وَ مَآ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْکَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ☆))۔ (القصص:۲۷)

”اس نے کہا میں اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں اس مہر پر کہ آپ آٹھ سال تک میرا کام کاج کریں ہاں اگر آپ دس سال پورے کریں تو یہ آپ کی طرف سے بطور احسان کے ہے، میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ کو کسی مشقت میں ڈالوں، تو آپ مجھے ان شاء اللہ نیک آدمی پائیں گے۔“

جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے، اس درخواست کے پیچھے بنیادی خیال نکاح کا ہے، پھر اس کے بعد ان کو اجرت پر رکھنے کا تھا اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ان بزرگ صالح کو موسیٰ علیہ السلام کا بہت خیال تھا اور وہ ان کے لیے اور اپنی بیٹی صفورا کے لیے خیر و بھلائی کے خواہاں تھے۔ ثبوت اس بات کا یہ ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں تم پر ایسی شرط نہیں لگا سکتا جس میں تمہیں مشقت اٹھانی پڑے اور ان شاء اللہ اس معاملے میں وفاداری اور عہد کی پاسداری میں تم مجھے بھلا آدمی پاؤ گے۔ اور بڑا اچھا اور فائدے مند نتیجہ اس آیت سے نکالا جا سکتا ہے جس میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

((اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ ھٰتَیْنِ))۔

''میں اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں۔''

کسی بھی لڑکی کے ولی کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ کسی نیک اور اچھے مرد کے سامنے اپنی بیٹی یا بہن سے نکاح کرنے کی پیشکش کرے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں اور نہ ہی یہ کوئی ناپسندیدہ بات ہے بلکہ ایسا کرنا مستحب اور سنت سے ثابت ہے۔

اور جیسے ہی ولی کو یہ پتہ چل جائے کہ کوئی بھلا آدمی اس کی بیٹی کا شوہر بننے کے لائق ہے تو اس کو پورا حق ہے کہ وہ اس سے اس امر کا اظہار کر دے اور اس میں کوئی برائی نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے بخاری شریف میں کتاب النکاح میں ایک باب مرتب کیا ہے جس کا عنوان ہے بھلے لوگوں کے سامنے نکاح کی غرض سے کسی انسان کا اپنی بہن یا بیٹی کا ذکر کرنا اور اس ضمن میں انہوں نے ام المومنین حفصہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ کس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے حضرت عثمان، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت حفصہ سے نکاح کرنے کی پیشکش رکھی، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمالیا۔

اور اسی طرح ایک عورت کو بھی اس بات کی اجازت ہے کہ وہ کسی نیک اور صالح انسان کے سامنے اپنے نکاح کی پیشکش کرے اور امام بخاری نے صحیح بخاری میں ایک باب اس عنوان سے بھی مرتب کیا ہے کسی عورت کا کسی اچھے اور نیک آدمی کے سامنے اپنے سے نکاح کرنے کی پیش کش کرنا اور اس ضمن میں انہوں نے ذکر فرمایا کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے آپ کو نکاح کی غرض سے پیش کیا تو ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا اس سے نکاح کر دیں۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت میں اس بات کی اجازت ہے اور اس کے فائدے بھی بہت ہیں۔

آیئے اب لوٹ چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس صورتحال میں کیا کیا؟
موسیٰ علیہ السلام نے بغیر کسی شک وشبہ سے نہایت خوش دلی سے اس بزرگ کی شرط مان لی اور اپنی رضامندی کا اظہار کردیا اور یوں ان کا نکاح ہوگیا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ذکر ہے:

((قَالَ ذٰلِکَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ)) ۔(القصص:۲۸)

''موسیٰ علیہ السلام نے کہا خیر تو یہ بات میرے اور آپ کے درمیان پختہ ہوگئی میں ان دونوں مدتوں میں سے جسے پورا کروں مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی ہم یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس پر خدا گواہ اور کارساز ہے۔''

موسیٰ علیہ السلام نے بزرگ صالح اور ان کی بیٹیوں کے سامنے اپنی وفاداری کا ثبوت پیش کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو اس معاملے میں گواہ بنایا اور اس کا گواہ ہونا بلاشبہ کافی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اس معاملے پر گواہ اس لیے کیا تاکہ اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی طے شدہ معاملے کی خلاف ورزی کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی خلاف ورزی کا مؤاخذہ ہو اور دونوں میں سے جو بھی زیادتی کرے اس کے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے قولہ تعالیٰ: (واللّٰه علی ما نقول) ''پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ دونوں نیکوکاروں نے حق تعالیٰ کو گواہ کرنا کافی سمجھا اور کسی انسان کی گواہی کی ضرورت نہ سمجھی۔

صحیح کتب احادیث میں مذکور روایتوں سے تائید ہوتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے زیادہ لمبی مدت یعنی دس سال پورے کیے اور اس کا ثبوت صحیح بخاری میں ہے کہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے (حیرہ) کے رہنے والے ایک یہودی نے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آٹھ سال پورے کیے یا دس سال؟

انہوں نے فرمایا: مجھے خبر نہیں جب تک کہ میں عرب کے بہت بڑے عالم سے نہ پوچھ لوں پھر وہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گئے اور ان سے یہی سوال کیا تو انہوں نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہی مدت پوری کی جو زیادہ اور پاک تھی یعنی دس سال کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جو کہتے ہیں وہ پورا کرتے ہیں۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے (درمنثور) میں خطیب بغدادی کی تاریخ سے نقل کرتے ہوئے ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا (اگر تم سے پوچھا جائے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کون سی مدت پوری کی؟ تو کہنا کہ جو زیادہ اور پاک تھی) (یعنی دس سال)

اور اگر تم سے پوچھا جائے کہ کون سی لڑکی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نکاح کیا تو کہنا دونوں میں سے جو چھوٹی تھی۔ اور انہوں نے ہی آ کر کہا تھا کہ (ابا جی آپ انہیں مزدوری پر رکھ لیجئے کیونکہ جنہیں آپ اجرت پر رکھیں گے ان میں سے بہتر وہ ہے جو مضبوط اور امانتدار ہو۔"

حضرت صفورا سے اس کے ابا جی نے پوچھا کہ تم نے ان کی قوت کا اندازہ کیسے لگایا؟ تو صفورا نے جواب دیا کہ انہوں نے بہت زیادہ وزنی پتھر اکیلے کنویں سے ہٹایا تھا تو ان کے ابا جی نے پوچھا تمہیں ان کی امانت داری کا اندازہ کیسے ہوا؟ تو وہ بولیں: کہ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے پیچھے پیچھے آؤ میرے آگے آگے مت چلو۔"

فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ میرے علم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَزَوَّجَ صُغْرَاهُمَا وَ قَضٰی اَوفَاهُمَا))۔

"ان دونوں میں سے جو چھوٹی تھیں ان سے نکاح کیا اور دونوں مدتوں میں سے جو

کامل مدت تھی وہ پوری کی۔"

مجاہد کا قول ہے کہ دس سال کی مدت پوری کی اور اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صفورا سے نکاح ہو گیا اور بزرگ سے طے شدہ معاہدے کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ کام کرتے رہے اور ان کی شریک حیات کی بتائی ہوئی خوبیوں، قوت اور امانتداری کا پورا پورا ثبوت دیتے رہے اور پوری سچائی اور وفاداری کے ساتھ دس سال پورے کیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چراتے رہے مگر اس دوران اللہ تعالیٰ کی نظر کرم مستقل ان کا احاطہ کیے ہوئے تھی ان کا وجود تسبیحات سے معمور رہتا تھا اور روح افق بعید میں زمین و آسمان کی وسعتوں میں پرواز کرتی کچھ تلاش کرتی رہتی اور ذہن ہر وقت کائنات اور موجودات کی غور و فکر میں مصروف رہتا۔

اور یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بکریاں چرائیں اس کا ثبوت حدیث شریف میں ملتا ہے۔ جو بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہر پیغمبر نے بکریاں چرائیں۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی چرائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں چند قیراط تنخواہ پر مکہ والوں کی بکریاں چراتا تھا۔

سفر مبارک اور صفورا:

مدین میں رہتے رہتے ایک روز موسیٰ علیہ السلام کے دل میں وطن کی یاد آئی اور ویسے بھی ان کے اور بزرگ نیک کے درمیان طے شدہ معاہدے کی مدت بھی تکمیل کو پہنچ چکی تھی اور ان کے دل میں مصر کی یاد ہلچل مچانے لگی تھی انہیں اپنی شفیق ماں یاد آ رہی تھی جنہوں نے دوبارہ ان کی جدائی اس وقت جھیلی جب وہ مدین آ رہے تھے۔ انہیں اپنی بہن کی یاد ستا رہی تھی وہ بہن جو شیر خواری کے زمانے میں ان کی خیر خبر لینے آتی رہتی تھی اور انہوں نے ہی آل فرعون کو ان

خاتون کے بارے میں بتایا تھا جو انہیں دودھ پلانے کے لیے تیار تھیں۔ (جو دراصل ان کی والدہ تھیں) انہیں اپنے وفادار اور مخلص بھائی ہارون علیہ السلام کی یاد ستا رہی تھی اور یقیناً انہیں فرعون کی بیوی (حضرت آسیہ) کی بھی یاد آ رہی تھی۔ وہ ایسی عورت تھی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت محبت کی اور کہا (میرے لیے میری آنکھوں کی ٹھنڈک) انہیں ان کی شفقت اور محبت کے ساتھ ان کے ایمان کا بھی اندازہ ہو گیا تھا کیونکہ انہوں نے ان کی وہ مناجات سن لی تھی جب وہ اپنے پروردگار کو پکار کر کہہ رہی تھیں۔

((......رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهِ وَ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّلِمِينَ))۔ (التحریم:۱۱)

''اے میرے پروردگار میرے واسطے جنت میں اپنے قرب میں مکان بنایئے اور مجھ کو فرعون (کے شر) اور اس کے عمل (کفر کے ضرر اور اثر) سے محفوظ رکھیے اور مجھ کو تمام ظالم (یعنی کافر) لوگوں سے محفوظ رکھیے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی یہ ساری دل کی باتیں اپنی زوجہ محترمہ حضرت صفورا کے سامنے بیان کر دیں۔ اور ان سے کہا کہ مجھے میری ماں اور بہن بھائی بہت یاد آ رہے ہیں اور میری خواہش ہے کہ تم مصر جانے کی تیاری کرو کہ میرے گھر اور خاندان والے سب مصر میں ہیں اللہ بہتر جانتا ہے مگر خیال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ داعیہ الہامی طور پر پیدا ہوا تاکہ مشیت ایزدی پوری ہو اور مصر کی زمین پر اللہ تعالیٰ کے پیغام کی تکمیل ہو، ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو مصر سے ڈرتے ڈرتے نکلے تھے مگر ان کے جذبات اور اپنوں کی یاد انہیں ان کی زمین کی طرف کھینچ لے جا رہے تھے اور بالآخر انہوں نے واپس جانے کا فیصلہ کر ہی لیا۔ شاید یہ اللہ کی طرف سے ان کے لیے ایک وحی اور الہام تھا اور یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

اور جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حضرت صفورا علیہا السلام اپنے دین وایمان اور وفاداری میں اپنی ہمعصر عورتوں میں سے سب سے بڑھ کر تھیں انہوں نے اپنے خاوند کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے جلد از جلد سفر کی تیاری شروع کر دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ مصر کے لیے نکل پڑیں۔ اور جیسے کہ ماہرین اور مفسیرین کہتے ہیں کہ وہ اس وقت حمل سے تھیں اور اس سے پہلے ان کے ہاں دو بیٹوں کی ولادت ہو چکی تھی۔ انہوں نے اپنے ابا جان اور بہن کو الوداع کہا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ چل دیں ان کے والد نے انہیں بڑی اچھی طرح ڈھیروں دعاؤں میں رخصت کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل وعیال کو لے کر سفر مصر پر روانہ ہو گئے اور اپنے ساتھ کچھ ساز وسامان اور چند بکریاں بھی لے لیں جس سے ان کا گزارا ہو سکے۔ مدین سے نکلنے کے بعد وہ سیناء کی طرف روانہ ہو گئے مگر چند گھنٹوں کے سفر کے بعد ہی وہ راستہ بھول گئے اور اپنے اندازے سے (طور ایمن) کی جانب چل دیے۔ سردی شدید زوروں پر تھی ہوائیں چل رہی تھیں اور آہستہ آہستہ رات کا اندھیرا ہر چیز پر پھیل رہا تھا چھوٹے چھوٹے ستارے بھی تیزی سے امنڈ کر آئے ہوئے بادلوں کے پیچھے چھپ گئے تھے اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ کہ اچانک بجلی چمکی اور بادلوں نے بڑی تیزی کے ساتھ برسنا شروع کر دیا، اس تیز اور شدید بارش میں اور اندھیرے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کے لیے سفر جاری رکھنا مشکل ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام رک گئے اور ایک جگہ اپنا خیمہ نصب کیا اور اپنے بیوی بچوں کو خیمے میں چھوڑ کر خود باہر آ گئے اور جلانے کے لیے کچھ سامان کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھنے لگے کہ شاید کچھ مل جائے تا کہ آگ جلا کر سردی اور اندھیرے کا مقابلہ کیا جا سکے وہ پریشانی میں ادھر ادھر دیکھ ہی رہے تھے کہ اچانک ان کا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ انہوں نے دیکھا کہ کچھ دور آگ روشن دکھائی دیتی ہے۔ انہوں نے اپنی بیوی حضرت صفورا سے فرمایا کہ مجھے کچھ

دور پر آگ نظر آ رہی ہے۔ میں وہاں جاتا ہوں اور اگر کوئی وہاں ہوا تو اس سے مصر جانے کا راستہ بھی معلوم کرلوں گا، کیونکہ ہم راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ یا پھر وہاں سے کچھ آگ ہی لے آؤں گا جس سے تم لوگ گرمائی حاصل کرسکو اور اندھیرا دور ہو جائے مگر فی الحال تم لوگ یہیں ٹھہرو میں جا کر دیکھ کر آتا ہوں اللہ تعالیٰ ان لمحات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

((اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّيْۤ اٰنَسْتُ نَارًا سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ))۔ (النمل:۷)

''یاد ہوگا جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے میں وہاں سے یا تو کوئی خبر لے کر یا آگ کا کوئی سلگتا ہوا انگارا لے کر ابھی تمہارے پاس آ جاؤں گا تاکہ تم سینک لو۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی لکڑی ٹیکتے ہوئے جلدی جلدی سے آگ کی طرف چل دیے بارش سے وہ بھیگ رہے تھے اور وہ وادیٔ طویٰ میں چلے جا رہے تھے کچھ دیر بعد جب وہ وہاں پہنچے تو حیران رہ گئے۔

اس جگہ پر نہ تیز ہوائیں تھیں، نہ بجلی کی چمک اور نہ بادلوں کی گھن گرج، سارا ماحول عجیب وغریب قسم کے خشوع میں لپٹا ہوا لگتا تھا۔ ہر طرف خاموشی تھی اور ایک سرسبز درخت تھا جس سے آگ کی لپٹیں نکل رہی تھیں مگر اس درخت کی سرسبزی اور شادابی میں اضافہ ہی ہو رہا تھا موسیٰ علیہ السلام نے اونچی نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ نور آسمان تک جا رہا تھا۔ وہ آگ نہ تھی بلکہ نور تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام متعجب تھے انہیں کچھ محسوس ہو رہا تھا مگر وہ اس احساس کی ماہیت کو سمجھ نہیں رہے تھے وہ آہستہ آہستہ آگ کی طرف بڑھے مگر جیسے ہی اس کے نزدیک پہنچے تو یکا یک آواز آئی:

((...... اَنْ بُوْرِکَ مَنْ فِی النَّارِ وَ مَنْ حَوْلَهَا وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ))۔ (النمل:۸)

''کہ بابرکت ہے وہ جو اس نور میں ہے اور برکت دیا گیا ہے وہ جو اس کے آس پاس ہے تمام پاکی اس معبودِ برحق کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف سے گھبرا گئے اور بے اختیار ان کا دل چاہا کہ یہاں سے بھاگ جائیں مگر پھر وہ ہمت کر کے وہاں کھڑے رہے وہ آوازیں کسی ایک طرف سے نہیں آ رہی تھیں بلکہ ایسا لگتا تھا کہ جیسے اس آواز کی گونج چہار سو پھیلی ہوئی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمت کر کے دوبارہ پھر آگ کی طرف بڑھے تا کہ اس کا کوئی سلگتا ہوا انگارا لے کر اپنے اہل وعیال کے پاس جا سکیں کہ اس ماحول میں پھر سے یہ صدا آئی۔

((اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی))۔ (طٰہٰ:۱۱،۱۲)

''اے موسیٰ میں ہی تمہارا رب ہوں پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو، (کیونکہ) تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوف اور دہشت مزید بڑھ گئے کہ منجاب اللہ انہیں پھر آواز دی گئی۔

((وَ اَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰی ☆ اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ☆ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰی ☆ فَلَا يَصُدَّنَّکَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰی ☆ وَ مَا تِلْکَ بِيَمِيْنِکَ يٰمُوْسٰی ☆))۔ (طٰہٰ:۱۳،۱۷)

''اور میں نے تم کو (نبی بنانے کے لیے) منتخب فرمایا ہے۔ سو (اس وقت) جو کچھ وحی کی جارہی ہے اس کو سن لو (وہ یہ ہے کہ) میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کی نماز پڑھا کرو۔ (دوسری بات یہ سنو کہ) بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو (تمام خلائق سے) پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ مل جائے سو تم کو اس (قیامت) سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی (نفسانی) خواہشوں پر چلتا ہے، کہیں تم (اس بے فکری کی وجہ سے) تباہ نہ ہو جاؤ۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ ساری باتیں ہمہ تن گوش ہو کر سنیں اور انہیں پتہ چل گیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ رحمان و رحیم کی باتیں ہیں اور پھر وہ قدرے پرسکون ہو گئے اور ان کے دل سے ڈر اور خوف زائل ہو گئے اور انہیں یہ پکار بڑی مانوس لگنے لگی ان کا جسم اور روح اس ماحول میں ضم ہو گئے ذہن سے بیوی اور بچوں کا خیال نکل گیا کہ اس وقت وہ اپنے رب کے حضور گفتگو میں محو تھے۔ پھر صدا آئی:

((وَ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ☆))۔ (طٰہٰ:۱۷)

''اور یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ علیہ السلام۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑے ادب سے جواب دیا:

((قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَ لِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ☆))۔ (طٰہٰ:۱۸)

''یہ میری لاٹھی ہے میں (کبھی) اس پر سہارا لگاتا ہوں اور (کبھی) اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام (نکلتے ہیں)''

ارشاد ہوا:

((قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ☆))۔ (طٰہٰ:۱۹)

''اس کو (زمین پر) ڈال دو اے موسیٰ۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وجہ پوچھے بغیر فوراً اپنی لاٹھی زمین پر رکھ دی مگر پھر کیا ہوا؟ منظر بڑا عجیب اور حیران کر دینے والا تھا ان کی لاٹھی زمین پر رکھتے ہی ایک دوڑتے ہوئے سانپ میں تبدیل ہوگئی یہ منظر دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام سہم گئے اور خوف کے مارے ٹھہر نہ سکے بلکہ الٹے پاؤں بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا کہ پھر آواز آئی:

((يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ ☆))۔ (النمل:۱۰)

''اے موسیٰ! خوف نہ کھا، میرے حضور میں پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔''

اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں اور زیادہ اطمینان پیدا کرنے کے لیے فرمایا:

((اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ☆))۔ (القصص:۳۱)

''آگے آ...... ڈر مت یقیناً تو ہر طرح امن والا ہے۔''

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دل سنبھل گیا اور وہ اطمینان سے بے خوف ہو کر وہیں اپنی جگہ ادب کے ساتھ کھڑے ہوگئے اور ان کی لاٹھی جو سانپ میں تبدیل ہو چکی تھی ابھی تک زمین پر حرکت کر رہی تھی بل کھا رہی تھی کہ ارشاد ہوا:

((خُذْهَا وَ لَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى))۔ (طٰہٰ:۲۱)

''اس کو پکڑ لو اور ڈرو مت ہم ابھی اس کو پہلی حالت پر کر دیں گے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سانپ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ وہ دوبارہ لاٹھی کی صورت ان کے ہاتھ میں آ گئی ان کی وہی جانی پہچانی لاٹھی جس سے وہ مانوس تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوسرا معجزہ عطا کرتے ہوئے فرمایا:

((اُسْلُکْ یَدَکَ فِیْ جَیْبِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ وَّاضْمُمْ اِلَیْکَ جَنَاحَکَ مِنَ الرَّهْبِ......))۔ (القصص:۳۲)

''اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال وہ چمکتا ہوا نکلے گا بغیر کسی آگ کے اور اپنے بازو اپنے ساتھ ملا لے خوف سے بچنے کے لیے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانتے ہوئے اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر جب باہر نکالا تو وہ آسمان پر چمکتے ہوئے چاند کی مانند سفید تھا۔ جب اپنے دونوں بازو جسم سے ملا کر اپنے ہاتھ دل پر رکھے تو ان کا خوف جاتا رہا اس طرح وہ پرسکون ہو گئے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے فضا سے یہ آواز آئی:

((...... فَذٰنِکَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ))۔ (القصص:۳۲)

''یہ دونوں دلائل تجھے تیرے رب کی طرف سے ملے ہیں۔ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف یہ سب لوگ فاجر وفاسق ہیں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس معاملے سے اچھی طرح آگاہ ہو چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے رسول بنا دیا ہے۔ اب اسے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے رسالت کے لیے چن لیا ہے اور ان کے لیے یہ منصب کافی تھا۔ اب ذرا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی صفورا کے بارے میں سنئے جو اپنے خاوند کے انتظار میں اپنے خیمے میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ تو ہمیں

معلوم نہیں کہ ان تمام واقعات میں کتنا وقت لگا ہوگا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل خانہ سے کب تک دور رہے ہونگے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کی بیوی کے دل میں کیا کیا خیال آتے رہے ہونگے۔ لیکن ہمیں اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے صبر و تحمل کی توفیق وافر مقدار میں دی ہوگی اور اسے خدشات سے محفوظ رکھا ہوگا بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے پاس نبوت اور رسالت کی خوشخبری لے کر آئے اور اسے اپنے ہمراہ لے کر مصر کی طرف روانہ ہوگئے۔ دونوں میاں بیوی نے کس طرح مصر میں زندگی گزاری اس کی تفصیلات سے تو ہم آگاہ نہیں لیکن تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔

قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میاں بیوی نے مصر میں پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض منصبی ادا کیے ہونگے۔ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب تورات کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب و کامران ہوئے ہونگے اللہ سبحانہ و تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی صفورا سے راضی ہو اور اسے اپنی رحمت سے بلند مقام عطا کرے بلاشبہ وہ تمام رحم کرنے والوں میں سے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

١۔ غرر التبیان .... (ص/٣٩٠)

٢۔ مفحمات الاقران .... (ص/١٥٨)

٣۔ الاتقان .... (١٠٩٨/٢)

٤۔ البدایہ والنہایہ .... (٢٤٤/١)

٥۔ مختصر تاریخ دمشق .... (٣١٥/٢٥)

٦۔ الکامل فی التاریخ .... (١٦٩/١)

٧۔ تاریخ الطبری .... (٢٣١/١)

٨۔ تفسیر الخازن .... (١٧١/٥)

٩۔ تفسیرالماوردی .... (٢٢٥/٣)

١٠ تفسیرالقرطبی .... (٢٧٣/١٣)

١١۔ الدرالمنثور السیوطی .... (٤٠٥/٦)

١٢۔ تفسیرابن کثیر .... (٣٦١/٣)

١٣۔ آثارالبلاد .... (ص/٢٤٩)

زوجہ حضرت زکریا علیہ السلام

- معزز نبی کی بیوی، دانا نبی کی والدہ اور ایک مقرب نبی کی خالہ
- جس نے ایک نبی کو اللہ کے فضل اور اس کی قدرت سے جنم دیا، جبکہ پہلے وہ بانجھ تھی۔
- اس کے پاس ایک ایسی الٰہی بشارت آئی جس کو عورت اپنے لیے قابل فخر سمجھتی ہے۔
- وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی انتہا درجے کی اطاعت گزار اور اخلاص کا پیکر تھی۔

زوجہ زکریا علیہ السلام

طاہرات کی فضا میں:

ایک معزز عمدہ اٹھان اور پاکیزہ اصول والی مومن خاتون جس نے فضل وشرف کی گود میں پرورش پائی، تقویٰ کے دستر خوان پر غذا حاصل کی۔ پاکیزہ اور عمدہ زندگی گزاری جس کے لگاتار دن رات اللہ کی اطاعت میں گزرے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے نیک لوگوں کی فہرست میں بلند مرتبہ عطا کیا اس سے ایک صالح نبی نے جنم لیا اسے ایک معزز نبی کی بیوی ایک دانا نبی کی والدہ اور ایک صالح اور مقرب نبی کی خالہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

اس کا خاوند وہ معزز نبی ہے جسے فرشتوں نے اس وقت پکارا جبکہ وہ محراب میں، نماز پڑھ رہے تھے اور اسے ایک ایسی خوشخبری دی جس نے اسے عظمت کی بلندیوں پر پہنچا دیا اور وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرنے لگیں۔

اور اس کا بیٹا دانا نبی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی نبوت کے لیے چن لیا تھا۔ اور تقویٰ کی خوبی سے اسے مالا مال کر دیا تھا تقویٰ دراصل صالح لوگوں کا بہترین لباس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے نیکی اور انکساری سے بھی سرفراز فرمایا۔ بلکہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں سلامتی اور امن سے اسے مخصوص کر دیا بلکہ اسے یہ عظمت اور خصوصیت بھی حاصل ہوئی کہ کائنات میں سب سے پہلے وہ ہیں جسے یحییٰ کے نام سے پکارا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے سردار بنایا اور کردار کے اعلیٰ مقام پر فائز کیا۔ اور ان سب خوبیوں سے بڑھ کر اسے نبوت عطا کی۔ جہاں تک اس کی بہن کے بیٹے کا تعلق ہے تو وہ پاکیزہ نبی۔ دنیا و آخرت میں شان وشوکت

والے اور ان مقرب لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا بندہ قرار دیتے ہوئے کتاب عطا کی اور زندگی کے ہر موڑ پر انہیں برکتوں سے مالا مال کیا نماز، زکوٰۃ اور نیکی کی تلقین کی۔ متقی اور پرہیز گار بنایا اور اسے ظالم اور بد بخت ہونے سے بچائے رکھا۔

یاد رہے کہ ایشاع بنتِ عمران زکریا علیہ السلام کی بیوی تھیں یہی وہ نیک خاتون ہے جس کے بارے میں ہم اگلے صفحات میں گفتگو کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ پاکیزہ خاتون ان خواتین میں سے ہے جو معاشرے میں بلند مقام رکھتی تھیں۔ اور ہر عزت وشرف خیر و بھلائی کو حاصل کرنے کے لیے اپنے خاوند زکریا علیہ السلام کی اقتداء میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کو حاصل کرنے کی محبت میں جلدی سے کام لیتیں اللہ رب العزت نے اس خاندان کے تین عظیم المرتبت افراد کی تعریف کی اور ان کے فضل وشرف کا تذکرہ کیا ان کی عزت کو واضح کیا اور یہ اس لیے تھا کہ انہیں نیک کاموں سے بڑی محبت تھی اللہ تعالیٰ کو خفیہ اور اعلانیہ طریقے سے ہر وقت پکارتے رہتے تھے اور عبادت میں خشوع وخضوع سے مشغول رہتے۔

یہاں زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو حدود اور ضابطوں میں مقید نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ اللہ پر ایمان اگر صحیح بنیاد پر ہو تو اس سے انسان کو دلی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت میسر آتی ہے۔ یہاں سے اللہ کے نبی زکریا علیہ السلام اور ان کی بیوی ایشاع کی داستان شروع ہوتی ہے جس کا تعلق اللہ خالق ومصور کے ساتھ بڑا گہرا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی ایشاع ایک بانجھ خاتون تھیں جس کے ہاں کوئی بچہ جنم نہیں لیتا تھا۔ اس کی شادی عنفوانِ شباب میں ہوئی اپنے خاوند زکریا علیہ السلام کے ساتھ زندگی کے دن بسر ہونے لگے۔ یہاں تک کہ حضرت زکریا علیہ السلام بہت بوڑھے ہو گئے۔ ان کی ایڑیاں کمزور سر

کے بالوں میں سفیدی اتر آئی۔ درحالیکہ ان کی بیوی بوڑھی عورت تھیں عمر کے کئی سال بیت چکے تھے لیکن چہرے پر نورانیت بدستور موجود تھی۔ ہر دیکھنے والا مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ یہاں پر ایک دلچسپ سفر اور بڑے معجزے کا آغاز ہوتا ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے عمران کی بیٹی حضرت مریم علیہا السلام کا کفیل بننے کے بعد بچشم خود ان عنایاتِ ربانیہ کا مشاہدہ کیا جو حضرت مریم علیہا السلام کو میسر تھیں۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ عزت کو دیکھا یہ عزت اس صالح خاتون مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میسر تھی جسے اس کے رب نے شرفِ قبولیت سے نواز رکھا تھا اور بہت عمدہ پروان چڑھایا۔ مریم کو اللہ رب العزت کے ہاں بڑی عزت میسر تھی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ساری دنیا کی عورتوں میں سے منتخب کیا اور اسے ایک ایسے نبی کی والدہ بننے کا شرف حاصل ہوا جس کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی طرح ایک معجزہ تھی۔

حضرت مریم علیہا السلام کے لیے ایک خاص محراب تھا جس میں وہ عبادت کیا کرتی تھیں وہ اپنی اس جگہ کو شاذ و نادر ہی چھوڑتی تھیں وہ اپنا سارا وقت اللہ کی عبادت اور نماز میں گزارتی تھیں اور نماز میں اللہ تعالیٰ سے سرگوشیاں کیا کرتی۔ جب وہ رات کو اٹھتی تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتی صبح و شام اللہ کے ذکر، شکر اور حمد و ثناء میں بسر کرتی۔ چونکہ زکریا علیہ السلام اس کے کفیل تھے اس لیے محراب میں اسے دیکھنے کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔ اور یہ کفیل کی ذمہ داری بھی ہوتی ہے لیکن ایک ایسی چیز کا انہوں نے وہاں مشاہدہ کیا جسے دیکھ کر وہ چونک اٹھے کہ انہوں نے مریم کے پاس کھانے پینے کی چیزیں پڑی ہوئی دیکھیں عجیب بات یہ تھی جیسے کہ مفسرین کہتے ہیں کہ زکریا علیہ السلام نے مریم علیہا السلام کے پاس موسم گرما میں ایسے میوے پڑے ہوئے دیکھے جو کہ موسمِ سرما کے تھے۔ اور اسی طرح موسم سرما میں ایسے میوے دیکھنے کو میسر آتے جو موسم گرما کے تھے اور واقع یہ ایک حیران کن بات ہے، یہ منظر انہوں نے ایک مرتبہ نہیں دیکھا

بلکہ انہوں نے کئی مرتبہ اس کا مشاہدہ کیا لہٰذا انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام سے پوچھا کہ آپ کے پاس یہ رزق کہاں سے آتا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام نے جواب دیا کہ یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے۔

اس واقع کو سورۃ ال عمران میں درج ذیل آیت کریمہ میں بیان کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

((...... كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ☆))۔ (ال عمران:۳۷)

''جب بھی زکریا علیہ السلام مریم کے کمرہ میں داخل ہوتے تو اس کے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز دیکھ پاتے اور پوچھتے اے مریم یہ تجھے کہاں سے ملا؟ وہ کہہ دیتیں اللہ کے ہاں سے'' بلاشبہ اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دے دیتا ہے۔''

یہ کرامت دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں باپ بننے کے خیالات پیدا ہوئے اور انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک نیک لڑکا عطا کرے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مشکل کام نہیں۔ جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے خلافِ عادت ایک عجیب منظر دیکھا تو اپنی دعا کے قبول ہونے کا احساس زیادہ مستحکم ہوگیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی ایسی اولاد کے ساتھ محبت کو کوئی نہیں جانتا تھا جو اس کی اور آل یعقوب کے سلسلۂ نبوت کی وارث بنے۔ وہ یہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس کی بیوی شروع سے ہی بانجھ ہے۔ اس نے کسی بچے کو جنم نہیں دیا۔ اور کئی سالوں سے وہ جوانی کے مرحلوں سے الگ ہو کر بہت بوڑھی ہو چکی ہے۔ لیکن اللہ کی قدرت اس ساری صورتحال پر فوقیت رکھتی ہے۔ انہوں نے دوبارہ عمران کی دختر حضرت

مریم علیہا اسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عزت وشرف اور کرامت پر نظر دوڑائی تو بے اختیار یہ دعا مانگنے لگے۔

جسے قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

((هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ☆))۔(ال عمران:۳۸)

''اس وقت زکریا نے اپنے رب سے دعا کی میرے رب! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ سیرت اولاد عطا فرما، بلاشبہ تو ہی دعا سننے والا ہے۔''

قاضی عبدالجبار بن احمد رحمہ اللہ اس آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حضرت زکریا علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے۔ تا کہ وہ عمران کی بیٹی مریم علیہا السلام کے حال کو پہچان سکیں جو وہ اپنے پاس پڑے ہوئے رزق کے بارے میں اعتقاد رکھتی ہے۔ جبکہ اس نے کہا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ تو یہ سنتے ہی زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا اس لیے کہ وہ جان چکے تھے کہ حضرت مریم علیھا السلام نے حقیقت بیان کی ہے۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ دل پذیر منظر اچھا لگا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کیا کہ وہ اسے ایک لڑکا عطا کرے اللہ نے اس موقع پر یحییٰ علیہ السلام کی صورت میں بیٹے کی بشارت دی۔ جیسا کہ قرآن مجید سورۃ المریم میں اس کی تفصیل ان الفاظ میں مذکور ہے:

((إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ☆ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَّلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ☆ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ☆ يَّرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ

رَضِيًّا ☆))۔ (مریم:۳تا۶)

"جب زکریا نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا۔ کہا میرے رب! میری ہڈیاں بوسیدہ اور بڑھاپے کی وجہ سے سر کے بال سفید ہو گئے تاہم اے میرے رب! میں تجھے پکار کر کبھی محروم نہیں رہا۔ میں اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو اپنی جناب سے مجھے ایک وارث عطا فرما۔ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب اسے پسندیدہ انسان بنانا۔"

حضرت زکریا علیہ السلام نے چپکے چپکے اپنے رب کو پکارا۔ با آواز بلند دعا نہ کی اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ظاہری اور خفیہ طور پر پکارنا برابر ہے وہ آنکھوں کی خیانت اور سینوں میں چھپے ہوئے بھید جانتا ہے۔ وہ بھید اور چھپے ہوئے احساسات کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ اس لیے زکریا علیہ السلام نے چپکے چپکے دعا کرنے کو زیادہ پسند کیا کیونکہ اس میں زیادہ اخلاص پایا جاتا ہے اور یہ طریقہ ریاکاری سے بھی بچنے کا باعث بنتا ہے علاوہ ازیں یہ انداز اللہ تعالیٰ کو بھی زیادہ پسند ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((إِنَّ اللّٰهَ يعلم القلب التقي ويسمع الصوت الخفي))۔

"اللہ تعالیٰ پاکیزہ دل کو جانتا ہے اور چھپی آواز کو سنتا ہے۔"

حضرت زکریا علیہ السلام کے خلوص اور خشوع کے کیا کہنے وہ اپنی دعا سے پرامید تھے وہ اپنے بارے میں خوب اچھی طرح جانتے تھے گویا کہ وہ زبانِ حال سے یہ کہہ رہے ہیں اے میرے رب یہ میرا حال ہے اور تو اسے اچھی طرح جانتا ہے۔ ان حالات میں بظاہر بیٹے ہونے کا امکان تو نہیں لیکن اے میرے رب پھر بھی میں تجھ سے مطالبہ کرتا ہوں کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ زمین و آسمان میں کوئی چیز تجھے عاجز نہیں کر سکتی اور ہر چیز میں تیرا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے۔ اے

میرے رب تیری رحمت کی کوئی حد نہیں یہ اس تک پہنچ کر رہتی ہے جس تک تو چاہے، اور نہ ہی تیری عظیم قدرت کی کوئی حد ہے۔

زکریا علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس پر رحم کھا جائیں حالانکہ اللہ اس کے حال اور حالت کو اچھی طرح جانتا تھا۔ میاں بیوی کے بڑھاپے کا بھی اللہ تعالیٰ کو علم تھا دونوں میاں بیوی کے سر بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو چکے تھے۔ وہ بوڑھے اور کمزور ہو چکے تھے۔ یعنی ظاہری اور باطنی طور پر اولاد کو جنم دینے کے قابل نہ تھے۔

دعا کی شان:

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعا کی قبولیت کے سلسلے میں پر امید تھے۔ جبکہ انہوں نے اللہ کو خفیہ انداز میں پکارا انہیں امید تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے لڑکا عطا کریں گے۔ انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہوئے اس کی دعا کو ثمر بار کریں گے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے دعا کرنے کا مقصد دنیاوی زندگی کے فوائد حاصل کرنا نہ تھا بلکہ ان کی دعا کا ہدف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے نیک لڑکا اس لیے عطا فرمائے کہ ان کے بعد ان کی نبوت کا وارث بنے۔ اور دینی معاملات کی حفاظت کرے وہ دین جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس امانت ہے اور یہ دین آباؤ اجداد انبیاء کی وراثت ہو۔ حضرت زکریا علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنے چچا زاد بھائیوں سے یہ اندیشہ تھا کہ وہ ان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اچھے خلف ثابت نہیں ہونگے بلکہ وہ دین کو بدل دیں گے حضرت زکریا علیہ السلام چونکہ لا ولد تھے اور ان کی بیوی ایشاع بانجھ تھی اور ان کے خاندان میں کوئی ایسا نہ تھا جو سلسلۂ نبوت میں ان کا خلیفہ بننے کا اہل ہو۔ اور اس اندیشے کا اظہار انہوں نے جن الفاظ میں کیا وہ قرآن پاک میں یوں بیان ہوئے ہیں:

((وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآئِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ☆ یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ☆))۔ (مریم:۵،۶)

''میں اپنے پیچھے اپنے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے تو اپنی جناب سے مجھے ایک وارث عطا فرما۔ جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ انسان بنانا۔''

اللہ تعالیٰ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا اصل مقصد سورۃ الانبیاء میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

((وَ زَكَرِیَّآ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ ☆))۔ (الانبیاء:۸۹)

''اور زکریا کو بھی جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا اے میرے رب! مجھے تنہا نہ چھوڑنا اور بہترین وارث تو تو ہی ہے۔''

اس دعا میں حضرت زکریا علیہ السلام اپنے رب سے یہ التجا کرتے ہیں کہ الٰہی مجھے لاولد نہ رہنے دیجئے کہ بعد میں میرا کوئی وارث ہی نہ ہو۔ اور بلاشبہ تو تمام وارثوں سے بہتر ہے۔ یاد رہے کہ یہ دعا بھی ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی ثناء بھی ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے وارث کا سوال کیا ان حالات میں جبکہ وہ یہ جانتے تھے کہ بظاہر اسباب اولاد ہونے کے نہیں ہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی عزت رکھتے ہوئے ایک تحفہ ہی ہوگا حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے بیٹے کا مطالبہ کرتے ہوئے اس بات کا اضافہ کر دیا کہ بیٹا خوش اطوار اور با اخلاق ہو لوگ اس کے دین اور اخلاق کی وجہ

سے اسے پسند کریں کسی بندے کو اللہ کی رضا کا حاصل ہو جانا بہت بڑی نعمت ہے۔

عظیم خوشخبری:

حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی بیوی ایشاع کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھا انہوں نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ بیوی کے چہرے پر نور کی کرنیں پھیلی ہوئی ہیں اور ہونٹوں پر خوشنودی کی مسکراہٹ آویزاں ہے اور اس کا دل بڑا باوقار پر سکون اللہ کے ذکر میں لگا ہوا ہے اور وہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کو پہچان چکی ہے اور یہ کیفیت اسے ہی حاصل ہوتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت ہو۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے میسر آ چکی ہے اور دعا کی قبولیت کا وقت آ پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی اے زکریا یہ کیسی محبت بھری آواز تھی جس پر سرگوشی کا گمان ہوتا تھا۔ بڑی تیزی سے اللہ تعالیٰ کے فرشتے حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر آ پہنچے جو اپنے پروردگار کا حکم کسی صورت نہیں ٹالتے اور جو انہیں کہا جاتا ہے وہی کرتے ہیں۔ فرشتوں نے اپنے رب کا حکم مانتے ہوئے حضرت زکریا علیہ السلام کو کہا:

((اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ))۔ (المریم)

”کہ ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔“

آسمان سے اچانک ایک ایسے فرزند کی خوشخبری دی جاتی ہے جو بڑی عمدہ صفات والا ہے۔ جس میں سب سے اعلیٰ صفت نبوت کی پائی جائے گی اور وہ عالم اور بلند مرتبہ ہوگا۔ حضرت زکریا علیہ السلام اور اس کی بیوی پچاس سال تک اولاد سے محروم رہے کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ یہ عرصہ ان پر کیسے گزرا ہوگا۔ بشارت دینے والے ایک فرشتے نے صرف بیٹے کی

بشارت پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ بیٹا کن صفات حمیدہ کا حامل ہوگا حالانکہ حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے یہی بڑی مسرت کا پیغام تھا کہ اتنی طویل مدت بے اولاد رہنے کے بعد انہیں صرف بیٹے کی بشارت دے دی جاتی ذرا تصور کیجئے وہ لمحہ کس قدر مسرت آفرین ہوگا جب زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی ہوگی بشارت دینے والے فرشتوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو مزید یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اپنی رحمتوں کے خزانے کھول دیے ہیں۔ جس بیٹے کی بشارت دی ہے اس کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود یحیٰ تجویز کیا ہے آخر اس نام میں کون سی خوبی پائی جاتی ہے اس نام کی ایک خصوصیت تو یہ تھی کہ یہ نام اس سے پہلے کسی نے نہیں رکھا تھا۔

((لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا))۔ (مریم: ۷)

''اس سے پہلے انہوں نے اس نام کا کوئی پیدا نہیں کیا۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا نام یحیٰ اس لیے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی والدہ کے بانجھ پن کو ختم کر دیا تھا حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اس کا نام یحیٰ اس لیے رکھا گیا تھا کہ اس کے دل کو ایمان سے زندہ کیا گیا۔ ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ ان خوش کن لمحات میں حضرت زکریا علیہ السلام کے جذبات کیا تھے۔ لیکن یہ اندازہ باآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ اپنی عبادت گاہ میں اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہوئے بیٹے کی بشارت سن کر وہ حیران ضرور ہوئے ہونگے۔ جب انہیں بشارت دی گئی تو انہوں نے حیران ہو کر پوچھا جسے قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

((قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ☆))۔ (مریم ۸)

''زکریا نے کہا میرے رب میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور
میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں۔''

بشارت سن کر انہیں تعجب ہوا کہ ان کے ہاں لڑکا ہوگا جبکہ وہ بوڑھے ہو چکے ہیں اور ان کی بیوی بانجھ ہے اور وہ بھی بوڑھی ہو چکی ہے وہ اس انداز میں سوچ ہی نہیں رہے تھے کہ انہیں بڑی لطافت سے یہ کہا گیا جسے سورہ مریم میں کچھ اس انداز میں بیان کیا گیا ہے:

((قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْئًا))۔ (مریم:۹)

''اللہ نے فرمایا، ہاں ہوگا تیرا رب یہ کہہ رہا ہے کہ یہ میرے لیے سہل ہے اس سے
پہلے میں تجھے پیدا کر چکا ہوں جبکہ تو کچھ نہ تھا۔''

فرشتوں نے اسے سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی ہے اور اس کی مرضی پوری ہو کر رہتی ہے وہ اللہ جو چیزوں کو عدم سے وجود میں لاتا ہے اسے بہترین شکل وصورت عطا کرتا ہے اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ایک وجود سے دوسرے وجود کو پیدا کرنا کائنات کی ہر چیز اسی کی مرضی کے مطابق وجود میں آتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّمَآ اَمْرُهٗ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ))۔
(یٰسین:۸۲)

''بلاشبہ اس کا معاملہ یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے فرماتا ہے کہ ''ہو
جا'' تو ہو جاتی ہے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول کیا جائے تا کہ اللہ

تعالیٰ کی عظیم قدرت کا اظہار ہوا اور اس موقع پر اس انداز میں معجزہ ہوتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی حضرت ایشاع جو بانجھ تھی اسے ٹھیک کر دیا گیا۔ جس سے منظر بدل جاتا ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کو بھی اسی طرح مایوسی کی صورت میں اولاد کی بشارت دی گئی تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کا بانجھ پن حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کے ذریعے دور ہوا وہ اکثر چپکے چپکے اپنے رب کو پکارا کرتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَ وَهَبْنَا لَهُ يَحْيٰى وَ اَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ))۔

(الانبیاء:۹۰)

''سو ان کی بھی ہم نے دعا قبول کی اور انہیں یحیٰی عطا کیا اور ان کی بیوی کو اولاد کے قابل بنا دیا۔''

جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے حضرت عبداللہ بن عباس حضرت مجاہد حضرت قتادہ اور حضرت سعید بن جبیر کا فرمان ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی بانجھ تھی لیکن پھر بھی ان کے ہاں اولاد ہوگئی ان حضرات کی یہ رائے ہے کہ ان کے ہاں لڑکے کا ہونا ہی پوری داستان کا لب لباب ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کے بارے میں ایک رائے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دین دار اور اطاعت گزار بنایا تھا تاکہ وہ تبلیغی کام میں اپنے شوہر کی معاون ہو۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے اچھے اخلاق کی مالک بنایا اور بانجھ ہونے کے باوجود اولاد پیدا کرنے کے قابل بنایا۔

اب ہمیں اس نقطے پر غور و فکر کرنا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو جو بیٹے کی بشارت دی گئی اس میں اور کون سا راز پایا جاتا ہے کیونکہ آگے چل کر حضرت یحیٰی علیہ السلام کی نبوت اور ان کی نیکی کے کارناموں کا ذکر آتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ☆))۔ (ال عمران:۳۹)

''اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے ایک کلمہ (عیسیٰ) کی تصدیق کرے گا وہ سردار ہوگا اپنے نفس کو روکنے والا اور صالح نبی ہوگا۔''

اللہ اکبر یہ کتنی عظیم خوشخبری ہے واقعی آسمان کی بلندیوں کو چھوتی ہوئی بڑی بابرکت بشارت ہے اور ایسی عظیم الشان بشارت ہے جو چار بنیادوں پر استوار ہے۔

۱۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنے کے لیے تشریف لائے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ اللہ کا کلمہ تھے جنہوں نے حضرت مریم علیہا السلام سے جنم لیا انہیں کلمۃ اللہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کے لفظ (کن) سے وجود میں لائے گئے۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ان کی اس طرح تصدیق کرتے ہیں کہ ان پر ایمان لائے اور اس بات کی تصدیق کی کہ وہ واقعی کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ٦ ماہ بڑے تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام اس دور میں وہ پہلے شخص تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان کے کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کی تصدیق کی یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے ہی حضرت یحییٰ علیہ السلام قتل کر دیے گئے تھے۔ علامہ ابن الاثیر اور حافظ ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام دونوں آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت مریم علیہا السلام اپنی ہمشیرہ یعنی زکریا علیہ السلام کی بیوی ایشاع کے پاس آئیں تو اس نے حضرت مریم سے پوچھا کہ کیا تجھے محسوس ہوا کہ میں حاملہ ہوں تو حضرت مریم علیہا السلام بولیں کہ میں بھی حاملہ ہوں۔

۲۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام سردار تھے مفسرین نے سردار کے کئی معنی بیان کیے ہیں ان کا کہنا یہ ہے

کہ یہاں پر سردار سے مراد حلیم الطبع مومنوں کے قائد دین میں ان کے راہنما علم عبادت زہد وتقویٰ میں ان کے پیشوا تھے اور وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی عزیز تھے۔ وہ ایسے فقیہہ اور عالم تھے کہ جن پر غصہ کبھی غالب نہیں آتا تھا۔ قاضی ابن العربی نے کیا خوب کہا ہے کہ سید یعنی سردار وہ ہوتا ہے کہ جس کی طرف ہر معاملے میں رجوع کیا جاتا ہے۔ یعنی حضرت یحییٰ کو دینی معاملے میں سرداری عطا کی گئی تھی۔ ہر دینی معاملے میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ اور ان کی بات مانی جاتی تھی۔ اس دور میں ان کے اندر علم، سخاوت، طہارت، زہد اور تقویٰ جیسی بہت سی خوبیاں جمع ہوگئیں تھیں۔

۳۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ایک صفت حصور بیان کی ہے حصور اس آدمی کو کہتے ہیں جو عورتوں سے دلچسپی رکھنے والا نہ ہو یہ کسی کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ عفت وپاکدامنی کی وجہ سے ہو اور یہی جمہور علماء کا نقطۂ نگاہ ہے۔

۴۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ایک وصف نبی ہونا بھی بیان کیا گیا ہے اور نبوت کا رتبہ اعلیٰ ترین صفات میں شمار ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((نبی من الصالحین))۔

یعنی ایسے نبی جو نیکو کاروں میں سے ہیں چونکہ وہ نیکی اور تقوے میں بڑے مشہور تھے۔ اور اس سلسلے میں ان کا تقویٰ بڑا مضبوط تھا۔

اس لیے حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی:

((تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ))۔ (یوسف:۱۰۱)

''مجھے مسلمان مارنا اور نیک لوگوں کے ساتھ ملانا''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی:

((وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ))۔(النمل:۱۹)

''اور مجھے اپنی رحمت کے ساتھ اپنے نیک بندوں میں داخل کر لیجئے۔''

میری بیوی بانجھ ہے:

اب ہم اس نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام اور ان کی بیوی ایشاع بنتِ عمران کو جب یحییٰ بیٹے کی بشارت دی گئی تو ان دونوں پر اس کا کیا اثر ہوا، کیونکہ ان دونوں نے اپنی پوری زندگی پختہ ایمان اور ذکر الٰہی میں گزاری تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنا اور اپنی بانجھ بیوی کا حال بیان کرتے ہوئے عرض کی جسے قرآن مجید میں اس الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

((قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ))۔ (آل عمران:۴۰)

''اس نے کہا اے میرے رب میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔''

علامہ ابن جوزی (بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ) کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس وقت حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کے بڑھاپے اور ان کی بیوی کے بانجھ پن کا تذکرہ سورۃ المریم میں کچھ اس طرح کیا گیا ہے:

((قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّ کَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْکِبَرِ عِتِیًّا))۔ (مریم:۸)

''اس نے کہا اے میرے رب میرے ہاں لڑکا کیسے پیدا ہوگا میری بیوی بانجھ ہے

اور میں بڑھاپے کی انتہا کو پہنچا ہوا ہوں۔''

حضرت زکریا علیہ السلام اللہ کی قدرت کے انکاری نہیں تھے بلکہ انہیں جب بیٹے کی بشارت دی گئی تو اس بات پر تعجب ہوا کہ ظاہری اسباب تو موجود نہیں بیوی بانجھ ہے۔ جوانی میں بھی اس کے ہاں اولاد نہیں ہوئی اور میں خود بھی بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں۔ اس حال میں بھلا ہمارے ہاں کیسے بیٹا جنم لے گا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی بیٹے کی بشارت سن کر اپنے خاوند سے بھی زیادہ خوش تھی۔ اور وہ اپنے میاں کو اپنی کوکھ ہری ہونے کی نوید سنا رہی تھی۔ اور وہ اللہ کی قدرت کے مظاہرے کو دیکھ کر حیران اور متعجب تھیں۔ لیکن اس حیرانگی کے ساتھ ساتھ اس نعمتِ خداوندی سے اس کا دل بہت زیادہ خوش تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام اور اس کی بیوی یہ نعمت پا کر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوئے اور انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ یہ بشارت ان کے لیے بڑی دل عزیز اور حیران کن ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس بات پر یقین لے آئے کہ بلا شک وشبہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہر کام بڑا آسان ہے کسی چیز کو پیدا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی وہ جو چیز وجود میں لانا چاہتا ہے تو صرف کن کہتا ہے اور وہ چیز وجود میں آ جاتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کسی چیز کو وجود میں لانے پر قادر ہے بلاشبہ وہ دو بوڑھے اور کمزور والدین سے اولاد پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((كَذٰلِكَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ))۔ (ال عمران:۴۰)

''اے میرے رب میرے لیے نشانی مقرر کر دے۔''

فرشتوں نے جب زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دے دی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ ان کی بیوی کے حمل کے بارے میں کوئی واضح نشانی مقرر فرما دیں یاد رہے کہ یہ خواہش اللہ تعالیٰ پر بے اعتباری کی وجہ سے نہیں تھی حضرت زکریا علیہ السلام جو ایک متقی اور پاکیزہ صفت نبی تھے ان کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت پر

کوئی شک ہو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہنچانتے تھے۔ یہ سوال تو صرف دلی اطمینان کے لیے تھا تا کہ انہیں یہ خوشی جلدی مل جائے اور وہ اپنے رب کا شکرادا کریں۔ یاد رہے کہ حمل کے شروع میں پتہ نہیں چلتا اور وہ حمل ٹھہرتے ہی آگاہ ہونا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول کیا۔ جسے قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

((قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا))۔ (مریم،۱۰)

''فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تم تین رات دن تک لوگوں سے بات نہ کرسکو گے۔ تندرست ہونے کے باوجود۔''

میں نے تمہارا نہ بولنا کسی بیماری کی وجہ سے نہیں روکا تم تندرست ہو گے لیکن پھر بھی مسلسل دن رات تین دن لوگوں سے بات نہ کرسکو گے۔ اس سلسلے میں حضرت مجاہد حضرت قتادہ اور حضرت عکرمہ اور حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر کئی علماء کہتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام کسی بیماری کی وجہ سے نہیں بلکہ تین دن تک قدرتی طور پر ان کی زبان کوئی بات کرنے کے قابل نہ رہی جیسا کہ سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْٓ اٰیَةً قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ))۔

(آل عمران:۴۱)

''عرض کی کہ میرے رب میرے لیے کوئی نشانی مقرر کردے اللہ نے فرمایا کہ تیری نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن اشارے کے سوا بات نہ کرسکو گے اور تم اپنے رب کو کثرت سے یاد کرنا اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرنا۔''

حضرت زکریا علیہ السلام کی زبان دن رات ذکر الٰہی اور تسبیح کرنے میں مصروف رہتی تھی یہ اس

بات کی دلیل ہے کہ وہ بالکل صحیح اور سالم تھے ان کو کوئی بیماری لاحق نہیں تھی لیکن جب وہ لوگوں سے بات کرنے لگتے تو زبان رک جاتی۔ اسی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے نشانی قرار دیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو نشانی عطا کر دی گئی اور انہیں تسبیح کرنے کا حکم ملا تو اس سے حضرت زکریا علیہ السلام کو دلی اطمینان حاصل ہوگیا پھر وہ اپنی اس عبادت گاہ سے واپس آئے جس میں انہیں یحییٰ علیہ السلام کی بشارت دی گئی تھی۔ انہوں نے اپنے اردگرد رہنے والے لوگوں کو ہاتھ یا سر کے اشارے سے ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو جانے کا حکم دیا۔ جیسا کہ قرآن مجید کے ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے:

((فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا))۔ (مریم:۱۱)

”پھر وہ محراب سے اپنی قوم کی طرف نکلے اور انہیں اشارے سے کہا کہ تم صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرتے رہو۔“

یاد رہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنی قوم میں بہت بلند مقام حاصل تھا وہ قوم کے امام عالم اور نبی تھے۔

ایک متقی نبی کی والدہ:

اللہ تعالیٰ کا حکم پورا ہوا حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کے ہاں یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ بلاشبہ ان کا پیدا ہونا ایک معجزہ تھا۔ وہ اپنے ماں باپ کی گود میں پھول بن کر اس وقت مہکے جبکہ لمبی مدت بیت چکی تھی۔ والدین اولاد سے مایوس ہو چکے تھے۔ وہ اپنے باپ زکریا علیہ السلام کے پاکیزہ دل سے ابھرنے والی دعا کا نتیجہ بن کر اس دنیا میں تشریف لائے اللہ تعالیٰ نے اسے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

((یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ)) ۔ (مریم:۱۲)

''اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو۔''

یہاں کتاب سے مراد تورات ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھی۔ اور مضبوطی سے پکڑنے سے مراد پختہ ارادہ اور استقلال اور ثابت قدمی ہے۔''

یعنی اے یحییٰ، تم ثابت قدم رہو، اور پورے حوصلے اور استقلال کے ساتھ اس امانت کو لوگوں تک پہنچاؤ، کیونکہ یہ وہ دور تھا اس میں بنی اسرائیل رفتہ رفتہ اپنے دین سے دور ہوتے جا رہے تھے۔ اور عمل میں کمی آتی جا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام اور اس کی بیوی پر مزید یہ مہربانی کی کہ ان کے بیٹے یحییٰ کی خوبیاں بھی بیان کر دی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وَ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكَاةً وَ كَانَ تَقِيًّا ☆)) ۔ (مریم:۱۳)

''اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی عطا کی اور وہ بڑے متقی اور پرہیزگار تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کے دل میں لوگوں کے لیے شفقت اور محبت کے جذبات پیدا کر دیے تھے تاکہ وہ لوگوں کو رب تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی عبادت کی دعوت دے سکیں۔ اور جن دوسری صفات سے اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو نواز رکھا تھا ان میں سے ایک وصف یہ تھا کہ وہ پاکیزہ نفس تھے۔ گناہوں کی آلودگی سے پاک تھے۔ اور ایسے متقی اور پرہیزگار تھے کہ انہوں نے کبھی کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ اور وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ بلاشبہ وہ متقی اور بڑے مخلص تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اس کی بیوی اور بیٹا یحییٰ علیہ السلام تینوں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے حوالے سے بڑے بلند مقام پر فائز تھے۔ یہ تینوں نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ بلکہ نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا

ان کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا ہی انسان کی زندگی کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بابرکت خاندان کی تعریف کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

((اِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ))۔ (الانبیاء:۹۰)
''کہ وہ نیکی کے کاموں میں جلدی کیا کرتے تھے۔''

حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی پر اللہ تعالیٰ نے یہ کرم بھی فرمایا کہ اس کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام کو اس کا فرمانبردار بنا دیا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بعد ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((وَ بَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَ لَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا))۔ (مریم:۱۴)
''وہ اپنے والدین کے فرمانبردار تھے۔ اور سرکش اور نافرمان نہ تھے۔''

ان ساری صفات کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام پر اپنی رحمتوں کی برکھا برساتے ہوئے ان صفات کے حوالے سے تینوں حالتوں میں پیدائش کے دن، وفات کے دن، اور جس دن اسے زندہ کرکے اٹھایا جائے گا سلامتی اور حفاظت میں ہونگے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

((وَ سَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوْتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا))۔
(مریم:۱۵)

''اس پر سلام ہو جس دن پیدا ہوئے، اور جس دن وفات پائیں گے اور جس دن زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے۔''

حضرت سفیان بن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ ان تینوں مواقع پر انسان بڑی گھبراہٹ، وحشت اور تنہائی محسوس کرتا ہے۔ ایک اس دن جب وہ پیدا ہوتا ہے اور دوسرا اس دن جب وہ فوت ہوتا اور تیسرا اس دن جب وہ ایسے لوگوں سے ملتا ہے جو اس کے لیے اجنبی ہوں اور جب اس دن جب اسے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور وہ میدان حشر میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو ان تینوں موقعوں پر رحمت و سلامتی کی نوید سنائی تھی۔ اور یہ تھے پاکیزہ صفات نبی حضرت یحییٰ علیہ السلام، اور یہ تھیں اس کی عظیم والدہ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کی زندگی کے چند درخشاں پہلو۔ یہ وہ عظیم خاتون ہیں جس کی داستان اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان کی جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمت کرتے ہوئے بانجھ پن اور بڑھاپے کے باوجود اسے اولاد کی نعمت عطا کی۔ بلاشبہ یہ اس کے بلند مرتبہ ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کو اپنی رضا سے نوازے جو بلاشبہ ایک نیک ماں اور وفا شعار بیوی تھیں۔ اس پر اپنی رحمتوں کی بارش برسائے اور اسے صالحین کے زمرے میں شامل کرے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ غرر التبیان .... (ص/۵۲۲)

۲۔ مفحمات الاقران .... (ص/۱۶)

۳۔ مختصر تاریخ دمشق .... (۲۷/۲۳۶)

۴۔ تفسیر القرطبی .... (۱۱/۷۹)

۵۔ الکامل لابن الاثیر .... (۲۹۸/۱)

۶۔ الصاوی علی الجلالین .... (۲۷/۳)

۷۔ المعارف .... (ص/۵۲)

۸۔ تفسیرالرازی .... (۲۲۸)

۹۔ فتح الباری .... (۵۴۰/۶)

زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

ا۔ حضرت سارہ علیہا السلام:

- اسحاق علیہ السلام کی والدہ اور حضرت یعقوب کی دادی تھیں۔
- یہ روئے زمین کی تمام عورتوں سے زیادہ حسین وجمیل اور ان سب سے زیادہ غیرتمند تھیں۔
- یہ بانجھ خاتون تھیں اس نے فرشتوں سے اپنے خاوند ابراہیم علیہ السلام کے لیے پاکیزہ اولاد کی بشارت سنی۔
- یہ ایک مومن اور متقی خاتون تھیں جسے اللہ تعالیٰ نے مصر کے ظالم اور جابر بادشاہ سے محفوظ رکھا۔
- یہ اپنے خاوند حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محبت کرنے والی اور ان کی اطاعت کرنے والی بیوی تھیں۔
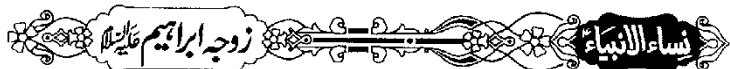
زوجہ ابراہیم علیہ السلام

۱۔ حضرت سارہ علیہا السلام

ایک معزز نبی کی بیوی:

یہ خاتون صاحب عزم رسولوں میں سے ایک معزز نبی کی بیوی تھی۔ یہ معزز رسول ابراہیم علیہ السلام تھے۔

اس خاتون کی سیرت کے واقعات سننے سے کانوں کو لذت اور ذہنوں کو جلا ملتی ہے۔ اس خاتون کی داستان قرآن کریم کے کئی مقامات پر بیان ہوئی ہے اور حدیث نبوی میں بھی اس کی تعریف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ تاریخ سیرت اور طبقات کی کتابوں میں اس خاتون کی داستان اس کے خاوند حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نہایت دل پذیر انداز میں بیان ہوئی ہے۔ آیئے اب ہم ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اس کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کی دلربا خوش آئند اور دل پذیر سیرت بیان کرنے میں چند مبارک لمحات صرف کرتے ہیں تاکہ ان کی مبارک سیرت سننے سے ہمارے دلوں کو سرور حاصل ہو۔ مفسرین، مورخین محدثین اور سیرت نگاروں نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کو سارہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ علیہا السلام کے بارے میں اللہ کے فضل و کرم سے بہت سی معلومات حاصل ہوئیں، یہ وہ خاتون ہیں کہ جس کے ساتھ اللہ کے فرشتوں نے

بات کرتے ہوئے ایسی خوشخبری دی جس سے خوش ہو کر وہ ہنسنے لگیں کیونکہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی تھی اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اسے یہ نعمت عطا کر کے ایسی عزت عطا کی جو اس کے لیے بعد میں چل کر بابرکت ثابت ہوئی۔ اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آنکھ کو اس کی بیوی سارہ علیہا السلام کے ذریعے سے ٹھنڈا کیا۔ اللہ نے اسے اپنے فضل وکرم سے نوازا اس کی اولاد سے انبیاء کا سلسلہ جاری کیا اور اسے اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا اور قرآن مجید میں مختلف مقامات پر نہایت دل پذیر انداز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف کی حضرت ابراہیم علیہ السلام اکیلے ایک ایسی امت کی حیثیت رکھتے تھے جو اللہ کی فرمانبردار ہو، اللہ تعالیٰ نے اسے امامت کے مرتبے پر فائز کیا اسے بردباری عطا کی اور بہت سی خصوصیات سے نوازا قرآن کریم میں ایک پوری سورت ابراہیم علیہ السلام کے نام سے اتاری گئی۔

حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ علیہا السلام:

تاریخی کتابیں اس بات کا اشارہ دیتی ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زندگی کے آغاز میں سرزمین عراق کے شہر بابل میں رہائش پذیر تھے اور انہوں نے حضرت سارہ علیہا السلام سے شادی کر لی تھی اور وہ ان کی رشتہ دار تھیں وہ ان کی رسالت پر ایمان لے آئی تھیں اور اسی طرح ان کے بھائی کا بیٹا لوط علیہ السلام بھی ان پر ایمان لے آیا تھا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت سارہ علیہا السلام بانجھ تھی اس کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا اور اسے حسن وجمال کا بڑا حصہ عطا کیا گیا تھا۔ وہ بہت زیادہ مویشیوں اور وسیع اراضی کی مالک تھی۔ اس نے اپنی تمام مملکہ چیزیں اپنے خاوند ابراہیم علیہ السلام کو تحفے میں دے دی تھیں تاکہ وہ ان چیزوں کو اپنے کام میں لاسکیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حکمِ الٰہی سے رسالت کے منصب پر

فائز کر دیے گئے تو انہیں لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کا حکم دے دیا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ دعوۃ وارشاد اور وعظ ونصیحت کرنے میں انہوں نے حد درجہ جدوجہد کی لیکن اس کی قوم راہ راست پر نہ آئی انہیں اس صورت حال پر بڑی مایوسی ہوئی جبکہ قوم نے ایک بڑی نشانی بھی دیکھ لی تھی پھر بھی وہ لوگ ایمان نہ لائے تو اس موقع پر انہوں نے یہ سوچا کہ کافروں کی سرزمین سے ہجرت اختیار کر جانا اب ضروری ہے۔ تاریخی کتابوں میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سارہ اور اپنے بھتیجے لوط علیہ السلام کو لے کر وہاں سے چل دیے وہ انہیں اپنے ساتھ لے کر سرزمین عراق سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے اور وہ حران نامی بستی میں رہائش پذیر ہوئے یہ بستی شام کے قریب واقع تھی۔ یہاں کے باشندے سات ستاروں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اور نیز یہ بتوں کے پجاری بھی تھے اس وقت روئے زمین پر ہر انسان کافر تھا۔

وہ ستاروں اور بتوں کے سوا کسی اور دین کو پہچانتے ہی نہ تھے جن کی محبت ان کے دلوں میں رس چکی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی بیوی سارہ علیہا السلام اور اس کے بھائی کے بیٹے لوط علیہ السلام کے سوا کوئی اور مومن نہ تھا۔ اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ عظیم المرتبت شخصیت تھے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے شرک کو زائل کر دیا گمراہی کو مٹا دیا اور کافر قوم کو نیست و نابود کر دیا اللہ تعالیٰ نے اسے عزت عطا کی اور بچپن میں ہی اسے رہنمائی سے نوازا۔ اسے رسول بنا کر بھیجا اور اسے اپنا خلیل منتخب کر لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس فضل و شرف کے اہل تھے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ))۔

(الانبیاء:۵۱)

یقیناً ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو سمجھ بوجھ بخشی تھی اور ہم اس کے احوال سے بخوبی واقف تھے۔

سارہ علیہا السلام کی صفات:

معتبر تاریخی حوالے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت سارہ کو حسن و جمال کا وافر حصہ دیا گیا تھا وہ اپنے دور میں روئے زمین کی تمام عورتوں سے زیادہ حسین وجمیل تھیں۔ علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کی والدہ یعنی سارہ علیہا السلام کو نصف حسن عطا کیا گیا تھا۔

ابن عساکر نے ربیعہ الجورشی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حسن کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا سارہ اور یوسف کو آدھا حسن دے دیا گیا اور آدھا حسن باقی تمام لوگوں کو عطا کیا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حسن کو دس حصوں میں تقسیم کیا تین حصے اماں حوا کو عطا کیے گئے تین حصے حضرت سارہ کو عطا کیے گئے تین حصے حضرت یوسف کو دیا گیا اور ایک حصہ باقی ساری مخلوق کو عطا کیا گیا۔ حضرت سارہ روئے زمین کی تمام عورتوں سے زیادہ حسین وجمیل تھی اور تمام عورتوں سے بڑھ کر غیور تھیں۔

سارہ علیہا السلام اور آزمائش:

جو واقعات ہم تک پہنچے ہیں اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت سارہ علیہا السلام مصر میں داخل ہوئیں اور وہ اپنے حسن و جمال کے سبب آزمائش میں ڈال دی گئیں تاریخی حوالے کہتے ہیں کہ اس سرزمینِ فلسطین جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام رہائش پذیر تھے وہ علاقہ قحط سالی کا

شکار ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی کو لے کر مصر کی طرف چلے گئے جب دونوں مصر پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ مصر کا ظالم بادشاہ عورتوں میں گہری دلچسپی لیتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی بیوی سارہ کے بارے میں ڈر محسوس ہوا۔ آپ نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر اس نے مجھ سے تیرے بارے میں پوچھا تو میں بتاؤں گا کہ تو میری بہن ہے۔ اس کے پاس تم نے مجھے جھٹلانا نہیں ہوگا کیونکہ روئے زمین پر اس وقت تیرے اور میرے سوا کوئی مسلمان نہیں اور کتاب الٰہی کی تعلیمات کی روشنی میں تم تو میری دینی بہن ہی ہو۔

جب یہ لوگ مصر میں داخل ہوئے تو شاہِ مصر کے ایک درباری نے حضرت سارہ کو دیکھ لیا بس پھر کیا تھا وہ تیزی سے بادشاہ کے محل میں پہنچا اور شاہ مصر کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی جناب!! آج سرزمین مصر پر ایک ایسی خاتون نے قدم رکھا ہے جو آپ کے علاوہ اور کسی کی نہیں ہو سکتی کہ اسکے بے داغ حسن کی تابناکی ایسی ہے جو چڑھتے سورج کو بھی ماند کر دے۔

یہ سنتے ہی شاہِ مصر کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی اور وہ اپنے اس درباری سے بہت زیادہ خوش ہوا اور اسے کہا کہ جاؤ اس عورت کو میرے پاس لے کر آؤ۔

اس آدمی نے فوراً حکم مانا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا اور حضرت سارہ علیہا السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوا بولا: بادشاہ سلامت نے مجھے اس عورت کو محل میں حاضر کرنے کا حکم دیا ہے: اور یوں حضرت سارہ اس آدمی کے ساتھ چل پڑیں اور شاہی محل میں داخل ہوئیں۔ عظیم الشان محل کی آرائش وزیبائش، جا بجا بچھے اونچے اونچے تخت جن پر نفیس مسندیں بچھائی گئی تھیں لائنوں میں لگے گاؤ تکیے، قرینے سے رکھے آب خورے اونچے اونچے ستون اور ان پر نکی مزین چھتیں دائیں بائیں پھرتے غلام اور باندیاں، حضرت سارہ کو قطعی متاثر نہ کر سکے

انہوں نے ان چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا کیونکہ ان کا دل اپنے رب سے ملا ہوا تھا، بڑا مطمئن اور پرسکون تھا اور اس یقین سے معمور تھا کہ وہ شہنشاہوں کے شہنشاہ اللہ رب العالمین کی حفاظت ونگہبانی میں ہیں۔''

ان کا دل ذکر میں مصروف ومشغول تھا۔ ان کی روح وجود انسانی کے مقصد سے کما حقہ آگاہی حاصل کر چکی تھی، ان کی زبان خدا کی تعریف وتوصیف میں مصروف تھی ان کے سارے حواس اپنے خالق کی طرف متوجہ تھے، وہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک مخلص بندی اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے اور عزت مآب نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ضائع نہیں فرمائیں گے۔

وہ ان نازک لمحات میں دل ہی دل میں اپنے رب سے رابطہ قائم کر کے اس کی رحمت اور پناہ کی طلبگار تھیں۔ اور شاہ مصر تو اس عظیم الشان خاتون کو دیکھتے ہی مبہوت ہو کر رہ گیا وہ ان کی شخصیت سے مرعوب ہو گیا تھا اچانک اسے یہ محسوس ہوا کہ جیسے بجلی سی اس کے پورے جسم میں دوڑ گئی ہو وہ اندازہ نہ لگا سکا کہ یہ کیسا احساس تھا مگر اسے ایسا لگا جیسے ایک عجیب وغریب قسم کا خوف ہے جو آہستہ آہستہ اس کے دل ودماغ اور سارے حواس کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے یہ احساس اور یہ خوف اللہ کی طرف سے تھا اسے خبردار کرنے کے لیے، اس نے ہمت کر کے حضرت سارہ کی طرف پھر بری نظر ڈالی اور شیطان نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی اس عورت کے قریب جا، وہ آگے بڑھا اور جیسے ہی اس نے اپنا ہاتھ بڑھانا چاہا اس کی رگ رگ میں پھر ایک بجلی سی دوڑ گئی اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے؟ ایک غیبی قوت تھی جس نے اس کے ہاتھ کو مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔ صرف اس کی زبان حرکت کر رہی تھی، اس کا دم گھٹنے لگا سانس جیسے سینے میں آ کر اٹک گیا۔ دل کٹنے لگا وہ جیسے پورے کا پورا زلزلے کی زد میں تھا۔ اس پر شدید کمزوری کا حملہ ہوا اور وہ لڑکھڑانے لگا، اس کا سانس رکنے لگا اور حلق سے عجیب

وغریب سی آوازیں نکلنے لگیں، وہ گھبرا گیا اور سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کرے؟ جبکہ حضرت سارہ ہر چیز سے بے نیاز اپنے رب کے حضور مناجات میں مصروف تھیں۔ انہیں ایسا لگا کہ جیسے ان کے گرد ایک نور ہے جس نے اسے اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ اور ایک سکون ہے جو ان کے دل کی گہرئیوں میں گھر کر رہا ہے اس نے فرمایا اے اللہ میں تجھ پر اور تیرے بندے پر ایمان رکھتی ہوں یہ تو اچھی طرح جانتا ہے اور میں نے آج تک اپنی عزت وعصمت کو اپنے شوہر کے لیے محفوظ رکھا ہے اور آج تو مجھے اپنے حفظ وایمان میں رکھ اور مجھے اس کافر کے شر سے بچالے۔

وہ دعا میں مصروف تھیں کہ شاہ مصر نے انتہائی کرب اور بے بسی کی حالت میں انہیں پکارا اور بولا اے نیک عورت!! اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس اذیت وتکلیف سے نجات دلا دے میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا اور کوئی ناپسندیدہ حرکت نہیں کروں گا۔

حضرت سارہ علیہا السلام اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوگئیں اور دعا فرمائی کہ اس ظالم کے ہاتھ کو جو مفلوج ہو چکا ہے درست فرما دیں اور ایسا ہی ہوا اور بادشاہ کو یہ محسوس ہوا کہ جیسے وہ کسی بندش سے آزاد ہو گیا ہو۔ مگر شیطان نے اسے پھر بہکا دیا کہ وہ اس پاکدامن پاکیزہ صفت حضرت سارہ علیہا السلام سے وعدہ خلافی کر کے پھر اس کی طرف ہاتھ بڑھائے اور اس نے پھر ہاتھ بڑھایا۔ مگر اس مرتبہ اور بھی شدت کے ساتھ اس کا ہاتھ جکڑا گیا اس نے پھر پریشان ہو کر حضرت سارہ سے کہا اپنے خدا سے جس کی تم عبادت کرتی ہو دعا کرو کہ وہ میرا ہاتھ آزاد کر دے اور میں عہد کرتا ہوں کہ پھر کوئی ناگزیر حرکت نہیں کروں گا حضرت سارا نے پھر دعا کی اور شاہ مصر کا ہاتھ پھر آزاد ہو گیا مگر اس نے پھر تیسری بار ان کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا اور اس دفعہ اس نے ان کی طرف بڑی رحم طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے

التجا بھرے انداز میں بڑی سچائی سے کہا اپنے خدا سے دعا کرو کہ وہ میرا ہاتھ آزاد کردیں آئندہ کبھی غلطی نہیں کروں گا۔

اور جب حضرت سارہ کو اس کی سچائی کا یقین ہو گیا تو انہوں نے پھر دعا فرمائی کہ اس کا ہاتھ درست کر دیا جائے اور حق تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا اور اس کی مشکل دور فرمادی شاہِ مصر حضرت سارہ سے بہت متاثر ہوا اس خاتون سے کہ جس نے اس کے دل میں خوف پیدا کر دیا تھا اور جس کی خاطر حق تعالیٰ نے اس کا ہاتھ ناکارہ بنا دیا تھا اور وہ اسے ہلا بھی نہیں سکتا تھا۔ اور پھر اس نے بڑے ادب واحترام کے ساتھ ان کو مخاطب کیا اور بولا، اے فلاں! تمہارا رب تمہاری کتنی بات مانتا ہے، تم نے جب میرے لیے دعا کی اس نے قبول فرمائی!!

تو حضرت سارہ یقین بھرے ایمان اور ایمان بھرے یقین کے ساتھ بولیں اے شاہِ مصر اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہاری اطاعت کرے گا۔ اللہ اکبر!! کیا پیاری بات کہی ہے کہ اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہاری اطاعت کرے گا۔ اللہ اکبر!!

اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل یقین معجزوں کو وجود میں لاتا ہے اور انسان کی زبان سے بڑی حکیمانہ باتیں کہلاتا ہے تو کتنا خوبصورت تعلق ہے یہ جو بندے کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتا ہے۔ اور خدا کی معیت کے حصول کا باعث ہوتا ہے۔

ادھر شاہ مصر نے اس آدمی کو بلایا جو حضرت سارہ علیھا السلام کو اس کے پاس لے کر آیا تھا اور اس سے کہا اس عورت کو میرے پاس سے لے جاؤ تم میرے لیے کسی انسان کو نہیں بلکہ جن کو لے کر آئے تھے۔ اور پھر اس نے حضرت سارہ کو ایک کنیز ہدیہ کے طور پر دی جس کا نام ہاجرہ تھا اور پھر حکم صادر کیا کہ حضرت سارہ اور ان کے شوہر ہمیشہ کے لیے اس ملک کو خیر باد کہہ دیں!!

حضرت سارہ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی عزت:

جس لمحے حضرت سارہ علیہا السلام کو مصر کے بادشاہ کے پاس لے جایا گیا تھا اسی وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نماز میں مصروف ہو گئے اور دل کی گہرائی سے یہ دعا مانگنے لگے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بیوی کی حفاظت کرے۔ اور مصر کے بادشاہ کے شر سے اس کو محفوظ رکھے۔ حضرت سارہ علیہا السلام بھی اپنے پروردگار سے یہی دعا مانگ رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی دعا کو قبول کیا اور اپنے خلیل پیغمبر کی عزت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت سارہ علیہا السلام کو اپنی حفاظت میں رکھا حافظ ابن کثیر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کو ملنے والی عزت کی کہانی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں یہ دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کے درمیان سب پردے ہٹا دیے تھے۔ وہ محل میں پیش آنے والی ساری صورتحال کو بچشم خود دیکھ رہے تھے۔ ان سے جدا ہونے کے وقت سے لے کر واپس آنے تک ان کی نظریں حضرت سارہ علیہا السلام کے ساتھ تھیں اور وہ سارے واقعات کو دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح حضرت سارہ علیہا السلام کی حفاظت کی یہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس لیے کیا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل مطمئن رہے کیونکہ وہ اپنی بیوی حضرت سارہ کے دین، ایمان اور نیکی اور حسن و جمال کی بنا پر اسے بہت زیادہ اپنائیت کی نگاہ سے دیکھتے تھے بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت اماں حوا کے بعد سے لے کر حضرت سارہ علیہا السلام کے زمانے تک حضرت سارہ سے بہتر کوئی اور عورت نہیں گزری۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے تین خواتین حضرت سارہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت مریم علیہا السلام کو نبی قرار دیا ہے لیکن جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ نبی نہیں تھیں بلکہ یہ تینوں صدیقات تھیں۔

حضرت سارہ علیہا السلام اور حدیث نبویہ:

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابراہیم اور حضرت سارہ کے ساتھ مصر کے بادشاہ کا واقعہ بیان فرمایا ہے: صحیح بخاری شریف میں ابو ہریرہ سے مروی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لم یکذب ابراھیم عَلَیْهِ السَّلام اِلَّا ثَلَاثَ کَذِبَاتٍ))۔(۲)

''ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ علاوہ تین جھوٹوں کے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے کہا'' کہ ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا سوائے تین جھوٹوں کے، دو کا ذکر قرآن کریم میں ہے قولہ تعالیٰ (انی سقیم) (الصافات:۸۹) یعنی کہ میں بیمار ہوں اور قولہ تعالیٰ (بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا) (الانبیاء:۶۳)'' بلکہ یہ ان کے اس بڑے (بت) نے کیا ہوگا۔

اور پھر فرمایا ایک روز ان کا اور حضرت سارہ کا ایک ظالم بادشاہ سے واسطہ پڑا اس ظالم بادشاہ کو اطلاع ملی کہ یہاں ایک شخص آیا ہے جس کیساتھ ایک انتہائی حسین وجمیل عورت ہے تو اس ظالم نے انہیں بلوا بھیجا اور حضرت سارہ کے بارے میں پوچھا یہ کون ہے؟

تو انہوں نے فرمایا: میری بہن ہے۔

اور حضرت سارہ کے پاس آ کر فرمایا، اے سارہ اس زمین پر میرے اور تمہارے سوا اور کوئی مومن نہیں اور اگر بادشاہ نے مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھا تو میں کہوں گا کہ تم میری بہن ہو تو مجھے جھٹلانا مت۔

بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلوا بھیجا اور بری نیت سے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ تو اس نے حضرت سارہ سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ

اس کا ہاتھ ٹھیک کر دیں تو وہ انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا انہوں نے دعا فرمائی اور اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔

اس نے پھر دوبارہ ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا تو پھر خوشامد کی کہ میرے لیے اللہ سے دعا کرو میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا انہوں نے دعا فرمائی اور وہ ٹھیک ہو گیا۔

اس نے اپنے کچھ درباریوں کو آواز دی اور کہا تم لوگ میرے لیے کوئی انسان نہیں بلکہ شیطان لے کر آئے ہو اور پھر اس نے حضرت سارہ کی خدمت کے لیے انہیں حضرت ہاجرہ بطور کنیز عطا کی اور جب حضرت سارہ انہیں لے کر واپس ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کیا ہوا؟ تو وہ بولیں: اللہ تعالیٰ نے اس کا فر کو ناکام کر دیا اور اس نے مجھے ایک کنیز ہاجرہ دی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((**تلك امكم يا بني ماء السماء**))۔

''اے آسمانی پانی کے بیٹو یہ تمہاری ماں ہیں۔''

حضرت سارہ علیہا السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی حضرت سارہ اور مصری کنیز حضرت ہاجرہ کے ہمراہ مصر سے فلسطین واپس آ گئے حضرت ہاجرہ' حضرت سارہ علیہا السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت کیا کرتی تھیں، یہ تمام لوگ بیت المقدس میں رہائش پذیر ہوئے یہ وہ جگہ ہے جس کے ماحول کو اللہ تعالیٰ نے بابرکت بنایا ہے۔ یہاں رہتے ہوئے وقت تیزی سے گزرنے لگا کئی سال بیت گئے حضرت سارہ علیہا السلام نے بڑھاپے میں قدم رکھا سر کے بال سفید ہو گئے۔ جسم کمزور ہوتا چلا گیا اس کے خاوند حضرت ابراہیم علیہ السلام جو عمر میں اس سے بڑے تھے وہ بھی بوڑھے ہو گئے حضرت سارہ علیہا السلام جب اپنے اور شوہر کے بے اولاد ہونے کے بارے

میں سوچتی تو دل میں عجیب کیفیت پیدا ہوتی وہ اکثر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے باتیں کرتے ہوئے کہتی کاش کہ ہمارے ہاں بیٹا ہوتا وہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ہوتا۔ علامہ ابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی اور ان کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام بانجھ تھی بڑھاپے تک جب ان کے ہاں اولاد نہ ہوئی تو حضرت سارہ نے سوچا کہ کیوں نہ حضرت ہاجرہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نکاح کر دیا جائے لیکن ایک عورت فطری اعتبار سے اپنی سوکن کو برداشت نہیں کر سکتی اسی وجہ سے حضرت سارہ نے اب تک یہ قدم نہیں اٹھایا تھا۔

پھر بڑھاپے میں ایک مرحلہ ایسا آیا کہ انہوں نے اپنے خاوند کی خاطر قربانی دینے کا فیصلہ کر لیا۔ دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میرے شوہر کے ہاں اولاد ہو کیونکہ وہ خود بانجھ تھی۔ اس لیے وہ اپنے بارے میں تو مایوس ہو چکی تھی اس نے سوچا کہ مصری خاتون ہاجرہ علیہا السلام ایک عرصہ سے اس کے ہاں رہ رہی ہے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان بھی لا چکی ہے۔ دن رات اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتی ہے۔ کیوں نہ اس کی شادی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کر دی جائے حضرت ہاجرہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد معمول یہ بن چکا تھا کہ اس کا بیشتر وقت عبادت، نماز اور نیک اعمال میں گزرتا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری میں اور عبادت میں مصروف رہتی تھی۔ اس کی دلی خواہش یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے اور اسے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی توفیق عطا کرے اور اسے ایمان پر ثابت قدم رکھے۔ اس کا دل ایمان کی حلاوت سے معمور ہو چکا تھا۔

اللہ اس سے راضی تھا اور وہ اپنے اللہ پر راضی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی نیکی کا صلہ عطا کرنا چاہا اور اس دور کی خواتین میں اس کا مرتبہ بلند کرنا چاہا۔ تاکہ اس کی یاد قیامت تک باقی رہے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضرت سارہ علیہا السلام کے دل میں یہ احساس پیدا

کر دیا کہ وہ حضرت ہاجرہ کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نکاح کر دے۔ اس موقع پر انہوں نے بڑی خوش دلی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ بات کی کہ میں حضرت ہاجرہ کی شادی آپ سے اس لیے کرنا چاہتی ہوں کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ آپ کو صاحب اولاد کرے اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے رب کا وہ وعدہ یاد آیا جو اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا تھا۔ کہ ہم تمہیں پاکیزہ اولاد عطا کریں گے۔ بلاشبہ اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام سے شادی کرنے پر راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک خوبصورت بچہ عطا کیا تو اس کا نام اسماعیل رکھا گیا اس بچے کی پیدائش پر حضرت سارہ علیہا السلام بہت خوش ہوئیں اس کے دل میں اس بچے کی محبت بڑھ گئی کیونکہ یہ اس کے خاوند حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نیک بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا بیٹا تھا۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے اس ہونہار بچے کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اپنی خاص رحمت سے انہیں اسماعیل سے نوازا تھا۔ بچے کو دیکھ کر اسے دلی اطمینان محسوس ہوا وہ یہ منظر دیکھ کر اور زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر و فکر میں مصروف ہو گئی اور یہ فطرت کا اصول ہے کہ جو بھی شکر کرتا ہے اس کا فائدہ اس کی ذات کو ہوتا ہے۔ حضرت سارہ علیہا السلام اس نوزائد بچے اسماعیل کو دیکھنے کے لیے بے چین ہو جایا کرتی تھیں۔ ایک دن بچے کو دیکھنے کے لیے حضرت ہاجرہ کے کمرے کی طرف چل پڑیں وہاں پہنچی تو اس کے کانوں میں اپنے خاوند حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز پڑی وہ یہ دعا کر رہے تھے کہ اے میرے پروردگار میں اس بچے کو اور اس کی آنے والی نسل کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ حضرت سارہ علیہا السلام نے کمرے میں داخل ہو کر اسماعیل علیہ السلام کو اپنی گود میں اٹھا لیا۔ اور محبت بھرے انداز میں اسے اپنے سینے کے ساتھ لگا لیا۔ اس موقع پر اس کے کانوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا گونجنے لگی:

((رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ))۔ (الصافات:۱۰۰)

"اے میرے رب مجھے نیک اولاد عطا فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول کیا اور بڑھاپے میں حضرت اسماعیل جیسا ہونہار بیٹا عطا کر دیا۔

حضرت سارہ علیہا السلام اور اللہ کے پیامبر:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔ اور انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا کرتے تھے اور انہیں یہ یاد دہانی کراتے کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہوتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام انہیں سیدھے راستے کی طرف دعوت دینے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ وہ انہیں پکار پکار کر کہتے تھے کہ وہ اپنی خواہشات کی پیروی نہ کریں۔ لیکن قوم نے ان کی دعوت کو مذاق سمجھا اور اس کی پکار پر راہ راست پر آنے کی بجائے راہِ فرار اختیار کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہت ڈرایا مگر ان کی بے رخی اور نفرت میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔ اور جب وہ اس کی تبلیغ سے تنگ آ گئے تو از راہ مذاق اسے کہنے لگے کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ لیکن لوط علیہ السلام ان کے لیے ہدایت کے امیدوار تھے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ وہ اس فساد سے باز آ جائیں جو فطرت الٰہی کے خلاف تھا مگر اس کی قوم فاسق و فاسد تھی وہ فساد برپا کرنے والے تھے وہ اسے دھمکی دیتے ہوئے کہنے لگے کہ آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ پاک باز بنے پھرتے ہیں

جب لوط علیہ السلام مایوس ہو گئے تو اپنے رب کے حضور التجا کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اے میرے رب اس فسادی قوم کے خلاف میری مدد فرما۔ یہ واقعہ اردن کے قریب واقع سدوم بستی میں پیش آیا ادھر بیت المقدس میں حضرت ابراہیم حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ علیہم السلام اپنے رب کا شکر کر رہے تھے جس نے انہیں اسماعیل جیسا فرزند عطا فرمایا۔ یہ تینوں اس انتظار میں تھے کہ کوئی ان کے پاس مہمان آئے اور انہیں اس کی مہمان نوازی کا شرف حاصل ہو۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام بڑے مہمان نواز تھے مہمان نوازی کی خوبی کی بنا پر ان کا لقب ابوضیفان پڑ چکا تھا۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حسن ضیافت کی تعریف کی گئی ہے لیکن اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ چند دن ان کے ہاں کوئی مہمان نہ آیا۔ یہ صورتحال ان کے لیے بڑی ناگوار گزری انہوں نے اپنے رب کی طرف رجوع کیا بلاشبہ وہ بڑا حلیم و کریم ہے ایک دن سورج نے اپنی کرنیں مقدس سرزمین پر بکھیریں جس سے روئے زمین کی ہر چیز چمک اٹھی نصف دن بیت گیا تو چند آدمی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خیمہ کی طرف آئے انہیں دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دل باغ باغ ہو گیا خوشی سے چہرہ کھل اٹھا وہ مہمانوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اسی طرح حضرت سارہ علیہا السلام کا چہرہ بھی خوشی سے دمک اٹھا وہ بھی بہت زیادہ خوش ہوئیں یہ آدمی خیمہ کے قریب آئے یہ تین تھے جب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریب ہوئے تو انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی انہیں سلام کا جواب دیا۔ سلام کے یہ الفاظ بڑے مانوس ہلکے پھلکے اور لطافت بھرے محسوس ہوئے یہ کلمات سن کر حضرت ابراہیم کے دل میں طمانیت پیدا ہوئی۔ یہ سلام کس قدر مٹھاس بھرا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مہمانوں کی طرف دیکھا تو وہ حسن و جمال کے شاہکار نظر آئے ان جیسے مہمان اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہیں دیکھے تھے ان کے چہروں سے نور کی کرنیں پھوٹ رہیں تھیں اور ان کے جسم انتہا درجے کے پروقار تھے۔ اور ان سے نہایت عمدہ خوشبو آ رہی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جلدی سے انہیں بٹھایا ان کے لیے تکیے لگائے پھر آپ گھر والوں کی طرف متوجہ ہوئے اپنی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام سے کہنے لگے ان کے لیے کھانا تیار کریں اور اسے یہ تلقین کی کہ کھانا اتنا وافر مقدار میں ہو کہ دسیوں آدمیوں کے لیے کافی ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام بھنا ہوا بچھڑہ لے آئے بچھڑہ بڑی عمدہ گائے کا تھا بچھڑہ ایسا بھنا ہوا تھا کہ دیکھنے والوں کو خوش کر دے اور کھانے والوں کو شاد کام کرے وہ اسے اٹھا کر اپنے اجنبی مہمانوں کے پاس آئے اور اپنے ہاتھ سے ان کی خدمت میں پیش کیا اور آپ بیٹھ گئے تا کہ ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔

عظیم خوشخبری:

خیمے کی ایک جانب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بوڑھی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کھڑی تھیں تا کہ مہمانوں کی خدمت بجالائے۔ وہ عرب کے رواج کے مطابق مہمانوں کو کھانے کی چیزیں فراہم کرنے کے لیے مستعد تھی ان مہمانوں میں سے کسی ایک نے کھانے کی طرف توجہ نہ دی کسی ایک کا ہاتھ گوشت کی طرف نہ بڑھا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ بھنے ہوئے بچھڑے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو انہیں بڑا تعجب ہوا۔ اور ان سے ڈر محسوس ہوا کہ وہ ان کا پیش کردہ کھانا نہیں کھا رہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور ان کے مہمانوں کی آپس میں نظریں ٹکرائیں تو آپ نے ان سے کہا:

((اِنَّا مِنۡکُمۡ وَجِلُوۡنَ))۔ (الحجر:۵۲)

''ہم تم سے ڈر رہے ہیں۔''

پھر حضرت سارہ علیہا السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف دیکھا تو وہ ہنس پڑیں تا کہ ان کا خوف قدرے ہلکا ہو جائے پھر ان سے کہا یہ مہمان بھی بڑے عجیب لوگ ہیں کہ ہم سے بذات خود ان کی عزت افزائی کے لیے خدمت کر رہے ہیں اور یہ ہمارا کھانا ہی نہیں کھاتے اس موقع پر مہمانوں نے انہیں اپنی حقیقت سے آگاہ کیا اور انہیں اپنی پہچان کراتے ہوئے کہا کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں ہمارا گزر آپ کے پاس سے ہوا انہیں ہر طرح کی تسلی دی اور خوش خبری دیتے ہوئے کہا:

((قَالُوۡا لَا تَخَفۡ وَبَشَّرُوۡهُ بِغُلٰمٍ عَلِیۡمٍ))۔ (الذاریات:۲۸)

''انہوں نے کہا کہ ڈرو نہیں اور اسے ایک صاحب علم بیٹے کی بشارت دی۔''

یہ بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بانجھ بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کے ہاں اسحاق

علیہ السلام کی تھی۔ پھر انہیں یہ بتایا کہ اللہ علیم وحکیم نے ایک خاص مہم پر انہیں بھیجا ہے اور اللہ کے حکم کو جلدی نافذ کرنا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ لوط علیہ السلام کی مجرم قوم پر نوک دار پتھروں کی بارش برسانے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ بات بھی بتائی کہ لوط علیہ السلام نے اپنے رب سے مدد طلب کی تھی کہ وہ فسادی قوم کے خلاف اس کی مدد کریں اور اللہ نے انہیں اس کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔ اور فرشتے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور اللہ جو انہیں حکم دیتا ہے وہ کر گزرتے ہیں۔

کیا میں بچے کو جنم دوں گی جبکہ میں بوڑھی ہوں:

حضرت سارہ علیہا السلام نے جب فرشتوں کی زبان سے خوشخبری سنی تو حیران رہ گئی۔ اور منہ سے بے اختیار حیرت بھری چیخ نکل گئی اور عورتوں کی عادت کے مطابق اپنے ہاتھ سے گال پیٹتے ہوئے بڑی حیران ہو کر بولی میں بوڑھی اور بانجھ ہوں کیا اس عمر میں میں حاملہ ہونگی اور بچے پیدا کروں گی اور اسے دودھ پلاؤں گی۔

میری عمر نوے سال کے قریب ہونے کو آ رہی ہے تو ایسا کیسے جبکہ بھری جوانی میں میں بانجھ تھی اور حمل نہیں ٹھہرتا تھا۔

حضرت سارہ اس عجیب وغریب بشارت پر متعجب تھیں وہ اب بوڑھی ہو چکی تھیں بلکہ جب اولاد پیدا کرنے کی عمر تھی تو وہ بانجھ تھیں انہوں نے اپنے آپ سے سوال کیا کیا میں بوڑھی ہو کر اولاد پیدا کروں گی جبکہ میرے شوہر بھی بوڑھے ہو چکے ہیں یہ تو بڑی حیرت ناک اور عجیب بات ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر یہ فرمایا جب ملائکہ کرام نے ان کے شوہر ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی خوشخبری سنائی تو حضرت سارہ نے بے ساختہ شرم کے مارے اپنا منہ چھپا لیا اور

تعجب سے چلا پڑیں جیسے عورتوں میں عادت ہوتی ہے کہ جب اپنے بارے میں کوئی ایسی بات سنتی ہیں کہ جو باعث شرم وحیرت ہوتو اس طرح چیخ پڑتی ہیں اور حضرت سارہ کو اس خبر پر حیرت دو وجہ سے ہو رہی تھی ۔ ایک تو اپنے بڑھاپے کی وجہ سے اور دوسرے اس لیے کہ وہ بانجھ تھیں ۔

کیونکہ جب کم عمری اور جوانی میں ان کی گود سونی رہی تو بڑھاپے کی حدود میں قدم رکھنے کے بعد تو وہ بالکل مایوس ہو چکی تھیں اس لیے انہیں یقین نہیں آیا جیسے کہ وہ کہہ رہی ہوں کہ کاش تم لوگوں نے ایسی دعا دی ہوتی جو قبولیت کے قریب ترین ہوتی وہ یہ سمجھی تھیں کہ جیسے مہمان خوش ہو کر اپنے میزبان کو مال واولاد میں برکت کی دعا دیتے ہیں تو یہ ایسی ہی دعا تھی ۔

مگر فرشتوں نے کہا یہ ہماری طرف سے دعا نہیں ہے بلکہ فرمانِ الٰہی ہے:

((قَالُوْا كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ)) ۔ (الذاریات:۳۰)

''انہوں نے کہا تمہارے پروردگار نے یوں ہی فرمایا ہے۔''

اور پھر ان کی حیرت ختم کرنے کے لیے بولے:

((اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ)) ۔ (الذاریات:۳۰)

وہ بے شک صاحب حکمت اور خبردار ہے۔

حضرت سارہ بھول گئی تھیں کہ ملائکہ کرام ہی اللہ جل شانہ کے یہاں سے بشارت لے کر آتے ہیں فرشتوں نے انہیں حقیقت الٰہیہ کی یاد دہانی کرائی قدرت خداوندی کی وہ حقیقت کہ جو ہر قید سے بالاتر ہے وہ قدرت الٰہیہ جو ہر کام علم وحکمت کے ساتھ انجام دیتی ہے۔

((قَالُوْا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ)) ۔(ھود:۷۳)

''انہوں نے کہا کیا تم اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تعجب رکھتی ہوا ے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں اور وہ تعریف کے قابل اور بزرگی والا ہے۔''

امام النسفی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ فرشتوں نے حضرت سارہ کی حیرانگی اور تعجب پر حیرت کا اظہار کیا کیونکہ وہ جس خاندان میں رہتی تھیں وہ خاندان قدرتِ الٰہیہ اور معجزات کا مسکن تھا۔ ان کو چاہیے یہ تھا کہ وہ عام عورتوں کی طرح حیرانگی کا اظہار نہ کرتیں بلکہ بشارت سنتے ہی اللہ کی تسبیحات بیان کرنا شروع کر دیتی فرشتوں نے یہ جو کہا کہ اے اہل بیت تم پر فرشتوں کی رحمت اور برکتیں ہیں اسی طرف اشارہ کیا ہے یعنی اس طرح کہ تم پر اللہ تعالیٰ نے کئی ایک انعامات کیے ہیں تمہیں تو یہ بشارت سن کر کسی قسم کا کوئی تعجب نہیں کرنا چاہیے تھا اس موقع پر حضرت سارہ علیہا السلام کو معلوم ہوا کہ یہ مہمان تو فرشتے ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتے لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ و برباد کرنے کے لیے آئے ہیں۔ یہ سن کر انہیں بہت خوشی ہوئی کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم بہت بری اور ہٹ دھرم ہے عذاب کی اطلاع دینے کے بعد فرشتوں نے حضرت سارہ علیہا السلام کو اسحاق کی اور اس کے بعد یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((فَبَشَّرْنَاهَا بِاِسْحَاقَ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحَاقَ یَعْقُوْبَ)) ۔(ھود:۷۱)

''تو ہم نے اسے اسحاق اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔''

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ حضرت سارہ علیہا السلام پہلے اسحاق

علیہ السلام کی ولادت سے خوشی محسوس کریں گی اور اس کے بعد اسحاق علیہ السلام کے بیٹے یعقوب علیہ السلام کی ولادت دیکھنے کی اپنی زندگی میں ہی سعادت حاصل کریں گی۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کی بشارت اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت میں پورے ایک سال کا وقفہ تھا اس سے پہلے حضرت سارہ علیہا السلام کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔ اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے وقت حضرت سارہ کی عمر ننانوے سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال تھی۔ اس کے بعد فرشتے اللہ کے حکم کو نافذ کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ اب یہ وقت آ گیا تھا کہ علماء کا لشکر اپنے کارندوں کے ساتھ رخصت ہو گیا اور سدوم بستی میں ایک نئی صبح روشن ہو جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام یہ منظر دیکھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سدوم بستی کو الٹ پلٹ کرنے والے تھے وہ وقت آ پہنچا جب اللہ کا حکم پورا ہو کر رہا۔ ان ظالم لوگوں کی بستی سدوم کو قومِ عاد اور ثمود کی طرح عبرت کا نشان بنا کر رکھ دیا گیا۔ صبح ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت لوط علیہ السلام اپنے گھر والوں کو لے کر چلے آ رہے ہیں لیکن ان میں حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی نہیں تھی وہ بھی اپنی قوم کے ساتھ عذاب کا شکار ہو چکی تھی۔ یہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں سجدہ ریز ہوئے اور انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا جس نے ان پر اپنا فضل و کرم کیا اور انہیں ان ظالم لوگوں سے نجات دلائی۔

نیک نبی کی والدہ:

حضرت اسحاق علیہ السلام کو اس کے پروردگار نے اس لیے منتخب کیا کہ منصب نبوت پر فائز ہوں۔ حضرت سارہ علیہا السلام اس عظیم سعادت سے سرفراز ہوئیں جس کی وجہ سے وہ اللہ رب العزت کی مزید شکر گزار ہوئیں۔ ان یادوں کی وجہ سے حضرت سارہ علیہا السلام اللہ رب

العزت کی ان نعمتوں کو یاد کرنے لگیں جنہوں نے انہیں ڈھانپ رکھا تھا۔ انہوں نے اس وقت کو یاد کیا جب اس کو رب کے فرشتوں نے اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی تھی اور خوشی سے اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے کو تھپتھپایا تھا اسے اچھی طرح یاد آیا کہ اس دن خوشی سے اس کا چہرہ دمک اٹھا تھا اور وہ ہنس پڑی تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہونے کا یقین حاصل ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسحاق علیہ السلام کے حوالے سے جو اللہ نے اس کے ساتھ اور اس کے خاوند کے ساتھ اسحاق علیہ السلام کے عطیے کی صورت میں نوازا۔ جب اسحاق علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت سارہ علیہا السلام خوشی سے ہنس پڑیں چونکہ اللہ کے پیامبروں نے اسے بشارت دی تھی ایک بوڑھی اور بانجھ عورت کے لیے اس سے بڑھ کر خوشی اور کیا ہو سکتی ہے کہ مایوسی کے بعد جسے اولاد جیسی نعمت میسر آ جائے۔ حضرت سارہ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی برکھا برسی اور ابراہیمی گھرانے پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوا۔

((رَحۡمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيۡكُمۡ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ))

”اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہو۔“

بلاشبہ یہ ایک بہت بڑی رحمت ہے جو اللہ رب العزت نے بڑھاپے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کو اسماعیل اور اسحاق عطا کیے اور ابراہیم گھرانے پر یہ عظیم احسان کیا کہ اس کی اولاد میں نبوت کا سلسلہ جاری کیا اور اسے کتاب وحکمت سے نوازا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس گھرانے کو اس لیے منتخب کیا تاکہ یہ جہان والوں کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوں۔ حضرت سارہ علیہا السلام اب بہت بوڑھی ہو چکی تھیں حضرت اسحاق علیہ السلام ہر وقت ان کے پاس رہتے تاکہ ان کا دل مانوس ہو اور خوش رہے وہ ہر دم اللہ رب العالمین کی حمد وثناء میں مصروف رہتے اور ہر لحظہ الحمدللہ رب العالمین کے الفاظ ان کی زبان سے نکلتے ان الفاظ کو کہنا ان کا شعار بن چکا تھا۔ اسحاق علیہ السلام کے والدین اسے بہت زیادہ اہمیت دیا کرتے تھے بعض

لوگوں کو اس بات پر بڑا تعجب تھا کہ بیٹے اور والدین کی عمر میں اتنا بڑا فاصلہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔ علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ابن اسحاق کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اسماعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے بیٹے تھے جب سارہ علیہا السلام کے ہاں اسحاق پیدا ہوئے کنعان کے رہنے والے لوگ کہنے لگے کہ کیا تمہیں اس شے پر اس بوڑھی عورت پر تعجب نہیں آتا کہ انہوں نے کوئی گرا پڑا بچہ اٹھا لیا ہے اور دونوں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ان کا بیٹا ہے کیا بانجھ عورت کے ہاں بھی کبھی اولاد ہوتی دیکھی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام کی شکل ہو بہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح بنائی تاکہ کسی کو ان کا بیٹا ہونے پر شک نہ ہو۔ اور جو بھی اسے دیکھے وہ پکار اٹھے کہ اللہ کی قسم یہ تو ہو بہو شیخ کا بیٹا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام بالغ ہونے کے بعد دین کے جید عالم بن گئے تھے اسحاق علیہ السلام ایک عالم لڑکے کی صورت میں منظر عام پر آئے یہ وہی ہے جس کی خوشخبری حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہا السلام کو دی گئی تھی۔

((وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ))۔ (الصافات:۱۱۲)

''ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی کہ وہ نبی ہوگا صالحین میں سے۔''

حضرت سارہ علیہا السلام کا اخلاق اور کرامت:

یہ صدیقہ اور سچائی کی خوگر خاتون اللہ رب العالمین کے ہاں عظیم مرتبے والی تھیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے لیے جنت کو مخصوص کر دیا وہ اس طرح کہ مسلمانوں کے بچوں کی کفالت اور ان کی نگرانی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کے سپرد کر دی۔ اس سلسلے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((اولاد المسلمين في جبل في الجنة يكفلهم ابراهيم وسارة

فاذا کان یوم القیامۃ دفعوھم الٰی آبائھم))۔

حضرت سارہ علیہا السلام کے اخلاق میں یہ بات شامل تھی کہ وہ اپنی کنیز کو اپنی ذات پر ترجیح دیا کرتی تھیں۔ وہ اس طرح کہ حضرت ہاجرہ جو کہ دراصل ان کی کنیز تھیں اس کی شادی اپنے خاوند حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کر دی اور کہا کہ میں یہ چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس سے آپ کو اولاد عطا کرے سارہ علیہا السلام کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ اس نے کسی بچے کو جنم نہیں دیا یہاں تک کہ وہ مایوس ہوگئیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے یہ دعا کیا کرتے تھے۔

((رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ))۔ (الصافات:۱۰۰)

اس دعا کی قبولیت میں تاخیر ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام بوڑھے ہوگئے حضرت سارہ بانجھ تھیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ سے شادی کی اس نے اسماعیل علیہ السلام کو جنم دیا جب ابراہیم علیہ السلام کے ہاں اسماعیل بیٹا ہوا تو سارہ علیہا السلام کا غم اور بڑھ گیا اس لیے کہ وہ بیٹے سے محروم تھیں۔ لیکن اس نے اس کو اللہ کی مشیت سمجھ کر صبر و تحمل سے کام لیا تو اسے اسحاق کی بشارت ملی اللہ نے اس پر اپنا کرم کیا ان کے ہاں ایک عالم لڑکا پیدا ہوا۔ اور اللہ نے اس کو اپنے ان رسولوں میں سے کیا جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت کے لیے مخصوص کیا تھا۔ ان کو یہ بشارت دی گئی کہ اسحاق کے ہاں جو بیٹا پیدا ہوگا وہ بھی نبی ہوگا اور اس بشارت سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کے بیٹے کو بھی دیکھے گی اس نے قابل تعریف زندگی بسر کی اس نے اسحاق کو دیکھا اور اسحاق کے بعد اس کے بیٹے یعقوب کو ایک ساتھ دیکھا۔

میری جنت میں داخل ہو جا:

ایک دن ایسے ہوا کہ حضرت سارہ علیہا السلام صحف ابراہیم میں سے ترتیل کے ساتھ کچھ پڑھ رہی تھیں یہ پاکیزہ صحیفے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اتارے تھے ان کی آواز فرشتوں کی آواز کی مانند بڑی دلربا تھی۔ فرشتوں کی اس آواز کی مانند جس سے اسحاق کی بشارت ملی تھی۔ یہ آواز رات کے سناٹے میں دلوں کی گہرائی تک پہنچ رہی تھی اور وہ اپنے اللہ خالق کی یاد میں سراپا محو تھی جس نے ہر چیز کو احسن انداز میں پیدا کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ علیہا السلام کو سنا کرتے تھے کہ وہ اپنے رب سے مناجات کر رہی ہے اور پاکیزہ اور مبارک صحیفوں کو پڑھتی ہے اور ان کا بیٹا اسحاق علیہ السلام ان کی فرشتوں جیسی دلپذیر آواز کو سنا کرتے تھے۔ اور وہ آواز انہیں مجبور کرتی کہ بے خود ہو کر اپنی والدہ کے ہاتھوں اور سر کو بوسہ دے۔ حضرت سارہ علیہا السلام اپنے رب سے صبح شام مناجات کیا کرتی تھیں اور ہمیشہ اللہ کے حضور گڑگڑاتی رہتیں۔ اس نے یہ دیکھ لیا تھا کہ اس کے رب نے جو اس سے وعدہ کیا تھا وہ برحق تھا اس نے اپنے بیٹے اسحاق کو اور اپنے پوتے یعقوب کو بھی بچشم خود دیکھا وہ ہمیشہ اللہ کی حمد و ثناء میں مشغول رہتی وہ اللہ کو یاد کیا کرتی تھیں اس لیے کہ اللہ کی یاد دلوں میں اطمینان پیدا کرتی ہے اور دلوں کو روحانی طور پر سیراب کرتی ہے۔ حضرت سارہ علیہا السلام کو آخر کار موت کی مدہوشی نے آ لیا اور وہ فوت ہو گئیں۔ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی اسحاق علیہ السلام کی والدہ اور یعقوب کی دادی وفات پا گئیں ان کی روح اپنے خالق کی طرف راضی خوشی پرواز کر گئی اور اسے یہ مژدہ جانفزا سنایا گیا۔

((فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ))۔

''میرے بندوں میں داخل ہو جا میری جنت میں داخل ہو جا۔''

ابراہیم علیہ السلام اسحاق اور یعقوب کھڑے حضرت سارہ علیہا السلام کی طرف دیکھنے لگے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اس کے پیچھے اسحاق علیہ السلام ''اِنَّـا لِـلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن'' کہتے ہوئے واپس پلٹے اور یہ کہہ رہے تھے ہم تیری جدائی پہ غمگین ہیں جس دن حضرت سارہ علیہا السلام اس دنیا سے رخصت ہوئیں وہ دن پورے ملک میں مشہور ہو گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ملک فلسطین میں حضرت سارہ کے جسد خاکی کو دفن کیا گیا اور یہ جلیل القدر سیدہ وہ عظیم خاتون ہے جس کی سیرت کے خطوط قرآن مجید میں بیان کیے گئے تاکہ ایمان وتسلیم میں یہ خواتین کی نمونہ بن جائے قرآن کریم میں حضرت سارہ کا ذکر کیا گیا۔ تاکہ اس کی سیرت کی سماعت سننے والے کے کانوں میں رس گھولے اور وہ ہر دور اور ہر جگہ کی خواتین کے لیے ایک اعلیٰ مثال ہو۔ اور وہ ایسی عمدہ صفات کا نمونہ ہو جو ازدواجی زندگی کو اللہ رب العالمین کی اطاعت میں سعادت مندی سے گزارنے کے لیے ایک رمز بن جائے۔ یہ تھی انبیاء کی والدہ۔ ابوالانبیاء کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام اور اس زندگی میں وہ ہمارے لیے ایک عمدہ نمونہ تھیں اللہ تعالیٰ حضرت سارہ سے راضی ہوا اور وہ اپنے اللہ سے راضی ہوئی۔

زوجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

۲۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام

- یہ ایک مصری خاتون تھیں جسے مصر کے بادشاہ نے حضرت سارۃ کی خدمت کے لیے بطور تحفہ دیا تھا۔
- یہ ایک مومنہ، متقی، خوش دل، عبادت گزار اور ذکر الٰہی میں مصروف رہنے والی خاتون تھیں۔
- حضرت سارہ نے اس کی شادی اپنے خاوند ابراہیم علیہ السلام سے کر دی تھی اور اس سے ایک پاکیزہ بیٹا پیدا ہوا۔
- یہ خاتون ام العرب کہلائی، یہ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔
- یہ اپنے خاوند کی فرمانبردار اور اللہ کی اطاعت کے حوالے سے اپنے خاوند کی معاون تھیں۔

زوجہ ابراہیم علیہ السلام

۲۔ ہاجرہ علیہا السلام

ام العرب، معزز، سیدہ ایک بردبار نبی کی والدہ اور ایک ایسے نبی کی بیوی جو امت کیلئے امت کا درجہ رکھتے تھے ایک ایسی خاتون جو اسی دن سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے لیے باعث برکت ثابت ہوئیں جس دن اسے مصر کے بادشاہ نے اس کی صدیقہ اور سچائی کی خوگر بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کو بطور تحفہ دیا تھا۔ حضرت سارہ علیہا السلام کا وہ موقف ایمان کی خوشبو سے معمور تھا اور وہ ایسی کامل ترین صورت میں ظاہر ہوئیں جیسی صورت عبادت گزار، اطاعت شعار اور صدیقہ کے درجے پر فائز خواتین بالعموم اختیار کرتی ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام دل میں بیٹے کا شوق رکھتے تھے اور وہ خفیہ اور اعلانیہ اپنے رب سے یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ وہ اسے ایک نیک بیٹا عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت کے لحات میں سے ایک لحہ ایسا آیا کہ سات آسمان کے اوپر سے اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا یہ بڑا دلربا اور دل پذیر امر الٰہی آیا جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم ملتا ہے کہ وہ اس معزز سیدہ سے شادی کرلیں اللہ تعالیٰ نے حضرت سارہ علیہا السلام کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اپنی کنیز کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا کردے تاکہ وہ اس سے شادی کرلیں اللہ کا حکم نافذ ہو کر رہا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری مہمان خاتون حضرت ہاجرہ کا یہ مقدر بنا دیا کہ وہ اسماعیل علیہ السلام پورے عرب اور اس بہترین امت کی ماں بنیں جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی۔ اور ان لوگوں کی ماں کہلائے جن کی عمدہ پنیری ام

القریٰ مکۃ معظمہ میں لگائی گئی۔ جس کے اندرون اور ماحول کو اللہ تعالیٰ نے بابرکت بنایا اور لوگوں کے دل اس کی طرف مائل کر دیے یہ معزز سیدا حضرت ہاجرہ علیہا السلام عرب کی ماں تھیں۔ یہ اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی اور اللہ کے نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ اب ہم ان مبارک لمحات کا مشاہدہ کریں گے کہ جن لمحات میں اس خاتون کو اللہ تعالیٰ نے مصر سے نکالا کافروں کے پاس سے اسے لایا اور اس پر یہ احسان کیا کہ اسے ان منتخب خواتین میں سے بنایا کہ زمانہ ان کی باتوں کو یاد کرتا ہے اور ان کے مقام ومرتبہ کا اقرار کرتا ہے اور وہ ہر فضل وشرف کے کام میں دنیا کی تمام عورتوں کے لیے ایک عمدہ نمونہ تھیں۔ اور ہر اس بہتر کام میں جو دونوں جہانوں کی سعادت کا باعث بنتا ہے وہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں اور ہر اس کام کے سرانجام دینے میں جو میاں بیوی کی خوشحالی کا باعث بنے اور وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہو انہوں نے بھرپور حصہ لیا حضرت ہاجرہ کی آغاز ہی میں اپنے دین کو سلامت رکھنے کی دلی خواہش تھی اور اللہ کا شکر بجالانا ہر دم اس کے پیش نظر رہتا۔

حضرت ہاجرہ اور نور کا راستہ:

حضرت ہاجرہ کے ذہن میں مصر کے بارے میں کوئی چیز باقی نہ رہی تھی اس کے حافظے سے تمام یادداشتیں مٹ چکی تھیں وہ ایک ایسی خاتون تھیں جو پورے اخلاص کے ساتھ اپنی مالکہ اور اپنے آقا کی خدمت بجالاتی تھیں اس گھرانے پر سلامتی ہو جو ہر وقت ایمان، اسلام اور طہارت کی خوشبو سے مہکتا رہتا تھا۔ حضرت ہاجرہ اپنی مالکہ کی خدمت بڑے احسن انداز میں اور بھرپور طریقے سے کیا کرتی تھیں اس نے اپنی مالکہ حضرت سارہ میں وہ خوبیاں دیکھی تھیں جو اس نے اپنی زندگی میں کسی اور خاتون میں نہیں دیکھی تھیں۔ حضرت سارہ علیہا السلام ایک خوبصورت خوشی طبیعت اور نازک احساسات والی خاتون تھیں اور رہیں ہاجرہ علیہا السلام

اس کے بارے میں تاریخی حوالوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس کے بال لمبے تھے آنکھیں سرمگئی تھیں دانتوں کے درمیان قدرے خلاء بڑی حسین وجمیل اور خاندانی اعتبار سے وہ خالص عربی تھیں۔

حضرت ہاجرہ کو اپنی مالکہ حضرت سارہ کے ساتھ بہت پیار تھا اس نے ہر طرح سے اس میں خیر کا پہلو دیکھا ایک وقت اس نے دیکھا کہ حضرت سارہ اپنے خالق کے حضور کھڑی مناجات کر رہی تھی وہ اپنے رب کو خوف اور لالچ خفیہ اور اعلانیہ پکارا کرتی تھیں حضرت ہاجرہ علیہا السلام کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے حضرت سارہ کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہی ہے اور اسے ایک ایسا کلام پڑھتے ہوئے سنا جس کے معنی کو یہ نہیں جانتی تھی مگر اس نے یہ محسوس کیا کہ نور کی کرنیں اس کے دل پر گر رہی ہیں اس نے محسوس کیا کہ اطمینان اور چین اس کے دل کی گہرائیوں میں جگہ لے رہا ہے حضرت ہاجرہ نے بڑے ادب واحترام اور شرماتے ہوئے اپنی عبادت گزار، اطاعت شعار بوڑھی مالکہ سے سوال کیا کہ اے میری آقا وہ معبود کیا ہے جس کی تو عبادت کرتی ہے حضرت ہاجرہ بڑی ذہین اور صاف شفاف دل اور انتہا درجے کی شرمیلی خاتون تھیں۔ اس موقع پر سیدہ، صدیقہ حضرت سارہ سمجھ گئی کہ حضرت ہاجرہ حقیقت تلاش کر رہی ہے وہ نور الٰہی کی تلاش میں ہے اور وہ یہ چاہتی ہے کہ اس کا دل

اللہ خالق کے ساتھ جڑ جائے عبادت گزاروں کے ایمان اور نورِ یقین کو بروئے کار لاتے ہوئے حضرت سارہ نے حضرت ہاجرہ سے کہا کہ اے پاکیزہ دوشیزہ ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے، وہ آسمان وزمین کا خالق ہے، وہ ہر چیز کا رب ہے وہ ہر چیز کا خالق ہے وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے سارہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہی اور وہ ہاجرہ کا انتظار کرنے لگی جس نے ہر حرف کو اچھی طرح یاد کر لیا تھا پھر سارہ کہنے لگی بلاشبہ وہ معبود حقیقی جس کی ہم عبادت کرتے ہیں وہی اول وآخر اور ظاہر وباطن ہے

اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے پھر وہ ہاجرہ کے دل میں ایمان و یقین کے بیج بونے لگی جس کا دل ان ایمانی اشارات کی طرف متوجہ تھا جو وہ حضرت سارہ کی زبان سے سننے لگی۔ نور ایمان حضرت ہاجرہ کے دل پر چھا چکا تھا حضرت سارہ نے اسے سمجھا دیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام رب العالمین کے رسول ہیں اور اسے یہ بات سکھلا دی تھی کہ اللہ فرشتوں اور رسولوں سے خوش خبری دینے والے، ڈرانے والے اور تعلیم دینے والے رسولوں کا انتخاب کرتا ہے، تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لیے اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہے اور اس نے اسے یہ بھی سکھلا دیا تھا کہ وہ اپنا رخ اللہ رب العزت کے لیے کس طرح کرے حضرت سارہ نے اس بات کا مشاہدہ کیا کہ حضرت ہاجرہ ہر وہ جملہ اور لفظ سمجھتی ہے جو اس کی زبان سے نکلتا ہے اور وہ اسے پوری توجہ سے سنتی ہے حضرت ہاجرہ نے یہ محسوس کیا کہ ایک دل پذیر نورانی جھونکے نے اس کے دل کو چھوا ہے اس نے یہ محسوس کیا کہ وہ بھلائی اور نور کے سرچشموں کے قریب پہنچ چکی ہے وہ ایمان کی گرمی محسوس کرنے لگی اور اللہ خالق کے ساتھ تعلق کی عظمت کو جاننے لگی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہر بات کو غور سے سنتی وہ حقیقت پر مبنی بہت دل کش باتیں کیا کرتے تھے جو دلوں میں اترتی جاتیں تھیں اور دلوں پر ان باتوں کے بڑے خوشگوار تاثرات مرتب ہوتے اس نے یہ محسوس کر لیا کہ اس کا خاوند نور الٰہی سے جگمگا رہا ہے حضرت ہاجرہ بڑی جلدی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لے آئیں وہ اللہ رب العالمین پر ایمان لے آئیں۔ جو اس کا ابراہیم علیہ السلام اور ہر چیز کا رب ہے حضرت ہاجرہ نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد ہر چیز کو چھوڑ دیا وہ اللہ پر پکی سچی ایمان لانے والی بن گئی اس کا دل عزت شرافت اور روشنی سے بھر گیا۔ حضرت ہاجرہ خوش تھی اس لیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی ہدایت کا ارادہ کر لیا تھا۔ اللہ نے اسے اپنی عبادت کی طرف ہدایت دی اور اس سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی جو ایک درست ضابطۂ حیات ہے اور یک سو

پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب ہے۔ وہ اس ایمانی نعمت کے حاصل ہو جانے پر مسلسل اللہ کا شکر ادا کرتیں کہ جس نے اسے بتوں کی عبادت سے بچا لیا تھا اسے اپنا پچھلا دور یاد آیا جبکہ وہ مصر میں تھی کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ابراہیم علیہ السلام کو مصر بھیج کر اس کی نجات کا ذریعہ بنایا اور وہ اسے کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر ایک روشن دنیا میں لے آیا مگر اس کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ وہ آگے چل کر عورتوں کی تاریخ کے ایمانی قافلے کی سربراہ خواتین میں سرِ فہرست ہونگی۔ اور وہ شہرت پانے والی معتبر خواتین میں شامل ہونگی۔ اسے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ یہ وہ خاتون ہیں جسے اللہ نے بڑا بابرکت بنایا ہے کیا وہ یہ جانتی تھی کہ مستقبل میں وہ ایک پیغمبر کی بیوی اور ایک نبی کی والدہ ہونگی۔ مگر اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔ یہ تمام باتیں صرف اللہ ہی جانتا ہے اور وہ غیب کے علم سے کسی کو آگاہ نہیں کرتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ کا آپس میں بڑا پیار تھا حضرت ہاجرہ عبادت اور زندگی کے تمام معاملات میں حضرت سارہ کے نقش قدم پر چلتی تھی اسے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے علم و حکمت کے دریا اس کو سیراب کر رہے ہیں۔ اور نور کے چشمے اس کی روح کی گہرائیوں میں پھوٹ رہے ہیں۔ کتنے ہی دلربا ہوتے ہیں وہ لمحات جو ایک انسان ایمان اور عبادت اور مناجات کے ٹھنڈے سائے میں گزارتا ہے جس سے اس کا اپنا وجود ہلکا پھلکا ہو کر آسمان کی بلندیوں پر پرواز کرنے لگتا ہے۔

میرے رب مجھے نیک بیٹا عطا کر:

ایک دن صبح سویرے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے نور کی کرنیں چمکنے لگیں۔ وہ اللہ سے دعا کرتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے:

((رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ))۔ (الصافات:۱۰۰)

''میرے پروردگار مجھے نیک بیٹا عطا کردے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے التجا کی کہ اسے پاکیزہ اولاد سے نوازے اور اسے ایک نیک لڑکا عطا کرے ادھر حضرت سارہ بھی اپنے رب سے مناجات کر رہی تھی اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مناجات اور دعا کو سن لیا تھا وہ دونوں اللہ رب العالمین کے حضور درخواست گزار تھے۔ اس کے دل کو بڑا غم لاحق ہوا کہ وہ بوڑھی ہو چکی ہے اور وہ بانجھ بھی ہے اس کا خاوند بھی بوڑھا ہو چکا ہے اس کے ہاں لڑکا کیسے ہوگا۔ اور اس کے غم میں مزید اضافہ اس بات سے ہوا کہ اس کے خاوند ابراہیم دلی طور پر چاہتے ہیں کہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہو۔ اور وہ پاکیزہ اولاد کے خواہش مند ہیں۔ حضرت سارہ نے آسمان کی طرف بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ دیکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوئی کہ وہ اس کے خاوند کو نرینہ اولاد عطا کردے جس سے ان دونوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ دن گزرتے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام گریہ زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہے کہ اسے ایک بیٹا عطا کردے بالآخر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوش خبری ملی یہ خوش خبری دراصل مطلوبہ دعا کی قبولیت کا پیش خیمہ تھی ایک دن سحری کے وقت حضرت سارہ حضرت ہاجرہ کے گھر داخل ہوئی اسے دیکھا کہ وہ اپنے خالق کی عبادت میں مصروف ہے وہ اللہ سے معافی مانگ رہی ہے اور اسے پکار رہی تھی اور بڑے خشوع سے نماز پڑھ رہی تھی اس کا چہرہ نور ایمان سے دمکنے لگا سارہ اس مصری خاتون کو کھڑی دیکھنے لگی جس پر بیت المقدس میں اللہ تعالیٰ کی نوازشات اتر رہی تھیں حضرت سارہ چپ چاپ کھڑی یہ منظر دیکھتی رہی کسی قسم کی کوئی حرکت نہ کی تاکہ ہاجرہ کو محسوس بھی نہ ہو سکے اور اس کے مناجات میں کوئی خلل پیدا نہ ہو۔

ان خوشگوار لمحات میں حضرت سارہ. کے ذہن میں ایک عمدہ اور خوشگوار سوچ پیدا ہوئی کہ بسا اوقات سوچ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی یا الہام کی صورت میں پیدا ہوتی ہے۔ حضرت

سارہ نے سوچا کہ ہاجرہ اس کی کنیز ہے جو مصر کے بادشاہ نے اس کی خدمت کے لیے سپرد کی تھی اسے یہ خیال آیا کہ اگر ہاجرہ کو ابراہیم علیہ السلام کے حبالہ عقد میں دے دیں تو کیسا رہے گا؟ کیونکہ وہ عنفوانِ شباب میں ہے ممکن ہے اس کے ذریعے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نرینہ اور نیک اولاد کی خواہش پوری ہو جائے یہ سوچ حضرت سارہ کے ذہن میں ایسی ٹھہری جیسے اکلوتا بیٹا اپنی ماں کے سینے سے چمٹ جاتا ہے۔ سارہ حضرت ہاجرہ کی طرف محبت بھرے انداز میں دیکھنے لگی۔ اور انہیں لگا کہ وہ جتنی جلد اپنے اس خیال کو عملی جامہ پہنا دیں اچھا ہے ایسا لگتا تھا کہ جیسے ان کے دل کی گہرائیوں میں کوئی ہلکے ہلکے سرگوشی کر رہا ہے اور کہہ رہا ہو اے سارہ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں تمہارے لیے کوئی بھلائی چھپا رکھی ہو۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس باندی کو تمہاری خوشیوں کا پیغام لے کر تمہارے پاس بھیجا ہو۔ یہ سرگوشیاں انہیں خوشیوں کا پیغام سنا رہی تھیں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام واقعی ہر خیر و بھلائی کی حقدار تھیں۔ رات کی تنہائیوں میں انہوں نے بارہا ہاجرہ علیہا السلام کو ذکر خدا میں ڈوبا ہوا دیکھا تھا۔ انہیں ان کی روشن بصیرت کا اندازہ ان کے چہرے، حرکات وسکنات خلوص، سچائی اور وفاداری سے ہو چکا تھا۔ جبکہ بی بی ہاجرہ جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے خیر و بھلائی کا فیصلہ فرما دیا تھا ہر چیز سے بے نیاز، ذکر، فکر و عبادت میں مشغول رہتی تھیں اور اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دیا تھا ایمان کی حلاوت سے آشنا ہونے کے بعد ایمانی راہوں پر قدم رکھنے کے بعد انہیں کبھی وحشت یا تنہائی کا احساس نہیں ہوا تھا۔ ان کا ہر لمحہ اپنے خالق حقیقی کی یاد میں گزرتا تھا، اس یاد کے علاوہ ان کے دل و دماغ سے ساری یادیں مٹ چکی تھیں۔ مصر کی یادیں ان کے گھر والوں کی یادیں، قصر شاہی کے آسائشوں سے بھرپور شب و روز کی یادیں کیونکہ اب وہ حقیقی لذتوں سے واقف ہو چکی تھیں کبھی نہ ختم ہونے والی نعمتوں کا ذائقہ چکھ چکی تھیں۔ نور ایمانی سے سرشار ان کی روح افق اعلیٰ کی بلندیوں میں پرواز کرتی تھی، وہ اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ابراہیم علیہ السلام کی اتباع اور ان کی خدمت کا شرف عطا فرمایا اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت

ہوگی، وہ ابراہیم علیہ السلام کی کرامت کے بارے میں بھی سن چکی تھیں۔ جب ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا مگر اللہ کے حکم سے وہ آگ ٹھنڈی ہوگئی تھی اور ابراہیم علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ ہوسکا کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو اللہ عزوجل کے سپرد کر دیا تھا۔

اور ابراہیم علیہ السلام جو اپنے خالق کے ساتھ مناجات میں مصروف رہا کرتے تھے ایک دن حق تعالیٰ نے وحی کے ذریعے انہیں بتایا کہ وہ ان کی ذریت اور نسل کو اس زمین کا وارث بنائیں گے اور ان کو نبوت اور کتاب سے سرفراز فرمائیں گے۔ ابراہیم علیہ السلام صدق دل سے بولے یہ میرے پروردگار کی رحمت ہے اس کا فضل ہے۔

پھر ابراہیم علیہ السلام نے اس وحی کے بارے میں حضرت سارہ کو بتایا تو ان کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا اور انہیں ایسا لگا جیسے وہ ہواؤں میں اڑ رہی ہوں پھر انہوں نے بلند اور بہت ہی بلند مقام ایثار پر پہنچ کر کہا، یہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام ہے، آج سے یہ آپ کی ہے شاید اللہ تعالیٰ اس سے آپ کو فرزند صالح عطا فرما دیں۔

اللہ اکبر! کتنی عظیم تھیں یہ خاتون اور کتنے عظیم تھے وہ الفاظ جو ان کے لبوں سے نکلے آفریں ہے اس قربانی پر جو کسی عورت کے بس کی بات نہیں، ایک معزز غیرت مند بیوی کا کسی دوسری عورت کا ہاتھ اپنے محبوب شوہر کے ہاتھ میں تھما دینا جسے وہ دل وجان سے چاہتی ہو کوئی آسان کام نہیں۔

یہ کوئی معمولی قربانی نہیں کہ اللہ کے پیغمبر کی اکلوتی بیوی کے بلند مقام پر فائز عورت اپنی جگہ کسی دوسری عورت کو دیدے چاہے وہ کوئی بھی عورت ہو، مگر حضرت سارہ نے قربانی کی وہ مثال قائم کی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے، وہ ایک باایمان خاتون تھیں۔ انہوں نے خدا پر بھروسہ کر کے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا وہ اس کی رضا میں راضی اور خوش تھیں کہ پہلے یا بعد میں اصل حکم اسی کا ہوتا ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اس کا وعدہ ہر حال میں پورا ہو کر رہتا

ہے۔ جب حضرت سارہ نے ہاجرہ علیہا السلام کو ابراہیم علیہ السلام کو سونپ دیا تو انہوں نے ان سے نکاح کر لیا اور کچھ ہی عرصہ بعد وہ امید سے تھیں اور یوں حق تعالیٰ نے انہیں ان کی نیکی اور شکر گزاری کا بھرپور صلہ عطا فرمایا ان کی ہمعصر خواتین میں ان کی قدر و منزلت بڑھائی اور ان کو اس مبارک نسل کے وجود کا ذریعہ بنایا کہ جو مشرق سے لے کر مغرب تک روئے زمین پر حکمرانی کرنے والی تھی۔

جس دوران ہاجرہ علیہا السلام امید سے تھیں ان کے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ہونے والے بیٹے کو بڑی خیر و برکت کا باعث بنائیں گے۔ ایک طرح سے انہیں بشارت دی کہ ان کے یہاں لڑکا پیدا ہوگا اور بتایا کہ اس کا نام اسماعیل رکھنا۔ وہ سب لوگوں کے سردار بنیں گے ان کا ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ ان کے برخلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بود و باش کریں گے۔ ہاجرہ علیہا السلام نے بے ساختہ اس عظیم نعمت پر اللہ رب العالمین کا شکر ادا کیا۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری اتری کہ انہی کی بدولت پوری عرب قوم کو سیادت عطا کی گئی، اور انہوں نے مشرق سے لے کر مغرب تک زمین پر حکومت کی، اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ایسے علم نافع اور عمل صالح سے نوازا جو اس سے پہلے کسی امت کو عطا نہیں ہوا۔ یہ سب کچھ اس لیے کیونکہ ان کے لیے بھیجے گئے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سارے پیغمبران خدا میں اعلیٰ و افضل ہیں اور ان کو سارے جہان کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا اور پھر وہ دن آ پہنچا جس کا شدت سے انتظار تھا اور ساری دنیا نور ربانی سے روشن ہوگئی، حضرت ہاجرہ کو درد زہ کا احساس ہوا اور تھوڑی دیر بعد ہی بچے کی آواز آئی، حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے یہاں اسماعیل علیہ السلام پیدا ہو چکے تھے۔

اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر (۸۶) سال تھی جیسا کہ مورخین نے ذکر کیا ہے۔ آپ

بوڑھے ہو چکے تھے مگر گزرتے ماہ وسال نے ان کی بزرگی اور وقار میں اضافہ ہی کیا تھا ان کے بالوں کی سفیدی میں ایک نور تھا اور آنکھوں کی چمک دل موہ لینے والی تھی جس سے لوگوں کے دلوں میں ان کی عزت اور بڑھ گئی تھی۔

جب اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو ابراہیم علیہ السلام حضرت سارہ اور ہاجرہ علیہا السلام بے اختیار سجدہ شکر بجا لائے اور کہا، شکر ہے اللہ رب العزت کا جس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا پھر ابراہیم علیہ السلام بولے: میرے پروردگار میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان لعین کے شر سے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

ہاجرہ علیہا السلام کی عبادت و نماز میں اور اضافہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی عظیم نعمت سے نوازا تھا مصر کی ساری خواتین میں سے صرف انہیں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد و ذریت پیدا کرنے کے لیے منتخب فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا میں ہی ان کی نیکی کا صلہ عطا فرما دیا تھا انہیں ایک حلیم الطبع پیغمبر اور ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کی ماں بننے کا اعزاز عطا فرمایا جن کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ انہیں مشرق سے لے کر مغرب تک دنیا کا وارث بنائیں گے۔

اور آخرت میں بھی ان شاء اللہ ان کو اجر عظیم عطا ہو گا وہ ان صابر لوگوں میں ہوں گی جنہیں بنا کسی حساب کتاب کے جنت میں داخل کیا جائے گا وہ جنت کی ان سرسبز و شاداب وادیوں میں ہوں گی جہاں نہ دھوپ ہو گی نہ پیاس۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام مکہ معظمہ میں:

اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے بعد کچھ عرصہ تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے بڑی ہنسی خوشی گزارا وہ ہوتی تھیں اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کا بچہ جس کی آنکھوں کی چمک ہی ان کی خوشیوں کا سرچشمہ تھی، وہ دل کھول کر اس پر اپنی ممتا لٹا رہی تھیں اور ابراہیم علیہ السلام دیکھ رہے تھے

کہ ان کی دعا اس بچہ کی شکل میں قبول ہوئی ہے وہ جان گئے تھے کہ ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کا وجود دو بشارتوں کا حامل ہے۔

۱۔ پہلی بشارت انہیں اس وقت ملی جب اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ کے پیٹ میں ہی تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بتا دیا تھا کہ وہ انہیں ایک خوش اطوار فرزند عطا کرنے والے ہیں، جس سے انہیں پتہ چل گیا تھا کہ ان کے یہاں بیٹا پیدا ہوگا جوان کے لیے زیادہ خوشی کا باعث تھا۔

۲۔ اور دوسری بشارت انہیں ان کے پیدا ہونے کے بعد ملی، جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ بڑے ہو کر ان میں صفات کمال اور پاکیزہ فطرت نمایاں ہوں گی اور ان میں بردباری کی خوبی سب سے اہم ہوگی کہ ان دونوں باپ بیٹے سے پہلے یہ خوبی اور کسی کو عطا نہ ہوئی۔

کہا گیا ہے کہ انبیاء کرام کی خوبیوں کے بیان میں سب سے پہلے حلم اور بردباری کا ذکر ہوتا ہے کہ یہ صفت ہر نیکی اور صلاح کی بنیاد اور فضائل کا منبع ہے۔

فطری طور پر ایک عورت کے دل میں اپنی سوتن کے لیے جو رشک کے جذبات ہوتے ہیں آہستہ آہستہ حضرت سارہ کے دل میں وہ جذبات جگہ لینے لگے اور دن بدن یہ جلن بڑھتی گئی یہاں تک کہ حضرت سارہ کے لیے اپنی سوتن حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ زندگی گزارنی مشکل بلکہ نا قابل برداشت ہوگئی حضرت سارہ ایک متقی پرہیزگار اور عبادت گزار خاتون تھیں ایسی خاتون کے دل میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ علیہا السلام کے لیے بڑی گنجائش تھی، کیونکہ انہوں نے ساری زندگی خلیل الرحمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سایۂ عاطفت میں گزاری تھی اور ان کی نظر کرم ان پر تھی، اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ یہ دنیاوی زندگی لہو ولعب اور زینت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ آخرت میں جو کچھ ملے گا اس میں نیک لوگوں کی بھلائی چھپی ہوئی ہے۔ مگر یہ سب کچھ اللہ رب العالمین کی طرف سے

ہور ہا تھا اور اس میں اللہ کی کیا مصلحت چھپی تھی یہ وہی بہتر جانتا ہے۔

حضرت سارہ علیہا السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گزارش کی کہ وہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو ان کی نظروں سے دور لے جائیں ان کے بیٹے حضرت اسماعیل سمیت۔

ابن قیم الجوزیہ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے بیٹے کے لیے رشک کے جذبات بڑی شدت سے ابھرے تھے کیونکہ وہ ایک کنیز تھیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان سے محبت شدید ہوگئی تھی اور اس محبت کو دیکھ کر ان جذبات کو اور ہوا ملی تو اللہ رب العزت نے انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے بیٹے کو یہاں سے دور مکہ مکرمہ لے جائیں تا کہ حضرت سارہ کے دل کی آگ ٹھنڈی ہو سکے یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا تھا۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے علم میں بھی یہ بات آ گئی اور انہوں نے سر تسلیم خم کر دیا ان کا ایمان تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ابراہیم علیہ السلام کی شریک حیات بنا کر انہیں ضائع نہیں فرمائیں گے، ان کا حال اس شعر کی مانند تھا۔

قلوب العارفین لها عیون
تری مالا یراه الناظرونا

"عارفین کے دلوں کی آنکھیں ہوتی ہیں وہ وہ کچھ دیکھ لیتے ہیں جو آنکھوں والے نہیں دیکھ سکتے۔"

اللہ رب العزت نے وحی کے ذریعہ ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر سرزمین مبارک کی طرف چل پڑو اس خطہ کی جانب جس کو اللہ رب العالمین نے تمام عالم کے لیے برکت والا بنانے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خطہ مکہ کی

سرزمین یعنی ام القریٰ ہے۔

الصاوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر جلالین کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے انہیں حکم دیا کہ وہ انہیں مکہ منتقل فرمادیں اوران کے لیے (براق) بھیجا جس پر ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سوار ہوگئے۔

اور پھر یہ تینوں ایک ایسی وادی میں اتر آئے جو بنجر تھی دور دور تک نہ پانی تھا نہ کسی درخت کا سایہ اور نہ ہی زندگی کے آثار نظر آتے تھے۔

اس وادی میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ تھا بس یہ تینوں تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے کلمۂ حق کی بلندی اور اپنے نور اور مشیت کی تکمیل کی غرض سے یہاں پہنچایا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شفقت و ہمدردی سے اپنی بیوی ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو دیکھا لیکن انہیں واپس ہر صورت جانا تھا کہ یہی حکم خداوندی تھا اور اس کا حکم رد نہیں کیا جاتا۔

اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو بیت اللہ کے نزدیک اتارا اور ان کے پاس کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کا ایک مشکیزہ چھوڑ کر واپس بیت المقدس جانے کے لیے مڑے اور چلنے لگے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام پیچھے لپکیں اور بولیں اے ابراہیم علیہ السلام آپ خاموش رہے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکالا کیونکہ احکام الٰہیہ میں بحث کی گنجائش نہیں ہوتی اور چپ چاپ چلتے رہے مگر حضرت ہاجرہ علیہا السلام ان کے پیچھے پیچھے دوڑتی رہیں اور کہتی رہیں آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر بھی نہ دیکھا کہ یہی حکم خدا تھا، وہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل کے لیے چلے جارہے تھے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنا

سوال دہراتی رہیں کہ آپ ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں۔ مگر ابراہیم علیہ السلام نے کوئی جواب نہیں دیا۔

آپ تصور کر سکتے ہیں کہ کیا حال ہوگا اس خاتون کا جو اپنے شیر خوار بچہ کے ساتھ ایک ایسی بنجر زمین پر بے یار و مددگار کھڑی ہے جہاں نہ پانی ہے نہ کھانا، نہ درخت ہے نہ سایہ، دور دور تک کوئی ذی روح نہیں، ان کے ساتھ اللہ رب العزت کے سوا کوئی نہ تھا۔

ان کا ذہن پریشان کن سوالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، وہ کیا کریں؟ کیسے رہیں؟ ابراہیم علیہ السلام کب آئیں گے؟ آخر وہ انہیں اور ان کے معصوم بچہ کو تنہا چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں۔

جبکہ ابراہیم علیہ السلام اچھی طرح جانتے تھے کہ اللہ جو چاہتا ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے، اسی لیے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے بار بار پوچھنے کے باوجود انہوں نے ان کی بات کا جواب نہیں دیا اور نہ ہی پیچھے مڑ کر دیکھا یہاں تک کہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کا دل اللہ کے نور سے روشن ہوا اورانہوں نے یقین کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام سے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟

تو ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا، ہاں میرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے، ان نازک لمحات میں حضرت ہاجرہ علیہا السلام دوڑتے دوڑتے رک گئیں اور ایک سچے مومن کے یقین و اعتماد سے بولیں، تو پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں فرمائیں گے۔

اللہ اکبر! کتنا عظیم ہے وہ ایمان جو وجود کا ایک حصہ بن جائے۔

اللہ اکبر! کتنا خوبصورت ہے وہ یقین جو اللہ کی ذات پر ہوتا ہے اور دل میں گھر کر لیتا ہے۔ اس وقت انسان ایک ایسے دائرے میں حرکت کرتا ہے جس سے عرفان و یقین کی شعاعیں پھوٹتی ہیں۔ اور ایسے راستے پر چل پڑتا ہے جو اللہ کے نور سے روشن اور بڑا مبارک ہوتا ہے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے دل سے ساری پریشانی اور گھبراہٹ زائل ہوگئی اور ان کے دل میں ایک سکون سا اتر آیا وہ اپنی جگہ پر واپس آ گئیں انہیں اندازہ ہوگیا کہ وہ ان کے شوہر اور ان کا بچہ اللہ والے لوگ ہیں اور جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ نہ ڈرتے ہیں اور نہ پریشان ہوتے ہیں اور نہ کمزور پڑتے ہیں۔ انہوں نے پھر دل ہی دل میں دہرایا، تو پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں فرمائیں گے، جایئے ابراہیم اور حکم خدا کی تعمیل کیجئے۔

ابراہیم علیہ السلام چلتے رہے یہاں تک کہ وہ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں وہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی نظروں سے اوجھل ہوگئے تو انہوں نے بیت اللہ کی طرف اپنا رخ کیا اور ہاتھ اٹھا کر اپنے رب سے دعا مانگی۔

((رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ))۔ (ابراہیم:۳۷)

''اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد کو ایک ایسی وادی میں بسایا ہے جو بے آب و گیاہ ہے تیرے محترم گھر کے پاس اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز قائم کریں تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور پھلوں کا انہیں رزق عطا فرما تاکہ وہ شکر گزار رہوں۔''

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کی کرامت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور دودھ پیتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ویران جگہ پر چھوڑ کر اپنی رسالت کے فرائض سرانجام دینے کے لیے واپس چلے گئے تاکہ لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچا سکیں۔

حضرت ہاجرہ اپنے بیٹے کو دودھ پلانے کے لیے بیٹھ گئیں اس نے اپنے اردگرد اور اوپر نیچے دیکھا اوپر آسمان تھا چاروں طرف پہاڑ تھے اور جہاں تک نگاہ جاتی ریت ہی ریت تھی اس ماحول میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اور ایسی سراسیمگی کی حالت تھی کہ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ جب اسے بھوک لگتی تو تھیلے سے چند کھجوریں نکال کر کھا جاتی پیاس لگتی تو مشکیزے سے چند گھونٹ پانی پی لیتی تھوڑے عرصے بعد پانی ختم ہو گیا پھر اسے پیاس ستانے لگی اور گود میں معصوم بچہ بھی پیاس کی شدت سے بے بس ہو کر بلکنے لگا دھوپ کی تپش گرمی، بھوک اور پیاس نے ماں بیٹے دونوں کا برا حال کر دیا۔ انہوں نے پیاس کی شدت سے بے قرار ہوتے بچے پر نظر ڈالی تو ان کا کلیجہ کٹنے لگا ان کی ماما بے چین ہو اٹھی۔ وہ اپنے لاڈلے اور پیارے بچے کو پھول کی طرح مرجھائے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ بھوک پیاس اور گرمی کے مارے اس کی جو حالت تھی وہ ان کے لیے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی تھی۔ مشکل بڑھتی جا رہی تھی مگر کب تک ایسا ہو سکتا ہے۔ ہر تکلیف اور مشکل کے بعد آسانی ضرور ملتی ہے۔

اسماعیل علیہ السلام نے رونا شروع کر دیا ان کی بے قراری اور رونا بڑھتے گئے۔ اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام بے تابی سے ادھر ادھر نظریں دوڑاتی رہیں کہ شاید کہیں سے پانی مل جائے۔ انہیں قریب میں ہی ایک پہاڑی نظر آئی۔ وہ جلدی سے دوڑ کر اس پر چڑھ گئیں اور چاروں طرف بے چینی سے دیکھنے لگیں کہ شاید کوئی نظر آ جائے۔ مگر وہاں دور دور تک کچھ نہیں تھا۔ نہ ہی انہیں کوئی نظر آیا، وہ صفا پہاڑی پر سے اتر آئیں اور تھکے تھکے انداز میں چلنے لگیں۔ وادی عبور کرنے کے بعد انہیں دوسری طرف ایک اور پہاڑی مروہ نظر آئی وہ فوراً اس پر چڑھ گئیں کہ شاید دوسری طرف کوئی نظر آ جائے مگر ان کی نظریں ناکام و نامراد لوٹ آئیں۔ وہ پھر نیچے اتر آئیں اور اس طرح بے تابی کے عالم میں انہوں نے صفا و مروہ کے درمیان سات چکر کاٹے اس امید پر کہ شاید انہیں کوئی نظر آ جائے جو ان کے لخت جگر کو بچا لے۔ ان نازک

لمحات میں پریشان حال حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے ذہن میں دور دور تک اس بات کا تصور تک نہیں تھا کہ آنے والے زمانے میں ہر جگہ سے کروڑوں مسلمان صفا و مروہ کے بیچ اسی طرح سات چکر کاٹیں گے اور ان کی برکت والی کوشش کو تا قیامت زندہ رکھیں گے اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ جب تک کہ یہ جہان باقی رہے گا۔

ساتویں مرتبہ جب وہ مروہ نامی پہاڑی پر چڑھیں تو جیسے کوئی آواز سنائی دی انہوں نے چونک کر دیکھا اور غور سے آواز کو سننے لگیں۔ تو انہیں پھر دوبارہ وہی آواز سنائی دی وہ دوڑتے ہوئے اپنے بیٹے کے پاس آئیں اور دیکھا کہ ایک فرشتہ اس جگہ کھڑا ہوا ہے جہاں آج آب زمزم کا کنواں ہے اس نے اپنی ایڑی سے زمین کا وہ حصہ کھودا یہاں تک کہ وہاں سے پانی نکل آیا۔

حضرت ہاجرہ یہ منظر دیکھ کر بہت زیادہ خوش ہوئیں۔ جلدی جلدی چشمے سے ابلنے والے پانی کو ریت کی منڈیر بنا کر روکنے لگیں جی بھر کر خود بھی پانی پیا اور اپنے بیٹے کو بھی پلایا اور اپنا مشکیزہ بھی بھر لیا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((يَرحَمُ اللّٰهُ اُمَّ اِسمَاعِيلَ لَوْ تَرَكَت زَمْزَمَ اَو قَالَ لَو لَمْ تَغرِف من الماء لَكَانَت زَمزم عينا معينا)) ۔

”اللہ اسماعیل کی والدہ پر رحم کرے اگر وہ زم زم کو یونہی چھوڑ دیتیں تو زم زم ایک بڑا چشمہ ہوتا۔“

وجعلت تبني له الصفائحا
لو تركته كان ماء سافحا

کسی نے کیا خوب کہا کہ حضرت ہاجرہ پانی کے گرد منڈیر بنانے لگیں اگر اسے یونہی چھوڑ دیتیں تو یہ چشمہ بہ نکلتا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے آب زمزم سے اپنی پیاس بجھائی اور جب پیٹ بھر کر پانی پی لیا تو اپنے بچے کو دودھ پلانے لگیں۔ زمزم کے پاس کھڑے فرشتے نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا ضائع ہونے کا غم نہ کرو اس جگہ پر اللہ کا گھر بنے گا جسے یہ بچہ اور اس کے باپ مل کر تعمیر کریں گے اور اللہ عزوجل نیک لوگوں کو ضائع نہیں فرماتے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام یہ سن کر بہت خوش ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مبارک مقام تک پہنچایا ہے جہاں پر ان کے شوہر اور ان کا بیٹا بیت اللہ کی تعمیر کریں گے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو مبارک ہو کہ وہ روئے زمین کے مبارک ترین اور پاکیزہ ترین خطے میں رہ رہی ہیں ایک ایسے مقدس خطے میں کہ جس کو اللہ عزوجل نے لوگوں کے لیے باعث اجر وثواب اور امن کی جگہ قرار دیا ہے اور اسے بڑا برکت والا بنایا ہے۔ یہ اسی کا فضل وانعام ہے۔

آب زمزم اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام:

اس مبارک خطہ میں بیت محرم کے پاس اللہ تعالیٰ کی مشیت پوری ہوئی اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے بیٹے پر مشتمل چھوٹے سے گھرانے کے ذریعہ آب زمزم کے اردگرد ایک عظیم الشان معاشرہ کی تشکیل عمل میں آئی، لوگوں کے دل اس جگہ کی طرف مائل ہونے لگے اور اس بنجر بیابان وادی میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

آب زمزم کا کنواں حضرت ہاجرہ کا تھا مگر یہ نہیں کہ انہوں نے اس کو اپنی خاص ملکیت بنا کر رکھا تھا بلکہ اس کا مقام کہیں بلند تھا۔ وہ سب کے لیے تھا جو چاہتا اس سے فائدہ اٹھا سکتا تھا کسی پر کوئی پابندی نہیں تھی۔

ایک مرتبہ وہاں سے جرہم قبیلہ کے کچھ لوگوں کا گزر ہوا انہوں نے مکہ کے قریب پڑاؤ ڈالا، مگر آسمان پر منڈلاتے پرندے کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور حیرانگی کے ساتھ بولے، یہ پرندہ تو پانی کے اوپر منڈلاتا ہے۔ اور ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ اس وادی میں پانی کا تصور تک نہیں۔ پھر انہوں نے اپنا ایک آدمی وہاں بھیجا کہ وہ دیکھے کہ کیا ماجرہ ہے؟

وہ آدمی روانہ ہو گیا اور تھوڑی دور چلنے کے بعد اسے پانی نظر آ گیا پانی کے پاس ہی اسے حضرت ہاجرہ علیہا السلام بھی نظر آئیں وہ ہمت کر کے آگے بڑھا اور ان سے بولا کیا آپ ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دیں گی۔

وہ خوش دلی سے بولیں ضرور رہیں مگر اس پانی پر تم لوگوں کا کوئی حق نہیں ہوگا۔

تو اس آدمی نے جواب دیا کہ ہمیں منظور ہے۔

اور پھر جرہم قبیلہ والے اپنے مرد، عورتوں بچوں، مویشیوں اور جانوروں سمیت وہاں آ کر آباد ہو گئے اور جب سے وہاں زندگی کے آثار نمودار ہونے لگے اور وہ وادی جو کچھ عرصہ پہلے تک ویران، بنجر اور زندگی کے آثار سے محروم تھی لوگوں کی چہل پہل اور رونق سے آباد ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے اس وادی کے لیے زمین و آسمان کی برکتوں کے در کھول دیے۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنے پروردگار کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے لیے بے اختیار سجدہ میں گر گئیں انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح انہیں اور ان کے بیٹے کو انعام واکرام سے نوازا۔

رسول اللہ ﷺ حضرت ہاجرہ کی داستان بیان فرماتے ہیں:

اللہ رب العالمین نے اپنے نبی اور خلیل ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی ہاجرہ علیہا السلام اور شیر خوار بچے اسماعیل علیہ السلام کو لے کر مکہ جائیں، تو وہ ان دونوں کو لے کر اس بنجر وادی

میں آ گئے جہاں ان کے سوا کوئی ذی روح نہیں تھا۔ ان کو وہاں چھوڑنے کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

((رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ))۔ (ابراہیم:۳۷)

”اے ہمارے رب، میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کے جنگل میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے اے ہمارے پروردگار یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تاکہ یہ شکر گزاری کریں۔“

اس واقعہ کے بیان میں قرآن مجید میں اس آیت کے سوا اور کوئی ذکر نہیں لیکن حدیث نبوی شریف میں تفصیل سے یہ واقعہ مذکور ہے۔

صحیح بخاری میں یہ قصہ پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

امام بخاری نے حضرت سعید بن جبیر کے حوالہ سے نقل کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:
”عورتوں میں سب سے پہلے کمر پر پٹکا حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے باندھا۔ وہ اس لیے کہ حضرت سارہ ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان تک نہ پہنچ سکیں (کیونکہ انہوں نے پٹکے کا ایک سرا زمین پر لٹکا دیا تھا، تاکہ وہ ان کے قدموں کے نشانات مٹاتا رہے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام انہیں اور ان کے شیر خوار بچے کو لے کر چلے اور انہیں اللہ کے گھر کے پاس زمزم کے اوپر واقع ایک بڑے درخت کے پاس لاکر چھوڑ دیا اس وقت مکہ میں نہ پانی تھا اور نہ کوئی اور تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے پاس کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کا ایک مشکیزہ

چھوڑا اور واپسی کے لیے روانہ ہوگئے تو حضرت ہاجرہ علیہا السلام ان کے پیچھے لپکیں اور کہا اے ابراہیم علیہ السلام آپ ہمیں اس وادی میں تنہا چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں۔ جہاں نہ کوئی انسان ہے اور نہ کچھ اور؟

وہ بار بار یہی کہتی رہیں مگر انہوں نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا تو پھر وہ ان سے بولیں کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ تو وہ بولے: ہاں۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام کہنے لگیں تو پھر وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا اور واپس لوٹ گئیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے روانہ ہوگئے یہاں تک کہ ان کی نظروں سے اوجھل ہوگئے پھر رک کر اپنا رخ بیت اللہ کی طرف کرتے ہوئے دعا فرمائی:

((رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ))۔ (ابراہیم: ۳۷)

”اے ہمارے رب میں نے اپنی کچھ اولاد اس بے کھیتی کے جنگل میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسائی ہے اے ہمارے پروردگار یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تا کہ یہ شکر گزاری کریں۔“

حضرت ہاجرہ علیہا السلام پانی پیتیں اور اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتیں۔ یہاں تک کہ مشکیزہ کا پانی ختم ہوگیا تو انہیں پیاس ستانے لگی اور ان کا بچہ بھی پیاس کے مارے ہاتھ پاؤں مارنے لگا حضرت ہاجرہ سے یہ منظر نہ دیکھا گیا اور وہ وہاں سے چل

پڑیں انہیں قریب ہی پہاڑی صفا نظر آئی تو وہ اس پر چڑھ گئیں اور وادی میں نظریں دوڑانے لگیں کہ شاید انہیں کوئی نظر آ جائے مگر جب وہ مایوس ہو گئیں تو صفا پہاڑی سے نیچے اتر آئیں اور وادی میں پہنچ گئیں پھر اپنے بازو کا کنارہ اٹھا کر ایک تھکے ہوئے انسان کی طرح چلنے لگیں۔ یہاں تک کہ وادی عبور کر لی اور پھر مروہ کے پاس پہنچ کر اس پر چڑھ گئیں اور دیکھنے لگیں کہ کیا انہیں یہاں کوئی نظر آتا ہے یا نہیں۔ مگر یہاں سے بھی وہ مایوس ہو گئیں انہوں نے یہ عمل سات بار دھرایا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَذٰلِکَ سَعْیُ النَّاسِ بَیْنَهُمَا))۔

جب وہ مروہ کے قریب پہنچیں تو انہیں ایک آواز سنائی دی۔ تو انہوں نے جیسے اپنے آپ سے کہا، چپ رہو اور پھر سننے لگیں تو پھر آواز آئی تو بولیں اگر تمہارے پاس کوئی مدد ہے تو تمہاری آواز سن لی گئی، حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے دیکھا کہ زمزم کے قریب ایک فرشتہ کھڑا ہوا ہے اس نے اپنی ایڑی سے وہ جگہ کھودی یہاں تک کہ پانی نکل آیا اور وہ اس کو حوض سی بنا کر گھیرنے لگیں اور چلو بھر بھر کے اپنے مشکیزہ میں ڈالنے لگیں۔ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ام اسماعیل علیہا السلام پر اپنی رحمت نازل کریں اگر وہ زمزم کے چاروں طرف منڈیر نہ بناتیں تو آج زمزم بھرپور اور وافر پانی کا زبردست چشمہ ہوتا۔

پھر حضرت ہاجرہ نے جی بھر کر پانی پیا اور اپنے بچے کو دودھ پلایا۔ فرشتے نے ان سے کہا ضائع ہونے کا غم نہ کرو کہ اس جگہ پر اللہ کا گھر ہے جسے یہ بچہ اور اس کا باپ تعمیر کریں گے اور اللہ تعالیٰ اس خاندان کو ضائع نہیں کرے گا۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام جس مقام پر تھیں وہ زمین سے ایک ٹیلے کی مانند اٹھا ہوا تھا۔

سیلاب آتے تھے اور اس کے دائیں بائیں سے گزر کر اسے برابر کرتے جاتے تھے وقت ایسے ہی گزرتا رہا یہاں تک کہ ان کے پاس سے جرہم کی ایک ٹولی کا گزر ہوا جو (کداء) کے راستے آ رہے تھے انہوں نے مکہ کے نچلے علاقے میں پڑاؤ ڈالا کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پرندہ مستقل فضاء میں منڈلا رہا ہے وہ کہنے لگے یہ پرندہ تو پانی پر منڈلاتا ہے اور ہم اس وادی کے چپے چپے کو جانتے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ اس وادی میں پانی موجود نہیں پھر تحقیق کے لیے انہوں نے ایک قاصد روانہ کیا کچھ دور جانے کے بعد اسے پانی نظر آ گیا وہ واپس چلا گیا اور باقی لوگوں کو پانی کی موجودگی کی اطلاع دی تو وہ لوگ بھی ساتھ چلے آئے اور پانی کے پاس حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو پا کر بولے کیا آپ ہمیں اپنے پاس رہنے کی اجازت دیں گی۔

تو وہ بولیں: بالکل مگر پانی پر تم لوگوں کا کوئی حق نہ ہوگا۔

انہوں نے کہا: ہمیں منظور ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو انہیں ام اسماعیل ملیں جو انسانیت پسند تھیں تو وہ لوگ وہیں ٹھہر گئے اور اپنے گھر والوں اور مال مویشیوں کو بھی بلوایا وہ سب بھی ان کے ساتھ وہیں رہنے لگے۔

حضرت ابراہیم حضرت ہاجرہ سے ملاقات کے لیے تشریف لاتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملنے کے لیے روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی اور بچے کو اس بنجر وادی میں رہنے کے لیے چھوڑ دیں انہوں نے ایسا ہی کیا اور ان کے پاس کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کے ایک مشکیزے کے علاوہ اور کچھ نہ چھوڑا انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ کھجوریں چند دنوں میں ختم ہو جائیں گی اور پانی بھی زیادہ دن نہیں بچے گا۔ اور جگہ ایسی ہے کہ وہاں نہ ہی پانی ہے

اور نہ کوئی ذی روح ہے۔

مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی طرف سے فکر مند نہ تھے کیونکہ ان کے رب نے انہیں وہاں چھوڑنے کا حکم دیا تھا اور ان پر حکم کی تعمیل واجب تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کا محافظ ونگہبان تھا وہی اپنے نیک بندوں کی کفالت فرماتا ہے۔

جب ابراہیم علیہ السلام مکہ پہنچے تو انہوں نے آبِ زمزم دیکھا اور دیکھا کہ بہت سارے لوگ وہاں سے پانی لے کر جا رہے ہیں، پوری وادی میں زندگی کی ہلچل تھی ان کا دل مطمئن ہو گیا انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے وہ نعمتیں اور رحمتیں دیکھ لی تھیں۔ جو ان کے گھر والوں پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھیں اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام ایک مومن اور شکر گزار بندی اللہ کے گھر میں اللہ کی پناہ میں رہ رہی تھیں ان کے ساتھ ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی تھے۔ اور دونوں رحمت خداوندی کے سائے میں بیت العتیق کے جوار میں بس رہے تھے۔ وہ بیت عتیق جو اسماعیل علیہ السلام اپنے والد کے ساتھ مل کر بنانے والے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی رہائش گاہ کی طرف بڑھے رات گہری ہو چلی تھی اور اس نے اپنی سیاہ چادر مکہ مکرمہ اور اس کے مضافات پر پوری طرح پھیلا دی تھی پوری کائنات پر ایک سکوت طاری تھا۔ حضرت ابراہیم ان کے گھر کے پاس پہنچ کر رک گئے حضرت ہاجرہ کی آواز انہیں سنائی دی وہ اپنی نرم آواز میں صحفِ ابراہیمیہ کی تلاوت فرما رہی تھیں۔ اور ساتھ ساتھ اسماعیل علیہ السلام کو بھی سکھلا رہی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں سکون اتر آیا وہ خوشی سے سرشار ہو گئے ان کی نسل بڑی پاکیزہ اور مبارک تھی واقعی اللہ تعالیٰ اپنے شکر گزار بندوں کو ہدایت ونیکی کی راہ پر چلاتے ہیں۔

اس نیک اور مومن گھرانے کی آپس میں ملاقات واقعی نہایت خوش کن اور دلچسپ تھی ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے سے مل کر بہت خوش ہوئے وہ دیکھ رہے تھے کہ ان کے لختِ جگر

میں حلم اور علم کی علامات ظاہر ہونے لگی ہیں۔ جب وہ اپنی والدہ کے ساتھ ابراہیم کے گھر سے نکلے تھے تو شیر خوار بچے تھے اور ان کے والد انہیں چھوڑ کر حکم خدا کی تعمیل کے لیے نکل گئے تھے گو کہ ان کا دل ہر دم اپنے جگر گوشے حضرت اسماعیل علیہ السلام میں ہی اٹکا رہتا تھا۔

مشیت خداوندی یہی تھی کہ اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ میں ہی پروان چڑھیں اس میں اس کی حکمت شامل تھی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ علیھا السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ بننے کے لیے منتخب فرمایا تھا وہ شکر گزار اور صابر خاتون جو ہر دم اپنے پروردگار کی اطاعت وتسلیم کے جذبات سے سرشار اپنے رب سے ملاقات کے لیے بے چین رہتی تھیں اور انہیں حق تعالیٰ نے اپنی رضا وخوشنودی سے بھرپور نوازا۔

حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کی ماں:

جب اسماعیل علیہ السلام اس قابل ہو گئے کہ اپنے والد کے ساتھ بھاگ دوڑ سکیں تو ابراہیم علیہ السلام کی خوشی کی انتہا نہ رہی آج ان کا بیٹا ان کا ہاتھ بٹانے کے قابل ہو گیا تھا ان کی زندگی میں ان کے اکلوتے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے دم سے رونق ہو گئی تھی اسماعیل علیہ السلام تیرہ سال کے ہو چکے تھے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام سوئے تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے: ''رؤیا الانبیاء وحی'' یعنی انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی الٰہی ہوتا ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام فوراً جان گئے کہ یہ ان کے پروردگار کی طرف سے قربانی دینے کے لیے ایک اشارہ ہے تو کیا ہوا؟ وہ تسلیم ورضا کا پیکر بن کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو نافذ کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ان کے دل میں ایک لمحے کے لیے بھی یہ سوال پیدا نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے فضل و

کرم سے اپنے دل میں اٹھنے والے تمام وسوسوں پر قابو پالیا تھا۔ پھر انہوں نے اپنا یہ خواب اپنے بیٹے کو سنایا جس کو قرآن پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

((قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى))۔ (الصافات:۱۰۲)

''اس نے کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں دیکھئے کہ اب تیری کیا رائے ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اس لیے سنایا تھا کہ یہ قربانی اس کی دینی تھی تاکہ وہ اللہ کے حکم کو تسلیم کر لیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اجر وثواب حاصل کر سکیں امام خازن اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ اگر بعض لوگ یہ کہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے تو انہوں نے بیٹے سے مشورہ ہی کیوں طلب کیا تو اس کے جواب میں میری رائے یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے رائے لینے کے لیے مشورہ نہیں لیا۔ یہ تو اس لیے مشورہ کیا تھا تاکہ اسے پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ایک آزمائش آنے والی ہے اس کے صبر وعزیمت کا بھی اندازہ ہو جائے اگر وہ یہ سن کر گھبراہٹ اور پریشانی محسوس کرے تو اسے یہ بات سمجھائیں کہ بیٹا اس آزمائش میں خوشی کے ساتھ پورا اترنا ہے۔ اور اسے بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو تسلیم کرنے میں کتنا اجر وثواب ملتا ہے۔ تاکہ اس کے عزم راسخ میں کوئی خلل نہ آنے پائے چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ کے پیارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے اللہ کی راہ میں اپنے ذبح ہونے کی خبر سن کر وہ کسی پریشانی کا شکار نہ ہوئے۔ بلکہ اس نے اطمینان کے ساتھ یہ کہا جسے قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

((يَآ اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ))۔

(الصافات:۱۰۲)

''ابا جان! جو آپ کو حکم ملا ہے وہ کر گزریں ان شاء اللہ آپ ہمیں صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔''

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے باپ سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچ کر دکھایا اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

((وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمَاعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا))۔ (مریم:۵۴)

''کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو وہ وعدے کا سچا اور رسول نبی تھا۔''

پھر دونوں باپ بیٹا اللہ تعالیٰ کے حکم کو راضی خوشی ماننے کے لیے تیار ہو گئے۔ دونوں نے اللہ کے حکم کے سامنے اپنا سر جھکا دیا باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا امتحان پورا ہونے کا وقت آ گیا اب صرف ذبح کرنا باقی تھا۔ اس کے بعد بہتا ہوا خون ہوتا اور ذبح ہونے والے بیٹے کا جسم لیکن اسی لمحے باپ بیٹے کے امتحان کا نتیجہ سامنے آ گیا دونوں نے اس آزمائش کا مرحلہ کامیابی سے طے کر لیا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کے گلے پر چھری چلانے والے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز آئی:

((وَ نَادَيْنَاهُ اَنْ يَّآ اِبْرَاهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلَآءُ الْمُبِيْنُ . وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ))۔ (الصافات:۱۰۴تا۱۰۷)

''ہم نے اسے آواز دی کہ اے ابراہیم تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ہے اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی آزمائش ہے ہم نے اسے ذبح کے لیے بڑے مینڈھے کو بدلے میں دیا۔''

جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنے میں مصروف تھے ادھر شیطان حضرت ہاجرہ کو بہکا رہا تھا اور اس کے دل کو شک وشبہات میں مبتلا کر رہا تھا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ شیطان ایک آدمی کی شکل میں حضرت ہاجرہ کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ ابراہیم تیرے بیٹے کو کہاں لے کر گیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ دونوں باپ بیٹا لکڑیاں کاٹنے گئے ہیں۔ شیطان بولا اللہ کی قسم ایسا نہیں ہے جس طرح تم سوچ رہی ہو۔ وہ تو اسے ذبح کرنے کے لیے لے کر گئے ہیں۔ وہ بولی ابراہیم تو اپنے بیٹے پر بڑے مہربان ہیں اس کے ساتھ دلی محبت کرتے ہیں۔ شیطان نے کہا ابراہیم کا کہنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے پر اعتماد لہجے میں کہا کہ اگر اللہ نے یہ حکم دیا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اللہ کے حکم پر عمل کر کے اچھا ہی تو کر رہے ہیں شیطان نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن وہاں بھی اسے ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس خاندان پر شیطان کا داؤ نہ چل سکا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور شیطان کے شر سے انہیں محفوظ رکھا۔ زمانۂ جاہلیت کے مشہور شاعر امیہ بن ابی الصلت نے اس واقعہ کو اپنے اشعار میں کچھ یوں بیان کیا ہے:

ولا ابراهيم الموفي بالنذ
راحتسابا وحَامِلَ الْأَجذَالِ

بِكَرَهُ لم يكن ليصبر عنه

لو راه فى معشرٍ اقتال

أبنى انى نذرتك لك

له شحيطا فاصبر فذلك حالى

فاجاب الغلام ان قال فيه

كل شىء اللّٰه غير انتحال

ابتى اننى جزيتك باللّٰه

تقيابه على كل حال

فاقض ما قدر نذرت اللّٰه واكفف

عن دمى ان يمسه سربالى

واشدد الصفد لااحيد عن السر

لكين حيد الاسير ذى الاغلالِ

انى الم المحزو انى

لا امس الاذقان ذات السيال

وله مدية تخايل فى اللحم

سم هذام حنية كالهلال

جعل اللّٰه جيده من نحاس

اذ راه زولا من الازوال

بينما يخلع السرابيل عنه

فکـــہ ربـــہ بـکبـــش جلال

قـــال خـــذہ وارسـل ابـنـک انـــی

لـلـذی فـعـلـتـمـــا غیـر قـــال

والـــد یـتـقـــی وآخـــر مـولـو

د فـطـــارا مـنـــہ بـسـمـع فـعـال

ربـمـا تـجـزع الـنـفـوس من الامـر

سـرلـــہ فـرجۃ کـحـل الـعـقـال

ابراہیم علیہ السلام جنہوں نے صبر سے کام لیا اور قربانی دینے سے دریغ نہ کیا! وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو دشمنوں کے نرغے یا کسی مشکل میں کبھی تنہا نہ چھوڑتے! انہوں نے کہا میرے بیٹے میں تجھے ذبح کر کے اللہ کی نذر کرتا ہوں صبر کرنا۔ جواب میں بچے نے کہا اباجی یہ جھوٹ نہیں کہ ہر چیز اللہ کے لیے ہے۔ اباجی! اللہ آپ کو جزائے خیر عطا کرے میں نے ہر حال میں آپ کو متقی پایا ہے! اللہ کے حضور میں جلد ہی پیش کریں قربانی اور خیال رہے نہ رنگ جائے میرے لہو سے پیراہن! بندش مضبوط رکھئے گا کہ بچ نہ سکوں چھری کی زد سے پابہ زنجیر قیدی کی طرح۔ چھری تھی ان کی ہلال کی مانند مڑی ہوئی دھار اتنی تیز کہ اتر جائے گوشت میں۔ اللہ جب ان کے جسم سے کرنے لگے وہ پیرہن بھیج دیا اللہ نے ایک مینڈھا تنومند۔ حکم ہوا اسے کر ذبح اور آزاد کر دے پسر کو کہ یہ ادا تم دونوں کی مجھے ہے بھا گئی! والد بھی متقی اور بیٹا بھی متقی حاصل ہوئی ہیں باپ سے خوبیاں سبھی۔ کسی بھی بات سے نہ ہو مایوس تم کبھی ہوتی ہیں مشکلیں آساں اسی طرح''

ذبیح کون ہے:

مفسرین کا اس مسئلے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں بیٹے اسماعیل اور اسحاق میں سے ذبیح کون ہے درست اور راجح بات یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ذبیح اللہ ہیں۔ اس کے بہت سے دلائل ہیں۔ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ یہ ذبح کا عمل مکہ معظمہ میں سرانجام پایا۔ حضرت اسماعیل اور اس کی والدہ حضرت ہاجرہ مکہ میں رہائش پذیر تھے جبکہ حضرت اسحاق اور اس کی والدہ سارہ شام میں رہتے تھے اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعمرو بن العلاء سے ذبیح کے بارے میں پوچھا کہ یہ اسحاق تھے یا اسماعیل اس نے کہا اے عصمی تیری عقل کہاں چلی گئی اسحاق مکہ میں کب تھے مکہ میں تو اسماعیل علیہ السلام رہائش پذیر تھے۔ اسی نے اپنے والد کے ساتھ مل کر بیت اللہ کو تعمیر کیا تھا۔ قربانی کا عمل بھی مکے میں ہی ہوا۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسماعیل علیہ السلام کے حوالے سے صبر کی خوبی بیان کی نہ کہ اسحاق علیہ السلام کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْکِفْلِ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ))۔

(الانبیاء:۸۵)

"اسماعیل، ادریس اور ذلکفل صبر کرنے والوں میں سے تھے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی قربانی کا سن کر صبر کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خوبی بیان کی کہ وہ وعدے کے سچے تھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((اِنَّهٗ کَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ......))۔ (مریم:۵۴)

''کہ وہ وعدے کے سچے تھے......''

اس نے اپنے والد سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنی قربانی کے لیے صبر کا مظاہرہ کریں گے تو انہوں نے اپنے وعدے کو پورا کیا اللہ تعالیٰ نے اسحاق علیہ السلام کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا:

((وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا)) ۔ (الصافات : ۱۱۲)

''کہ ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی کہ وہ نبی ہونگے۔''

اسے ذبح کا کیسے حکم دیتے جبکہ اللہ نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ نبی ہونگے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَآءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ)) ۔ (ھود : ۷۱)

''کہ ہم نے اسے اسحاق کی خوش خبری دی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔''

بھلا یعقوب علیہ السلام کا وعدہ پورا ہونے سے پہلے اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کا کیسے حکم دیا جاسکتا ہے۔

حافظ ابن قیم الجوزیہ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کو ثابت کرنے کے لیے ایک بہت عمدہ نقطہ بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان کو اپنے پہلے بچے سے بہت محبت ہوتی ہے۔ جو کہ بعد میں پیدا ہونے والے بچوں کے ساتھ دل کی وہ کیفیت نہیں ہوتی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے رب سے بیٹے کے لیے دعا مانگی تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرماتے ہوئے ان کو بیٹا عطا فرمایا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں اپنے اس بیٹے کی محبت جاگزیں ہوگئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا

دوست بنالیا تھا دوستی کا یہ تقاضا ہوتا ہے کہ جس سے دوستی ہو اس کی محبت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے اور اس کی دوستی پر ہر چیز کو قربان کر دیا جائے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی محبت گھر کر گئی ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کی مشیئت نے یہ تقاضا کیا کہ ابراہیم علیہ السلام سے دوستی کا امتحان لیا جائے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے محبوب بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔ جب اللہ تعالیٰ کی محبت اولاد کی محبت پر غالب آ گئی اور انہوں نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تو ان کی دوستی ہر قسم کی شراکت سے پاک ہوگئی اور پھر قربان کرنے میں کوئی مصلحت باقی نہ رہی۔ اصل مقصد تو ابراہیم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا امتحان لینا تھا جب وہ اس امتحان پر پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے بیٹے کی جگہ ایک مینڈھے کو قربان کرنے کے لیے بدلے میں دے دیا۔ ابراہیم علیہ السلام کا خواب پورا ہوا اللہ تعالیٰ نے جو ارادہ کیا تھا وہ بھی پورا ہو گیا۔ یاد رہے کہ یہ امتحان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی اولاد یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا دوسری اولاد حضرت اسحاق علیہ السلام کے ساتھ پیش نہیں آیا۔

علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دورۂ خلافت میں ایک یہودی عالم مسلمان ہوا۔ جب یہودی عالم نے ایمان قبول کیا تو وہ بہترین مسلمان ثابت ہوا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس سے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا تو اس نے جواب میں کہا اے امیر المومنین اللہ کی قسم! یہ حکم اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں تھا۔ یہودی بھی اچھی طرح اس بات کو جانتے ہیں مگر وہ عرب قوم سے حسد کرتے ہیں کیونکہ اسماعیل علیہ السلام عرب قوم کے جد اعلیٰ تھے یہودی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے اسحاق علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔ ان کا یہ دعویٰ اس لیے ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام یہودیوں کے جد اعلیٰ تھے۔ حافظ ابن قیم اپنی کتاب زاد المعاد

میں بیان کرتے ہیں کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین علماء کے نزدیک یہی بات درست ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ اسحاق علیہ السلام ذبیح اللہ نہیں تھے۔

یہودیوں کا یہ دعویٰ سراسر جھوٹ ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ یہودیوں کا دعویٰ ان کی اپنی کتاب کی روح سے بھی باطل ہے کیونکہ یہودیوں کی کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے پہلے اور اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔ اہل کتاب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلا بیٹا اسماعیل علیہ السلام ہی تھا۔ لہٰذا یہودیوں کا یہ کہنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے اسحاق کو ذبح کرنے کا حکم دیا یہ سراسر غلط اور جھوٹ ہے۔ کیونکہ یہودیوں کا یہ کہنا اس اعتبار سے بھی غلط ہے کہ تورات کی ایک عبارت اس کی نفی کرتی ہے جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اے ابراہیم اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرو دراصل یہودی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا منصب اور مقام دیکھ کر حسد کا شکار ہو گئے انہوں نے یہ چاہا کہ یہ شرف تو ہمیں ملنا چاہیے یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل انہی لوگوں کو ملتا ہے جو اس کے اہل ہوتے ہیں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوسعید الضریر سے ذبیح اللہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے یہ شعر کہے:

إِنَّ الذَّبِيحَ هُدِيتَ . اسماعيل
نطق الكتاب بذاك والتنزيل

''اللہ تمہیں ہدایت دے ذبیح اسماعیل تھے! ذکر اس کا ملتا ہے کتاب منزل میں۔''

شرف به خص الا له نبينا
واتى به التفسير والتاويل

''اعزاز تھا جو ہمارے نبی کو عطا ہوا، ثابت ہے یہ کتب تفسیر وتاویل سے۔''

ان کنت امتہ فلا تنکر لہ
شرفا بہ قد خصہ التفضیل

''گر ان کے امتی ہو تو انکار نہ کرو، کہ اعلیٰ مقام تھا جو انہی کو عطا ہوا''۔

حضرت ہاجرہ علیہا السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور بیت اللہ کی تعمیر:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو دو عظیم الشان نعمتیں عطا کر رکھیں تھیں۔ انہیں دیکھ کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی تھیں۔ اس کا خاوند اللہ رحمان کا خلیل تھا اور اس کا بیٹا اپنے باپ کی ہو بہو تصویر تھا جس کے چہرے پر روحانی چمک تھی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے یہ حکم دیا کہ وہ اللہ کے لیے ایک ایسا گھر تعمیر کریں کہ لوگ دور دراز سے آکر اس کا حج کریں بیت اللہ جس جگہ پر تعمیر ہونا تھا وہ جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے اس کو سمجھائی ابراہیم علیہ السلام نے ہاجرہ سے پوچھا کہ اسماعیل کہاں ہے اس نے کہا آپ اسماعیل سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے ہاجرہ تم خوش ہو جاؤ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا گھر بناؤں اور اس نے مجھے حکم دیا کہ اسماعیل اس کام میں میری مدد کرے ہاجرہ نے یہ سن کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا کہ اس نے اس کے بیٹے اسماعیل کو اللہ کے اس گھر کی تعمیر کے لیے چن لیا ہے۔ جو لوگوں کے لیے قیام اور امن کا باعث بنے گا۔ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی تعمیر کرنے لگے بسا اوقات حضرت ہاجرہ بھی ان کا ہاتھ بٹاتی۔ دونوں باپ اور بیٹا پوری دلچسپی سے بیت اللہ کی تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ باپ بیٹے دونوں کا سر اس فخر سے بلند ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے گھر کی تعمیر کا شرف عطا کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ

مجید میں ارشاد فرمایا:

((وَ إِذْ یَرْفَعُ إِبْرَاهِیمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ إِسْمَاعِیلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ ☆ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَّکَ وَأَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیمُ ☆ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیهِمْ رَسُولاً مِّنْهُمْ یَتْلُوا عَلَیْهِمْ آیَاتِکَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیهِمْ إِنَّکَ أَنْتَ الْعَزِیزُ الْحَکِیمُ))۔ (البقرة:۱۲۷۔۱۲۹)

''جب ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے تو دونوں نے التجا کی اے ہمارے رب ہماری طرف سے قبول فرما بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے اے ہمارے رب ہمیں اپنا مطیع فرمان بنادے اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسی امت پیدا کردے جو تیری فرمانبردار ہو اور ہمیں عبادت کے طریقے دکھلا دے اور ہمارے قصور معاف کردیں ہماری توبہ قبول کرلے، بے شک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے اے ہمارے رب انہیں میں سے ایک رسول بھیجنا جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک کرے بے شک تو غالب حکمتوں والا ہے''۔

کعبے کی تعمیر مکمل ہوئی ابراہیم، اسماعیل اور ہاجرہ علیہم السلام اور ان کے ساتھ دیگر مسلمان طواف کرنے والوں کے لیے قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لیے بیت اللہ کو صاف کرنے لگے اور انہوں نے زمزم کے پانی کے ساتھ بیت اللہ کو غسل دیا اس موقع پر ابراہیم علیہ السلام کے لیے یہ حکم نازل فرمایا:

((وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ، لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ......))۔

(الحج: ۲۷، ۲۸)

''اور لوگوں میں حج کا اعلان کر و لوگ تیرے پاس دور دراز راستوں سے آیا کریں گے پیادہ اور ہر طرح کی سواریوں پر جو سفر کی مشقت سے تھکی ہوئی ہوں گی وہ اس لیے آئیں گے کہ اپنے فائدے پانے کی جگہ میں حاضر ہو جائیں اور وہ مقررہ دنوں میں اللہ کا نام لیں ان چوپایوں پر جو اللہ نے انہیں عطا کیے ہیں۔

حاجیوں کے وفد آنے لگے اور مناسک حج ادا کرنے لگے حضرت ہاجرہ علیہا السلام اپنی یادوں میں کھو گئیں ہر چیز اس کی آنکھوں کے سامنے روشن ہوگئی وہ صفا پہاڑی کے سامنے کھڑی سوچنے لگی اور اس کے دل میں یہ بات آئی کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر اپنے فضل و کرم کا سایہ اس پر کیا ہے اللہ اس کو تاریکیوں سے نور کی طرف نکال لایا اور اسے سیدھے راستے کی ہدایت دی اسے اسماعیل بیٹا عطا کیا۔ اور زمزم سے نواز کر اسے بابرکت بنا دیا۔ اور پھر اسے بیت اللہ کی تعمیر میں شریک ہونے کا شرف حاصل کیا۔ اس کے دل میں کبھی یہ خیال آیا ہی نہیں تھا کہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنے کو اللہ تعالیٰ اپنا شعار بنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے اسے اپنی رحمت کے لیے مخصوص کر لیتا ہے بلا شبہ اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے صفا اور مروہ کے درمیان حضرت ہاجرہ کا دوڑنا اللہ کے شعائر میں سے بنا دیا گیا۔

حضرت ہاجرہ ایک مومن اور مسلمان خاتون تھیں وہ ہر کام اللہ کے لیے سرانجام دیتی اللہ اسے جزائے خیر عطا فرمائے کیا بھلا اللہ اپنے شکر گزار بندوں کے بارے میں نہیں جانتا

حضرت ہاجرہ جب حاجیوں کے قافلوں کو دیکھتی کہ وہ حج کے ارکان ادا کرتے ہیں اور وہ صفاو مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں تو وہ اپنے دل پر قابو نہ رکھ سکتیں یہ منظر دیکھ کر آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور وہ اللہ کا شکر بجالانے کے لیے سجدہ ریز ہو جاتیں اور اس کی زبان پر اللہ کے شکر اور اس کی حمد و ثناء کے کلمات جاری ہو جاتے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں میں حج کا اعلان کیا تو اس کی بیوی ہاجرہ اس دن وہ پہلی خاتون تھیں جس نے ان کی آواز پر لبیک کہا۔ اور انبیاء کی بیویوں کی فہرست میں تاریخی اعتبار سے وہ پہلی پاکیزہ خاتون ہیں جنہوں نے یہ آواز سنی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی سعادت حاصل کی۔

آخری دن:

حضرت ہاجرہ علیہا السلام حرم شریف میں بیٹھا کرتی تھیں۔ بعض اوقات اس کے ذہن میں پرانی یادیں آتیں جو اسے ایک دوسری دنیا میں لے جاتیں پھر وہ اپنی ذات کی طرف لوٹتیں وہ دیکھتیں کہ اللہ نے ان پر بڑا کرم کیا ہے ایک دن وہ تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اس اکیلی کو دودھ پیتے لخت جگر کے ساتھ وہاں چھوڑ دیا تھا اور اس موقع پر اس نے یہ کہا تھا کہ ہمیں اللہ ضائع نہیں کرے گا ہاں آج وہ ام القریٰ مکہ کی گود میں اللہ کی حفاظت میں راضی خوشی اپنی زندگی گزار رہی ہے۔ اب وہ بیت اللہ میں اپنی عبادت اور فرائض ادا کرتی ہے حضرت ہاجرہ نے مکہ معظّمہ کو آباد کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا جرہم قبیلے کے بچوں کو وہ جمع کر لیتی تھی پھر انہیں ابراہیمی صحیفے زبانی یاد کرواتیں بعض اوقات ان بچوں کو لکھنا سکھلاتیں۔ وہ پہلی خاتون ہیں جس نے مکہ میں قلم سے لکھنا شروع کیا حضرت ہاجرہ علیہا السلام طویل زمانے تک یہ فرائض انجام دیتی رہیں یہاں تک کہ اس نے لوگوں کے دلوں میں بڑے عمدہ اثرات چھوڑے وہ بڑی عظیم الشان، جلیل القدر بلند مرتبہ اور بارعب خاتون تھیں۔ لوگ اس کے

ساتھ بڑے احترام کے ساتھ پیش آتے اور بچے بڑی چاہت کے ساتھ بھاگ کر اس کے پاس پہنچتے اور اس کی میٹھی میٹھی باتوں کو غور سے سنتے جوان کے دلوں میں جگہ پکڑتی جاتی اور وہ باتیں بچوں کو اپنے اللہ خالق کے قریب لانے کا باعث بنتیں اس کی گفتگو بڑی ایمان افروز ہوتی جو خیالات میں ایک تحریک پیدا کر دیتی اور دلوں کی گہرائی تک پہنچ جاتی حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے نوے سال کی عمر پائی۔ ایک دن حضرت ہاجرہ نے اللہ کی ملاقات کا قرب محسوس کیا اس کا چہرہ چمک رہا تھا اور وہ اللہ کی ملاقات سے بہت خوش تھیں۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے یہ چاہا کہ اس کی زندگی کی آخری نظریں بیت اللہ پر پڑیں اس نے اپنے بیٹے اسماعیل کو دیکھا اور اس برکت کو محسوس کیا جو اللہ تعالیٰ نے اسماعیل اور اس کی اولاد کے بارے میں وعدہ کیا تھا اس وقت اس کے چہرے کے نقوش چمک پڑے اس نے عبادت کرنے والوں کی آوازوں کو سنا طواف کرنے والوں کی گڑگڑاہٹ اور نیک لوگوں کی دعاؤں کو سنا۔ انہی لمحات میں اس کی روح اپنے خالق کی طرف پرواز کر گئی۔

یہی وہ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اسے عزت عطا کی اور اللہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کی موت بیت اللہ میں ہو اور اسکی قبر بھی کعبہ ہی میں ہوتا کہ دن رات طواف کرنے والوں کا سلسلہ منقطع نہ ہو اللہ نے یہ مقدر کیا کہ حضرت ہاجرہ کو حطیم میں دفن کیا جائے وہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں پاکیزہ لوگ بار بار آتے ہیں اور وہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں کسی وقت بھی گناہ کی بات نہیں ہوتی اور وہ ایک ایسی جگہ ہے جہاں طواف کرنے والوں، قیام کرنے والوں عبادت کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کا رش لگا رہتا ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جسے اس کے خاوند اور بیٹے نے اللہ کے حکم پر اور اس کی وحی کی بنیاد پر تعمیر کیا تھا صدیاں بیت جانے کے باوجود لوگ آج بھی حضرت ہاجرہ کو یاد کرتے ہیں اور اس کے صبر کو یاد کرتے ہیں اور اس کی وفا کا تذکرہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ

اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم کرے وہ بعد میں آنے والی خواتین کے لیے بہت عمدہ نمونہ تھیں۔ کیا خواتین حضرت ہاجرہ کی اقتداء کریں گی کیا ان کے خوشبودار موقف سے استفادہ کریں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت ہاجرہ سے راضی ہو گیا اور اسے جنت میں بلند درجہ عطا کیا۔

وصلی اللہ علی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت ھاجرہ کے مفصل حالات زندگی معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

١۔ اخبار مکہ لازرقی .... (١/٥٤)

٢۔ شفاء الغرام للفاسی .... (٢/٥٢)

٣۔ مفحمات الاقران .... (ص/١٢٨)

٤۔ غرر التبیان .... (ص/٢١٢)

٥۔ البدایہ والنھایہ .... (١/١٥)

٦۔ تاریخ مدینہ دمشق۔تراجم النساء .... (ص/٤١٥)

٧۔ الکامل لابن الاثیر .... (١/١١)

٨۔ تاریخ الطبری .... (١/١٥٢)

٩۔ المعارف .... (ص/٣٢)

١٠۔ فتح الباری .... (٦/٤٦٢)

١١۔ تفسیر الصاوی .... (٢/٢٤٢)

١٢۔ تھذیب الاسماء واللغات للنووی .... (١/١٠١)

١٣۔ سیرۃ النبویۃ لابن ھشام شرح ابی زر الخشنی (١/٣٩)

کتابیات

۱۔ القرآن الحکیم تنزیل من رب العلمین

۲۔ الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی

۳۔ آثار البلاد واخبار العباد للقزوینی

۴۔ اخبار مکۃ للأزرقی

۵۔ ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم للابی السعود

۶۔ اسباب النزول للواحدی

۷۔ الاشتقاق للابن درید

۸۔ الاعلام لخیر الدین الزرکلی

۹۔ إغاثۃ اللھفان من مصایدالشیطان لابن قیم الجوزیہ

۱۰۔ أمالی المرتضی للشریف المرتضی

۱۱۔ انوار التنزیل واسرار التاویل للبیضاوی

۱۲۔ البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر

۱۳۔ بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ للسیوطی

۱۴۔ بھجۃ المجالس وانس المجالس لابن عبدالبر

۱۵۔ التاج الجامع للاصول لمنصور علی ناصف

۱۶۔ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام للذھبی

۱۷۔ تاریخ الأمم والملوک للطبری

۱۸۔ تاریخ مدینۃ دمشق لابن عساکر

۱۹۔ تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبة

۲۰۔ تحفة الاحوذی بشرح جامع الترمذی للمبارکفوری

۲۱۔ تفسیر الرازی لأبی بکر الرازی

۲۲۔ تفسیر البحرالمحیط لابی حیان الاندلسی

۲۳۔ تفسیر الخازن وبھامشه البغوی للخازن والبغوی

۲۴۔ تفسیر القاسمی لجمال الدین القاسمی

۲۵۔ تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر

۲۶۔ التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب لفخرالدین الرازی

۲۷۔ تفسیر الماوزدی النکت والعیون للماوردی

۲۸۔ تفسیر المراغی لاحمد مصطفی المراغی

۲۹۔ تفسیر المنار لمحمد رشید رضا

۳۰۔ التفسیر والمفسرون لمحمد حسین الذھبی

۳۱۔ تفسیر النسفی للنسفی

۳۲۔ تلخیص البیان فی مجازات القرآن للشریف الرضی

۳۳۔ تنزیه الانبیاء عما نسب الیھم حثالة الاغبیاء لابن حمیر

۳۴۔ تنزیه القرآن عن المطاعن للقاضی عبدالجبار

۳۵۔ تھذیب الاسماء واللغات للامام النووی

۳۶۔ تھذیب التھذیب لابن حجر العسقلانی

۳۷۔ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی

۳۸۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن الطبری

۳۹۔ حادی الارواح الی بلاد الافراح لابن قیم الجوزیة

۴۰۔ حاشیة الصاوی علی الجلالین — للصاوی
۴۱۔ حدائق الانعام لعبد الرحمن بن ابراہیم — الدمشقی
۴۲۔ حسن الاسوة بما ثبت من اللّٰہ ورسولہ فی النسوة — للقنوجی
۴۳۔ حلیة الاولیاء وطبقات الاصفیاء — لابی نعیم الاصبہانی
۴۴۔ حیاة الحیوان — للدمیری
۴۵۔ الدارس فی تاریخ المدارس — للنعیمی
۴۶۔ الدرالمنثور فی التفسیر الماثور — للسیوطی
۴۷۔ دلائل النبوة — للبیہقی
۴۸۔ الدیباج المذہب فی معرفة اعیان علماء المذہب — لابن فرحون
۴۹۔ دیوان أمیة بن ابی الصلت جمع و تحقیق و دراسة عبدالحفیظ السطلی — سلیم النعیمی
۵۰۔ ربیع الابرار و نصوص الاخبار — للزمخشری
۵۱۔ رجال مبشرون بالجنة — لاحمد خلیل جمعه
۵۲۔ رجال من الاسلام — لاحمد خلیل جمعه
۵۳۔ الرحلة الانسیة فی الرحلة القدسیة — لعبدالغنی النابلسی
۵۴۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن الکریم والسبع المثانی — للألوسی
۵۵۔ الروض الانف بہامش السیرة النبویة — للسہیلی
۵۶۔ زاد المسیر فی علم التفسیر — لابن الجوزی
۵۷۔ زاد المعاد — لابن قیم الجوزیة

۵۸۔ الزھد — للامام احمد بن حنبل

۵۹۔ سنن ابن ماجہ — تحقیق فؤاد عبدالباقی

۶۰۔ سنن ابی داؤد اعداد و تعلیق محمدمحی الدین عبدالحمید

۶۱۔ سنن الترمذی — اعداد و تعلیق — عزت عبیدالدعاس

۶۲۔ سنن النسائی — بشرح السیوطی

۶۳۔ سیر اعلام النبلاء — للذہبی

۶۴۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی — للقاضی عیاض

۶۵۔ شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام — للفاسی

۶۶۔ صحیح مسلم

۶۷۔ طبقات الحفاظ — للسیوطی

۶۸۔ طبقات الشافعیۃ — لابن قاضی شہبۃ

۶۹۔ طبقات المفسرین — للداو ودی

۷۰۔ طبقات المفسرین — للسیوطی

۷۱۔ الطبقات الکبری — لابن سعد

۷۲۔ الطب النبوی — لعبد اللطیف البغدادی

۷۳۔ العبر فی خبر من غبر — للذھبی

۷۴۔ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد — لابی الطیب الاابادی

۷۵۔ عیون الاخبار — لابن قتیبۃ

۷۶۔ غرر التبیان فی من لم یسم فی القرآن — لابن ،جماعۃ الحموی

۷۷۔ غوطۃ دمشق — لمحمد کردعلی

۷۸۔ فتح الباری بشرح صحیح البخاری — لابن حجر العسقلانی

۷۹۔ فتح القدير الجامع بين فنى الرواية والدراية في علم التفسير	لشوكانى
۸۰۔ الفرج بعد الشدة	لابن ابى الدنيا
۸۱۔ الفرج بعد الشدة	للتنوخى
۸۲۔ الفلسفة القرآنية	لعباس محمود العقاد
۸۳۔ فوائد فى مشكل القرآن	لعزالدين عبدالعزيز بن عبدالسلام
۸۴۔ القاموس المحيط	للفيروز آبادى
۸۵۔ قصص الانبياء	لابن كثير
۸۶۔ الكامل فى التاريخ	لابن الاثير
۸۷۔ الكامل فى اللغة والادب	للمبرد
۸۸۔ كبرى اليقينيات الكونية	للدكتور محمد سعيد رمضان البوطى
۸۹۔ كتاب الف باء	للبلوى
۹۰۔ كتاب الشكرلله عز وجل	لابن ابى الدنيا
۹۱۔ الكشاف عن حقائق التنزيل وعيون الاقاويل فى وجوه التاويل	للزمخشرى
۹۲۔ لسان العرب	لابن منظور
۹۳۔ المبشرون بالنار	لاحمد خليل جمعة
۹۴۔ مجمع الامثال	للميدانى
۹۵۔ مجمع الزوائد	للهيثمى

۹۶۔ محاضرات الادباء و محاورات الشعراء والبلغاء　للراغب الاصفهانی
۹۷۔ مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر　للامام ابن منظور
۹۸۔ مروج الذهب و معادن الجوهر　للمسعودی
۹۹۔ مسند ابی یعلی الموصلی　للموصلی
۱۰۰۔ المسند　لاحمد بن حنبل
۱۰۱۔ المعارف　لابن قتیبة
۱۰۲۔ معانی القرآن　للفراء
۱۰۳۔ معجم البلدان　لیاقوت الحموی
۱۰۴۔ معجم المفسرین　لعادل نویهض
۱۰۵۔ معجم المؤلفین　لعمر رضا کحالة
۱۰۶۔ معرفة القراء الکبار علی الطبقات والاعصار　للذهبی
۱۰۷۔ مفتاح دارالسعادة　لابن قیم الجوزیة
۱۰۸۔ مفحمات الاقران　للسیوطی
۱۰۹۔ الموطا　لامام مالك
۱۱۰۔ نساء مبشرات بالجنة　لاحمد خلیل جمعة
۱۱۱۔ نساء من عصر التابعین　لاحمد خلیل جمعة
۱۱۲۔ نساء من عصر النبوة　لاحمد خلیل جمعة
۱۱۳۔ نوادر المخطوطات　تحقیق عبدالسلام هارون
۱۱۴۔ هذه الشجرة　لعباس محمود العقاد
۱۱۵۔ وفاء الوفا　للسمهودی
۱۱۶۔ وفیات الاعیان　لابن خلکان

نساء الانبیاء علیہم السلام

اس کائنات میں سب سے پہلا جوڑا حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کا تھا۔ اس جوڑے سے قیامت تک نسل انسان میں اور افزائش ہوتی رہے گی۔ نوعِ انسانی کے اس تسلسل میں کچھ قدسی صفت شخصیات ایسی ہیں' جن کو انبیاء؈ کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ پیش نظر کتاب نساء الانبیاء؈ میں نو انبیاء و رسل کی دس بیویوں کا ایمان افروز اور عبرت آموز تذکرہ ہے جسے عربی زبان کی ایک فاضل اجل احمد خلیل جمعہ نے تحقیقی اسلوب سے لکھا اور جس کا رواں اور شگفتہ اردو زبان میں مولانا محمود احمد غضنفر نے ترجمہ کیا ہے۔ اس میں حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کا تذکرہ اس لیے نہیں کیا گیا کہ وہ بذات خود ایک مستقل کتاب کا تقاضا کرتا ہے۔

اس کتاب میں سب سے پہلے روئے زمین کی سب سے پہلی خاتون حوا علیہ السلام کا تذکرہ جمیل ہے۔ جسے تعمیر کعبہ میں اپنے خاوند کے ساتھ شرکت کا اعزاز حاصل ہے۔ پھر نوح اور لوط علیہما السلام کی بدکردار بیویوں کا عبرت آموز بیان ہے' جو اسلام کی دعوت میں رکاوٹ اور اللہ تعالیٰ کے دین میں خیانت کی مرتکب تھیں۔ ازاں بعد حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی اہلیہ رعلة کا ذکر ہے جن کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پسندیدگی کی سند عطا کی۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیوی راحیل کے سوانح دیے گئے ہیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ ماجدہ تھیں۔ اسی طرح حضرت ایوب علیہ السلام کی اطاعت شعار زوجہ لیا' موسیٰ علیہ السلام کی شرم و حیا سے متصف زوجہ اور حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی ایشاع کے حیات نامے فراہم کیے گئے ہیں۔ انتہائے آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ازواج سارہ اور ہاجرہ علیہما السلام کے ایمان افروز تذکرے پر اس کتاب کا اختتام ہوتا ہے۔

دورِ حاضر کی وہ خواتین جو پاکیزہ اور تقویٰ شعار زندگی کی جستجو رکھتی ہوں' اُن کے لیے یہ کتاب ایک مشعل راہ ہے۔ جس کی روشنی میں وہ اپنے گھروں کی فضا کو جنت نظیر بنا کر عصری طاغوتی ثقافت کے خلاف ایک صالح تمدن کا حصار قائم کر سکتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس مقصد کے لیے اس کتاب کا انشاء اللہ شایانِ شان استقبال کیا جائے گا۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر
بیت الحکمت لاہور